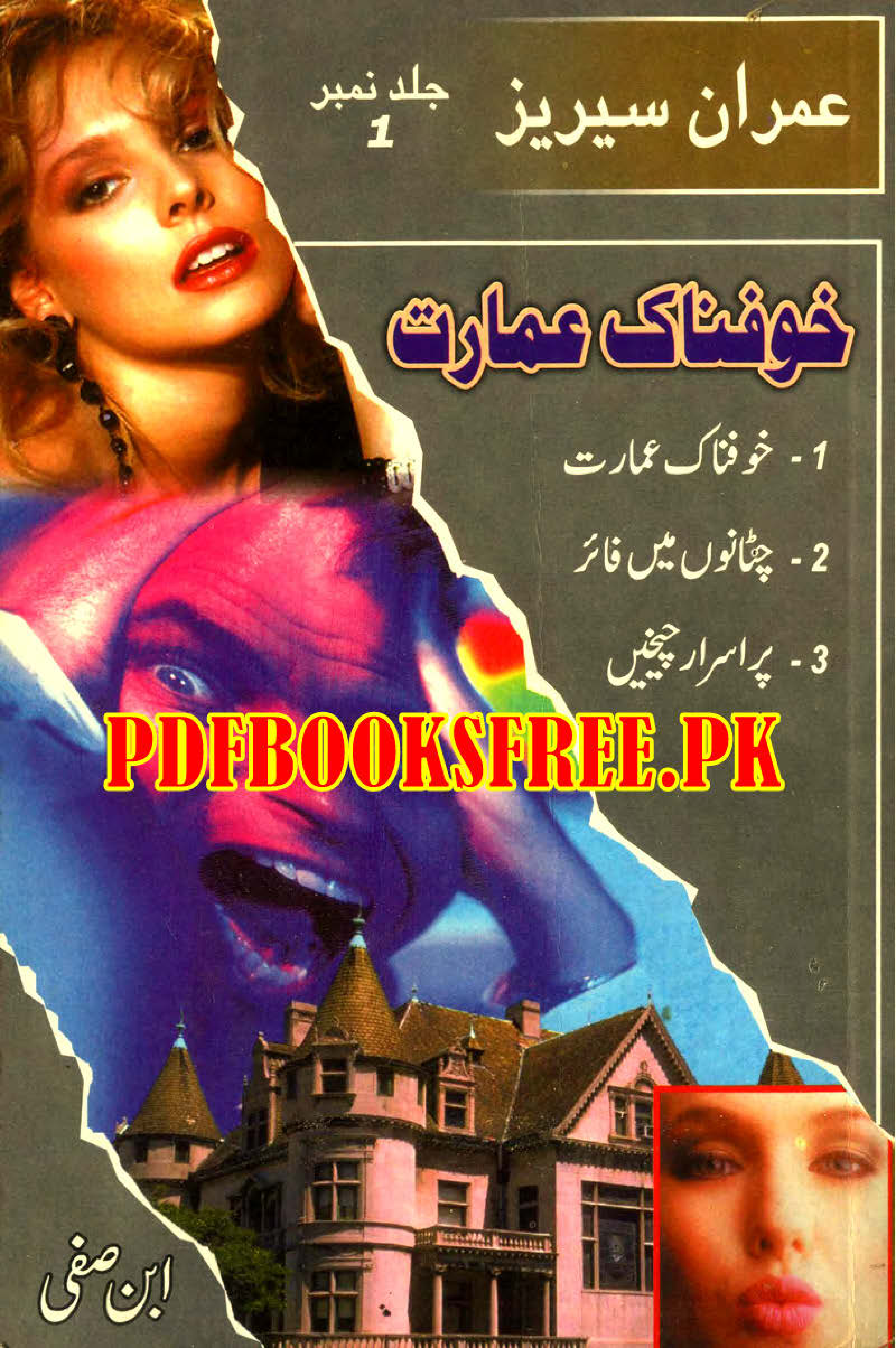

عمران سیریز

جلد نمبر
1

خوفناک عمارت

1 - خوفناک عمارت

2 - چٹانوں میں فائر

3 - پراسرار چیخیں

ابن صفی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

پاکستان ورچوئل لائبریری پر موجود تمام کتابیں قارئین کے مطالعے اور دعوتی واصلاحی مقاصد کے لئے اپلوڈ کی جاتی ہیں۔

تنبیہ

کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی سخت ممانعت ہے، اور ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

PVL

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY

بقلم خود.........ابن صفی

اپریل ۱۹۲۸ء کی کوئی تاریخ تھی اور جمعے کا دن شام کے دھندلکوں میں تحلیل ہو رہا تھا۔ جب میں نے پہلی بار اپنے رونے کی آواز سنی۔ ویسے دوسروں سے سنا ہے، اتنا نحیف تھا کہ رونے کے لئے منہ تو کھول سکتا تھا، لیکن آواز نہیں نکال سکتا تھا۔ میرا خیال ہے کہ دوسروں کو میری آواز اب بھی نہیں سنائی دیتی، کب سے حلق پھاڑ رہا ہوں... وہ حیرت سے میری طرف دیکھتے ہیں اور پھر بے تعلقی سے منہ پھیر لیتے ہیں.... خیر کبھی تو.... کبھی تو ... اوہو پتہ نہیں کیوں، اپنے یوم پیدائش کی بات نکلنے پر بے حد سنجیدہ ہو جاتا ہوں۔

ڈبویا مجھ کو ہونے نے، نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

جب بھی یہ مصرعہ ذہن میں گونجتا ہے، ایک بھاری سی آواز اس پر حاوی ہو جاتی ہے۔ ”میاں کس کھیت کی مولی ہو۔ تم نہ ہوتے تب بھی اُردو کو سری ادب کے اس دور سے ضرور گزرنا پڑتا۔ ۱۹۴۷ء کے فسادات کے بعد خواب دیکھنے والا کوئی مسلمان، ایک کرنل فریدی ضرور پیدا کرتا۔ کرنل فریدی جو ساری دنیا میں صرف قانون کی حکمرانی کا خواہاں ہے۔“

میں اس آواز کے جواب میں کہتا ہوں ”اونہہ.... فراری ذہنیت کا ایک نمونہ، میں نے بھی پیش کیا ہے۔ مجھے اس کا اعتراف ہے، لیکن دنیا میں یہی ہوتا رہا ہے۔ ہوائی قلعوں ہی نے اکثر ٹھوس حقائق کی طرف رہنمائی کی ہے۔“

قصبہ نارہ ضلع الٰہ آباد یوپی میں ہوش سنبھالا۔ ابتدائی تعلیم قصبے ہی کے اسکول میں پائی۔ نصابی کتب کے علاوہ پہلی کتاب جو ہاتھ لگی وہ طلسم ہوشربا کی پہلی جلد تھی، ہر چند کہ اس کی زبان آٹھ سال کے بچے کے بس کا روگ نہیں تھی، پھر بھی کہانی تو پلے پڑ ہی گئی تھی پے در پے ساتوں جلدیں چاٹ ڈالیں.... پھر یاد نہیں کتنی بار ساتوں جلدیں دہرائی گئی تھیں۔

آٹھویں یا نویں درجے میں پہنچ کر شاعری شروع کی۔ حضرت جگر مراد آبادی حواس پر چھائے ہوئے تھے، خمریات میں طبع آزمائی ہوئی اور اس زور و شور سے ہوئی کہ کبھی کبھی سوچنا پڑتا۔ کہیں سچ مچ تو نہیں پینے لگا۔ مثلاً

ہمیں تو ہے مئے گل رنگ و گل رخاں سے غرض
بنائے کفر پڑی کس طرح خدا جانے
بس اتنا یاد ہے اسرار وقت مے نوشی
کسی کی یاد بھی آئی تھی مجھ کو سمجھانے

انٹر میڈیٹ تک پہنچتے پہنچتے اچھا خاصا ہو چکا تھا۔ یوونگ کرسچین کالج الٰہ آباد کی رنگین فضاؤں میں کہ شہر کا واحد کو ایجوکیشنل کالج تھا، یہ ذوق پروان چڑھتا رہا۔

۱۹۴۷ء میں یونیورسٹی پہنچا تو ڈاکٹر سید اعجاز حسین صاحب کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا۔ اُنکے لیکچرز نے ذہنی نشوونما کے نئے باب کھولے۔ فکر و نظر کی تہذیب کرنے کا سلیقہ پیدا ہوا، لیکن بد قسمتی سے یہ مدت بہت قلیل تھی۔ ۱۹۴۷ء کے فسادات شروع ہو چکے تھے۔ یونیورسٹی جانا بند کرا دیا۔ پھر دوسرے سال دوبارہ داخلے کی ہمت اسلئے نہیں پڑی تھی کہ میرے ساتھی فورتھ ایئر میں پہنچ گئے تھے۔ الٰہ آباد یونیورسٹی میں پرائیویٹ امیدواروں کیلئے کوئی گنجائش نہیں تھی۔ یوپی میں صرف آگرہ یونیورسٹی ایسے طلباء کا واحد سہارا تھی، لیکن شرط یہ تھی کہ امیدوار کو کسی ہائی اسکول میں معلّمی کا دو سالہ تجربہ ہونا چاہئے۔ میں نے سوچا، چلو یہی سہی.... دو سال تک لوگ ماسٹر صاحب ہی تو کہہ لیں گے۔ یونیورسٹی میں داخلہ لے کر احساسِ کمتری کا شکار تو نہ ہونا پڑے گا۔ لہٰذا بی۔ اے آگرہ یونیورسٹی سے کیا تھا۔

اسی دوران میں ہم لوگوں نے الٰہ آباد سے ماہناہ “نکہت” جاری کیا جس کے موسس عباس حسینی تھے۔ شعبۂ نثر کی ادارت ابن سعید نے سنبھالی اور حصہ نظمُ میرے حصے میں آیا.... میں نے اس کیلئے طنزیہ مضامین کا ایک سلسلہ بھی شروع کیا۔ یہ مضامین طغرل فرغان کے نام سے لکھے تھے۔

میں یہ سب کچھ کرتا رہا لیکن آٹھ سال کا وہ بچہ جس نے طلسم ہوشربا کی ساتوں جلدیں چاٹ لیں تھیں، کسی طرح بھی میرا پیچھا چھوڑنے پر تیار نہیں تھا۔ شعر کہنے بیٹھتا تو سامنے آ کھڑا ہوتا۔ نثر لکھتے وقت تو قلم ہی پر ہاتھ ڈال دیتا.... اور پھر میں جھلا کر اس کے پیچھے دوڑ پڑتا۔ اس کا تعاقب کرتا ہوا طلسم ہوشربا کی فضاؤں سے گزرتا.... اور بالآخر وہ مجھے رائیڈر ہیگرڈ کی غیر فانی “ہیا” کے دربار میں پہنچا کر نظروں سے اوجھل ہو جاتا۔ پھر مجھے ایسا محسوس ہونے لگتا جیسے میری ساری نثری تخلیقات اُجاڑ ویرانوں کے علاوہ اور کچھ نہ ہوں۔ بے چینی بڑھ جاتی بے اطمینانی کی حد نہ رہتی۔ پھر کیا کیا جائے، اکثر سوچتا۔ آخر سریت پسندی کے رجحان کی تسکین کیوں کر ہو؟

پھر ایک دن یہ ہوا کہ ایک ادبی نشست میں کسی بزرگ نے کہا۔ “اُردو میں صرف جنسی افسانوں کی مارکیٹ ہے۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں بکتا۔”

میں نے کہا “یہ درست ہے لیکن ابھی تک کسی نے بھی جنسی لٹریچر کے سیلاب کو روکنے کی کوشش نہیں کیا۔”

کسی طرف سے آواز آئی۔ “یہ ناممکن ہے جب تک کوئی متبادل چیز مقابلے میں نہ لائی جائے.... یہ قطعی ناممکن ہے۔”

متبادل چیز؟ میں نے سوچا اور پھر وہی آٹھ سال کا بچہ سامنے آ کھڑا ہوا، جس نے طلسم ہوشربا کی ساتوں جلدیں چاٹ ڈالی تھیں اور یہ بھی دیکھا تھا کہ اسی سال کے بوڑھے بھی بچوں ہی کی طرح طلسم ہوشربا میں گُم ہو جاتے ہیں۔

میں نے کہا “اچھی بات ہے، میں دیکھوں گا کہ اس سلسلے میں میں کیا کر سکتا ہوں” یہ ۵۱ء کے اواخر کی بات ہے۔ جب افسانوی ادب (بشمول ناول) میں افسانویت کے علاوہ اور سب کچھ بکثرت پایا جاتا ہے اور ناول میں “ناولٹی” مفقود تھی۔

میں نے اسی “ناولٹی” پر زور دیتے ہوئے جاسوسی ناول لکھنے کا فیصلہ کیا۔

جنوری ۵۲ء میں میرے ہی مشورے پر ادارہ “نکہت” نے ماہانہ جاسوسی ناولوں کا سلسلہ شروع کیا۔ سلسلے کا نام “جاسوسی دنیا” تجویز ہوا۔ اب تک ایک سو اسی ناول لکھ چکا ہوں۔ ان میں سے صرف آٹھ جزوی یا کلی طور پر انگریزی سے ماخوذ ہیں، ورنہ سب طبع زاد ہیں۔

الٰہ آباد میں صرف سات ناول لکھے تھے۔ اس کے بعد اگست ۵۲ء میں کراچی آ گیا تھا۔ بقیہ ناول یہیں لکھے۔ پھر ۵۶ء میں کراچی سے عمران سیریز کے ناول شروع کئے تھے۔

اکثر احباب کہتے ہیں “تم نے طغرل فرغان اور اسرار ناروی کو قتل کر کے اچھا نہیں کیا۔ انہیں زندہ رکھا ہوتا تو آج “ادب العالیہ” میں تمہارا بھی کوئی مقام ہوتا۔

میں ان سے کہتا ہوں “بھائی ادب العالیہ کی شمع جلائے پانچ آدمیوں کے حلقے میں بیٹھا نظر آتا.... یہی تو مقام ہوتا میرا!؟ اور کچھ؟”

مجھ سے کوئی سلیم جعفری (ایک وسیع النظر صحافی اور باصلاحیت ٹی وی آرٹسٹ) یہ نہ کہتا کہ صفی صاحب اردو میری مادری زبان نہیں ہے لیکن آپ جو یہ بامحاورہ اردو مجھ سے سن رہے ہیں، آپ ہی کی کتب کے مطالعے کی رہینِ منت ہے۔”

سندھ اور بلوچستان اور صوبہ سرحد سے میرے پڑھنے والے مجھے ایسے ہی حوصلہ افزا خطوط بھی لکھتے رہتے ہیں۔ مجھے اس کے علاوہ اور کیا چاہئے اور پھر میں جو کچھ بھی پیش کر رہا ہوں اُسے کسی قسم کے بھی ادب سے کمتر نہیں سمجھتا۔ ہو سکتا ہے میری کتابیں الماریوں کی زینت نہ بنتی ہوں، لیکن تکیوں کے نیچے ضرور ملیں گی۔ ہر کتاب بار بار پڑھی جاتی ہے۔ میں نے اپنے لئے ایسے میڈیم کا انتخاب کیا ہے کہ میرے افکار زیادہ سے زیادہ افراد تک پہنچ سکیں۔ ہر طبقے میں پڑھا جاؤں اور بحمدللہ میں اس میں کامیاب ہوا ہوں۔ تھکے ہوئے ذہنوں کیلئے صحت مند تفریح مہیا کرتا ہوں۔ کچھ نہ کچھ پڑھتے رہنے کی عادت ڈلوائی ہے۔ برصغیر میں ریڈنگ لائبریریوں کا رواج میرے بعد ہی ہوا ہے۔ انہی لائبریریوں میں ادب العالیہ بھی کھپ جاتا ہے۔ جاسوسی ناول پڑھنے والوں کو جب کوئی ناول نہیں ملتا تو ادب العالیہ بھی پڑھ لیتے ہیں۔ لہٰذا ادب العالیہ پر ناز کرنیوالوں کو مجھ پر خار نہ کھانا چاہئے، انہیں تو مجھ پر پیار آنا چاہئے۔ ادب العالیہ کی رسائی عوام تک کرانے کا سہرا بھی میرے ہی سر ہے۔

”بقلم خود، اتنا کچھ لکھ دینے کے بعد سوچ رہا ہوں کہ اپنے بارے میں کچھ لکھنا بڑا جان جوکھم کا کام ہے۔ کہاں تک انانیت کو دبایا جا سکتا ہے۔ تھوڑی بہت لاف و گزاف بھی ہو جاتی ہے۔ اِسی لئے میرا اپنا ہی خیال ہے کہ اپنے بارے میں گفتگو کرنے والے اول درجے کے بے وقوف ہوتے ہیں، لیکن مجھ سے یہ بے وقوفی، سرزد، کرائی گئی۔ میں خود اس کا ذمہ دار نہیں ہوں۔

اللہ بڑا رحم کرنے والا ہے۔

عمران سیریز نمبر 1

خوفناک عمارت

(مکمل ناول)

سوٹ پہن چکنے کے بعد عمران آئینے کے سامنے لچک لچک کر ٹائی باندھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ”اوہنہ.... پھر وہی.... چھوٹی بڑی.... میں کہتا ہوں ٹائیاں ہی غلط آنے لگی ہیں۔“ وہ بڑبڑاتا رہا۔ ”اور پھر ٹائی.... لاحول ولا قوۃ.... نہیں باندھتا!“

یہ کہہ کر اس نے جھٹکا جو مارا تو ریشمی ٹائی کی گرہ پھسلتی ہوئی نہ صرف گردن سے جا لگی بلکہ اتنی تنگ ہو گئی کہ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور آنکھیں ابل پڑیں۔

”نخ.... نخ.... خیں“.... اس کے حلق سے گھٹی گھٹی سی آوازیں نکلنے لگیں اور وہ پھیپھڑوں کا پورا زور صرف کر کے چیخا۔ ”ارے مرا.... بچاؤ! سلیمان“

ایک نوکر دوڑتا ہوا کمرے میں داخل ہوا.... پہلے تو وہ کچھ سمجھا ہی نہیں کیونکہ عمران سیدھا کھڑا ہوا دونوں ہاتھوں سے اپنی رانیں پیٹ رہا تھا!

”کیا ہوا سرکار۔“ بھرائی ہوئی آواز میں بولا!

”سرکار کے بچے مر رہا ہوں۔“

”ارے.... لیکن.... مگر....؟“

”لیکن.... مگر.... اگر....“ عمران دانت پیس کر ناچتا ہوا بولا ”ابے ڈھیلی کر“

”کیا ڈھیلی کروں!“ نوکر نے متحیر آمیز لہجے میں کہا۔

”اپنے باوا کے کفن کی ڈوری.... جلدی کر.... ارے مرا۔“

”تو ٹھیک سے بتاتے کیوں نہیں؟“ نوکر بھی جھنجھلا گیا۔

”اچھا بے تو کیا میں غلط بتا رہا ہوں! میں یعنی عمران ایم ایس سی، پی۔ ایچ ڈی کیا غلط بتا رہا ہوں ابے کم بخت اسے اردو میں استعارہ اور انگریزی میں مٹیافر کہتے ہیں۔ اگر میں غلط کہہ رہا ہوں تو باقاعدہ بحث کر مرنے سے پہلے یہ ہی سہی۔“

نوکر نے غور سے دیکھا تو اس کی نظر ٹائی پر پڑی، جس کی گرہ گردن میں بُری طرح سے پھنسی ہوئی تھی اور رگیں ابھری ہوئی سی معلوم ہو رہی تھیں اور یہ اس کے لئے کوئی نئی بات نہ تھی! دن میں کئی بار اسے اس قسم کی حماقتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا!

اس نے عمران کے گلے سے ٹائی کھولی۔

”اگر میں غلط کہہ رہا تھا تو یہ بات تیری سمجھ میں کیسے آئی!“ عمران گرج کر بولا۔

”غلطی ہوئی صاحب!“

”پھر وہی کہتا ہے، کس سے غلطی ہوئی؟“

”مجھ سے!“

”ثابت کرو کہ تم سے غلطی ہوئی۔“ عمران ایک صوفے میں گر کر اسے گھورتا ہوا بولا۔

نوکر سر کھجانے لگا۔

”جوئیں ہیں کیا تمہارے سر میں!“ عمران نے ڈانٹ کر پوچھا۔

”نہیں تو۔“

”تو پھر کیوں کھجا رہے تھے؟“

”یونہی۔“

”جاہل... گنوار... خواہ مخواہ بے تکی حرکتیں کر کے اپنی انرجی برباد کرتے ہو۔“ نوکر خاموش رہا۔

”یونگ کی سائیکالوجی پڑھی ہے تم نے؟“ عمران نے پوچھا۔

نوکر نے نفی میں سر ہلا دیا۔

”یونگ کی ہجے جانتے ہو۔“

”نہیں صاحب!“ نوکر اکتا کر بولا۔

”اچھا یاد کر لو.... جے-یو-این-جی.... یونگ! بہت سے جاہل اسے جنگ پڑھتے ہیں اور کچھ جونگ....! جنہیں قابلیت کا ہیضہ ہو جاتا ہے وہ ژونگ پڑھنے اور لکھنے لگ جاتے ہیں.... فرانسیسی میں جے ”ژ“ کی آواز دیتا ہے مگر یونگ فرانسیسی نہیں تھا۔“

”شام کو مرغ کھایئے گا.... یا تیتر۔“ نوکر نے پوچھا۔

”آدھا تیتر آدھا بٹیر۔“ عمران جھلا کر بولا۔ ”ہاں تو میں ابھی کیا کہہ رہا تھا....“ وہ خاموش ہو کر سوچنے لگا۔

”آپ کہہ رہے تھے کہ مسالہ اتنا بھونا جائے کہ سرخ ہو جائے۔“ نوکر نے سنجیدگی سے کہا۔

”ہاں اور ہمیشہ نرم آنچ پر بھونو!“ عمران بولا۔ ”کفگیر کو اس طرح دیگچی میں نہ ہلاؤ کہ کھنک پیدا ہو اور پڑوسیوں کی رال ٹپکنے لگے۔ ویسے کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ میں کہاں جانے کی تیاری کر رہا تھا۔“

”آپ!“ نوکر کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”آپ میرے لئے ایک شلوار قمیض کا کپڑا خریدنے جا رہے تھے! بیس ہزار کا لٹھا اور قمیض کے لئے بوسکی۔“

”گڈ! تم بہت قابل اور نمک حلال نوکر ہو! اگر تم مجھے یاد نہ دلاتے رہو تو میں سب کچھ بھول جاؤں۔“

”میں ٹائی باندھ دوں سرکار!“ نوکر نے بڑے پیار سے کہا۔

”باندھ دو۔“

نوکر ٹائی باندھتے وقت بڑبڑاتا جا رہا تھا۔ ”بیس ہزار کا لٹھا اور قمیض کیلئے بوسکی۔ کہئے تو لکھ دوں!“

”بہت زیادہ اچھا رہے گا!“ عمران نے کہا۔

ٹائی باندھ چکنے کے بعد نوکر نے کاغذ کے ایک ٹکڑے پر پنسل سے گھسیٹ کر اسکی طرح بڑھا دیا۔

”یوں نہیں!“ عمران اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے سنجیدگی سے بولا ”اسے یہاں پن کر دو۔“ نوکر نے ایک پن کی مدد سے اس کے سینے پر لگا دیا۔

”اب یاد رہے گا۔“ عمران نے کہا اور کمرے سے نکل گیا!---راہداری طے کر کے وہ ڈرائنگ روم میں پہنچا.... یہاں تین لڑکیاں بیٹھی تھیں۔

”ولہ عمران بھائی!“ ان میں سے ایک بولی۔ ”خوب انتظار کرایا! کپڑے پہننے میں اتنی دیر لگاتے ہیں۔“

”اوہ تو کیا آپ لوگ میرا انتظار کر رہی تھیں۔“

”کیوں! کیا آپ نے ایک گھنٹہ قبل پکچر چلنے کا وعدہ نہیں کیا تھا؟“

”پکچر چلنے کا! مجھے تو یاد نہیں.... میں تو سلیمان کے لئے....“ عمران اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

”یہ کیا؟“ وہ لڑکی قریب آکر آگے کی طرف جھکتی ہوئی بول۔ ”بیس ہزار کا لٹھا.... اور بوسکی! یہ کیا ہے.... اس کا مطلب؟“

پھر وہ بے تحاشہ ہنسنے لگی.... عمران کی بہن ثریا نے بھی اٹھ کر دیکھا لیکن تیسری بیٹھی رہی۔ وہ شاید ثریا کی کوئی نئی سہیلی تھی!

”یہ کیا ہے؟“ ثریا نے پوچھا۔

”سلیمان کے لئے شلوار قمیض کا کپڑا لینے جا رہا ہوں۔“

”لیکن ہم سے کیوں وعدہ کیا تھا!“ وہ بگڑ کر بولی۔

”بڑی مصیبت ہے!“ عمران گردن جھٹک کر بولا۔ ”تمہیں سچا سمجھوں یا سلیمان کو۔“

”اسی کمینے کو سچا سمجھئے! میں کون ہوتی ہوں!“ ثریا نے کہا۔ پھر اپنی سہیلیوں کی طرف مڑ کر بولی۔ ” اکیلے ہی چلتے ہیں! آپ ساتھ گئے بھی تو شرمندگی ہی ہوگی.... کر بیٹھیں گے کوئی حماقت!“

”ذرا دیکھئے آپ لوگ!“ عمران رونی صورت بنا کر درد بھری آواز میں بولا۔ ”یہ میری چھوٹی بہن ہے مجھے احمق سمجھتی ہے ثریا میں بہت جلد مر جاؤں گا! کسی وقت! جب بھی ٹائی غلط بندھ گئی! اور بیچارے سلیمان کو کچھ نہ کہو! وہ میرا محسن ہے! اس نے ابھی ابھی میری جان بچائی ہے!“

”کیا ہوا تھا۔“ ثریا کی سہیلی جمیلہ نے گھبرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

”ٹائی غلط بندھ گئی تھی!“ عمرن انتہائی سنجیدگی سے بولا۔

جمیلہ ہنسنے لگی۔ لیکن ثریا جلی کٹی بیٹھی رہی۔ اس کی نئی سہیلی متحیرانہ انداز میں اس سنجیدہ احمق کو گھور رہی تھی۔

” تم کہتی ہو تو میں پکچر چلنے کو تیار ہوں۔“ عمران نے کہا۔ ”لیکن واپسی پر مجھے یاد دلانا کہ میرے سینے پر ایک کاغذ پن کیا ہوا ہے۔“

”تو کیا یہ اسی طرح لگا رہے گا۔“ جمیلہ نے پوچھا۔

”اور کیا۔“

”میں تو ہرگز نہ جاؤں گی۔“ ثریا نے کہا۔

”نہیں عمران بھائی کے بغیر مزہ نہ آئے گا۔“ جمیلہ نے کہا۔

”جیو!“ عمران خوش ہو کر بولا۔ ”میرا دل چاہتا ہے کہ تمہیں ثریا سے بدل لوں! کاش تم میری بہن ہوتیں۔ یہ نک چڑھی ثریا مجھے بالکل اچھی نہیں لگتی۔“

”آپ خود نک چڑھے! آپ مجھے کب اچھے لگتے ہیں۔“ ثریا بگڑ کر بولی۔

”دیکھ رہی ہو، یہ میری چھوٹی بہن ہے!“

”میں بتاؤں!“ جمیلہ سنجیدگی سے بولی!” آپ یہ کاغذ نکال کر جیب میں رکھ لیجئے میں یاد دلا دوں گی۔“

”اور اگر بھول گئیں تو.... ویسے تو کوئی راہ گیر ہی اسے دیکھ کر مجھے یاد دلا دے گا۔“

”میں وعدہ کرتی ہوں!“

عمران نے کاغذ نکال کر جیب میں رکھ لیا.... ثریا کچھ کھنچی کھنچی سی نظر آنے لگی تھی۔

وہ جیسے ہی باہر نکلے ایک موٹر سائیکل پورٹیکو میں آکر رکی جس پر ایک باوقار اور بھاری بھر کم آدمی بیٹھا ہوا تھا۔

”ہیلو! سوپر فیاض!“ عمران دونوں ہاتھ بڑھا کر چیخا۔

” ہیلو! عمران.... مائی لیڈ--تم کہیں جا رہے ہو۔“ موٹر سائیکل سوار بولا۔ پھر لڑکیوں کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔ ”اوہ معاف کیجئے گا.... لیکن یہ کام ضروری ہے! عمران جلدی کرو۔“

عمران اچھل کر کیریئر پر بیٹھ گیا اور موٹر سائیکل فراٹے بھرتی ہوئی پھاٹک سے گذر گئی۔

”دیکھا تم نے۔“ ثریا اپنا نچلا ہونٹ چبا کر بولی۔

”یہ کون تھا--!“ جمیلہ نے پوچھا۔

”محکمہ سراغرسانی کا سپرنٹنڈنٹ فیاض.... مگر ایک بات میری سمجھ نہیں آسکی کہ اسے بھائی جان جیسے خبطی آدمی سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ یہ اکثر انہیں اپنے ساتھ لے جایا کرتا ہے۔“

”عمران بھائی دلچسپ آدمی ہیں!“ جمیلہ نے کہا۔ ”بھئی کم از کم مجھے تو ان کی موجودگی میں بڑا لطف آتا ہے۔“

”ایک پاگل دوسرے پاگل کو عقل مند ہی سمجھتا ہے!“ ثریا منہ بگاڑ کر بولی۔

”مگر مجھے تو پاگل نہیں معلوم ہوتے۔“ ثریا کی نئی سہیلی نے کہا۔

اور اس نے قریب قریب ٹھیک ہی بات کہی تھی۔ عمران صورت سے خبطی نہیں معلوم ہوتا تھا۔ خاصا خوشرو اور دلکش نوجوان تھا عمر ستائیس کے لگ بھگ رہی ہوگی! خوش سلیقہ اور صفائی پسند تھا۔ تندرستی اچھی اور جسم ورزشی تھا۔ مقامی یونیورسٹی سے ایم ایس سی کی ڈگری لے کر انگلینڈ چلا گیا تھا اور وہاں سے سائنس میں ڈاکٹریٹ لے کر واپس آیا تھا اس کا باپ رحمان محکمہ سراغرسانی میں ڈائریکٹر جنرل تھا۔ انگلینڈ سے واپسی پر اس کے باپ نے کوشش کی تھی کہ اسے کوئی اچھا سا عہدہ دلا دے لیکن عمران نے پرواہ نہ کی۔

کبھی وہ کہتا کہ میں سائنسی آلات کی تجارت کروں گا! کبھی کہتا کہ اپنا ذاتی انسٹی ٹیوٹ قائم کر کے سائنس کی خدمت کروں گا.... بہرحال کبھی کچھ اور کبھی کچھ! گھر بھر اس سے نالاں تھا اور انگلینڈ سے واپسی کے بعد تو اچھا خاصا احمق ہو گیا تھا۔ اتنا احمق کہ گھر کے نوکر تک اسے الو بنایا کرتے تھے۔ اسے اچھی طرح لوٹتے اس کی جیب سے دس دس روپے کے نوٹ غائب کر دیتے اور اسے پتہ تک نہ چلتا۔

باپ تو اس کی صورت تک دیکھنے کا بھی روادار نہیں تھا صرف ماں ایسی تھی جس کی بدولت وہ اس کوٹھی میں مقیم تھا۔ ورنہ کبھی کا نکال دیا گیا ہوتا--اکلوتا لڑکا ہونے کے باوجود بھی رحمٰن صاحب اس سے عاجز آگئے تھے!

”پاگل وہ اسی وقت نہیں معلوم ہوتے جب خاموش ہوں۔“ ثریا بولی۔ ”دو چار گھنٹے بھی اگر ان حضرت کے ساتھ رہنا پڑے تو پتہ چلے۔“

"کیا کاٹنے دوڑتے ہیں۔" جمیلہ نے مسکرا کر کہا۔

"اگر ان میں اسی طرح دلچسپی لیتی رہیں تو کسی دن معلوم ہو جائے گا۔" ثریا منہ سکوڑ کر بولی۔

۲

کیپٹن فیاض کی موٹر سائیکل فراٹے بھر رہی تھی اور عمران کیریئر پر بیٹھا بڑبڑاتا جا رہا تھا۔

"شلوار کا لٹھا۔ بوسکی کی قمیض.... شلوار کا بوسکا.... لٹھی.... کیا تھا لاحول ولا قوۃ بھول گیا رکو۔ یار.... رکو.... شاید...."

فیاض نے موٹر سائیکل روک دی۔

"بھول گیا!" عمران بولا۔

"کیا بھول گئے۔"

"کچھ غلطی ہو گئی۔"

"کیا غلطی ہو گئی۔" فیاض جھنجھلا کر بولا۔ "یار کم از کم مجھے تو الو نہ بنایا کرو۔"

"شاید میں غلط بیٹھا ہوا ہوں۔" عمران کیریئر سے اترتا ہوا بولا۔

"جلدی ہے یار!" فیاض نے گردن جھٹک کر کہا۔

عمران اس کی پیٹھ سے پیٹھ ملائے ہوئے دوسری طرف منہ کر کے بیٹھ گیا۔

"یہ کیا؟" فیاض نے حیرت سے کہا....

"بس چلو ٹھیک ہے۔"

"خدا کی قسم تنگ کر ڈالتے ہو۔" فیاض اکتا کر بولا۔

"کون سی مصیبت آ گئی!" عمران بھی جھنجھلانے لگا۔

"مجھے بھی تماشا بناؤ گے۔ سیدھے بیٹھو نا!"

"تو کیا میں سر کے بل بیٹھا ہوا ہوں!"

"مان جاؤ پیارے!" فیاض خوشامدانہ لہجے میں بولا۔ "لوگ ہنسیں گے ہم پر!"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔"

"منہ کے بل گرو گے سڑک پر!"

"اگر تقدیر میں یہی ہے! تو بندہ بے بس و ناچار۔" عمران نے درویشانہ انداز میں کہا۔

"خدا سمجھے تم سے۔" فیاض نے دانت پیس کر موٹر سائیکل اسٹارٹ کر دی اس کا منہ مغرب کی طرف تھا اور عمران کا مشرق کی طرف! اور عمران اس طرح آگے کی طرف جھکا ہوا تھا جیسے وہ خود ہی موٹر سائیکل ڈرائیو کر رہا ہو! راہ گیر انہیں دیکھ دیکھ کر ہنس رہے تھے۔

"دیکھا! یاد آ گیا نا!" عمران چہک کر بولا شلوار کا لٹھا اور قمیض کی بوسکی.... میں پہلے ہی کہہ رہا تھا کہ کوئی غلطی ہو گئی ہے۔"

"عمران! تم مجھے احمق کیوں سمجھتے ہو!" فیاض نے جھنجھلا کر کہا۔ "کم از کم میرے سامنے تو اس خبطی پن سے باز آ جایا کرو۔"

"تم خود ہو گے خبطی!" عمران برا مان کر بولا۔

"آخر اس ڈھونگ سے کیا فائدہ۔"

"ڈھونگ! ارے کمال کر دیا۔ اف فوہ! اس لفظ ڈھونگ پر مجھے وہ بات یاد آئی ہے جسے اب سے ایک سال پہلے یاد آنا چاہئے تھا۔"

فیاض کچھ نہ بولا۔ موٹر سائیکل ہوا سے باتیں کرتی رہی۔

"ہائیں!" عمران تھوڑی دیر بعد بولا۔ "یہ موٹر سائیکل پیچھے کی طرف کیوں بھاگ رہی ہے۔ ارے اس کا ہینڈل کیا ہوا.... پھر اس نے بے تحاشہ چیخنا شروع کر دیا۔ "ہٹو.... بچو.... میں پیچھے کی طرف نہیں دیکھ سکتا۔"

فیاض نے موٹر سائیکل روک دی! اور جھینپے ہوئے انداز میں راہ گیروں کی طرف دیکھنے لگا۔

"شکر ہے خدا کا کہ خود بخود رک گئی!" عمران اترتا ہوا بڑبڑایا.... پھر جلدی سے بولا۔

"لاحول ولا قوۃ اس کا ہینڈل پیچھے ہے! اب موٹر سائیکلیں بھی الٹی بننے لگیں۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟ کیوں تنگ کر رہے ہو؟" فیاض نے بے بسی سے کہا۔

"تنگ تم کر رہے ہو یا میں!.... الٹی موٹر سائیکل پر لئے پھرتے ہو! اگر کوئی ایکسیڈنٹ ہو جائے تو!"

"چلو بیٹھو۔" فیاض اسے کھینچتا ہوا بولا۔

موٹر سائیکل پھر چل پڑی۔

"اب تو ٹھیک چل رہی ہے۔" عمران بڑبڑایا۔

موٹر سائیکل شہر سے نکل کر ویرانے کی طرف جا رہی تھی اور عمران نے ابھی تک فیاض سے یہ بھی پوچھنے کی زحمت گوارا نہیں کی تھی کہ وہ اسے کہاں لے جا رہا ہے۔

"آج مجھے پھر تمہاری مدد کی ضرورت محسوس ہوئی ہے!" فیاض بولا۔

"لیکن میں آج کل بالکل مفلس ہوں۔" عمران نے کہا۔

"اچھا! تو کیا میں تم سے ادھار مانگنے جا رہا تھا؟"

"پتہ نہیں۔ میں یہی سمجھ رہا تھا! ارے باپ رے پھر بھول گیا!.... لٹھ مار کا.... پائجامہ.... اور قمیض.... لاحول ولا قوۃ.... بوسکا...."

"پلیز شٹ اپ.... عمران.... یو فول!" فیاض جھنجھلا اٹھا۔

"عمران...." کیپٹن فیاض نے ٹھنڈی سانس لے کر پھر اسے مخاطب کیا۔

"اوں.... ہا۔"

"تم آخر دوسروں کو بیوقوف کیوں سمجھتے ہو۔"

"کیونکہ.... ہا.... ارے باپ یہ جھٹکے.... یار ذرا چکنی زمین پر چلاؤ!"

"میں کہتا ہوں کہ اب یہ ساری حماقتیں ختم کر کے کوئی ڈھنگ کا کام کرو۔"

"ڈھنگ.... لو یار.... اس ڈھنگ پر بھی کوئی بات یاد آنے کی کوشش کر رہی ہے۔"

"جہنم میں جاؤ۔" فیاض جھلا کر بولا۔

"اچھا۔" عمران نے بڑی سعادت مندی سے گردن ہلائی۔

موٹر سائیکل ایک کافی طویل و عریض عمارت کے سامنے رک گئی! جس کے پھاٹک پر تین چار باوردی کانسٹیبل نظر آرہے تھے۔

"اب اترو بھی۔" فیاض نے کہا۔

"میں سمجھا شائد اب تم مجھے ہینڈل پر بٹھاؤ گے۔" عمران اترتا ہوا بولا۔

وہ اس وقت ایک دیہی علاقہ میں کھڑے ہوئے تھے جو شہر سے زیادہ دور نہ تھا یہاں بس یہی ایک عمارت اتنی بڑی تھی ورنہ یہ بستی معمولی قسم کے کچے پکے مکانوں پر مشتمل تھی! اس عمارت کی بناوٹ طرز قدیم سے تعلق رکھتی تھی! چاروں طرف سرخ رنگ کی لکھوری اینٹوں کی کافی بلند دیواریں تھیں اور سامنے ایک بہت بڑا پھاٹک تھا جو غالباً صدر دروازے کے طور پر استعمال کیا جاتا رہا ہوگا۔

کیپٹن فیاض عمران کا ہاتھ پکڑے ہوئے عمارت میں داخل ہوگیا.... اب بھی عمران نے اس سے یہ نہ پوچھا کہ وہ اسے کہاں اور کس مقصد کے تحت لایا ہے۔

دونوں ایک طویل دالان سے گذرتے ہوئے ایک کمرے میں آئے اچانک عمران نے اپنی آنکھوں پر دونوں ہاتھ رکھ لئے اور منہ پھیر کر کھڑا ہوگیا۔ اس نے ایک لاش دیکھ لی تھی جو فرش پر اوندھی پڑی تھی اور اس کے گرد خون پھیلا ہوا تھا۔

"اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ط!" وہ کپکپاتی آواز میں بڑبڑا رہا تھا۔

"خدا اس کے متعلقین کو جوارِ رحمت میں جگہ دے اور اسے صبر کی توفیق عطا فرمائے۔"

"میں تمہیں دعائے خیر کرنے کے لئے نہیں لایا۔" فیاض جھنجھلا کر بولا۔

"تجہیز و تکفین کے لئے چندہ وہاں بھی مانگ سکتے تھے آخر اتنی دور کیوں گھسیٹ لائے۔"

"یار عمران خدا کے لئے بور نہ کرو! میں تمہیں اپنا ایک بہترین دوست سمجھتا ہوں۔" فیاض کہا۔

"میں بھی یہی سمجھتا ہوں۔ مگر پیارے پانچ روپے سے زیادہ نہ دے سکوں گا۔ ابھی .... لٹھی کا بوسکا خریدنا ہے!.... کیا لٹھی.... لو یار پھر بھول گیا! کیا مصیبت ہے۔"

فیاض چند لمحے کھڑا اسے گھورتا رہا پھر بولا۔

"یہ عمارت پچھلے پانچ برسوں سے بند رہی ہے۔ کیا ایسی حالت میں یہاں ایک لاش کی ودگی حیرت انگیز نہیں ہے۔"

"بالکل نہیں۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اگر یہ لاش کسی امرود کے درخت پر پائی جاتی تو میں عجوبہ تسلیم کر لیتا۔"

"یار تھوڑی دیر کے لئے سنجیدہ ہو جاؤ۔"

"میں شروع ہی سے رنجیدہ ہوں۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کہا۔

"رنجیدہ نہیں سنجیدہ!" فیاض پھر جھنجھلا گیا۔

عمران خاموشی سے لاش کی طرف دیکھ رہا تھا.... وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔ "تین زخم۔"

فیاض اسے موڈ میں آتے دیکھ کر کچھ مسرور سا نظر آنے لگا۔

"پہلے پوری بات سن لو!" فیاض نے اسے مخاطب کیا۔

"ٹھہرو۔" عمران جھکتا ہوا بولا۔ وہ تھوڑی دیر تک زخموں کو غور سے دیکھتا رہا پھر سر اٹھا کر "پوری بات سنانے سے پہلے یہ بتاؤ کہ اس لاش کے متعلق تم کیا بتا سکتے ہو۔"

"آج بارہ بجے دن کو یہ دیکھی گئی!" فیاض نے کہا۔

"اونہہ! میں زیادہ عقل مندانہ جواب نہیں چاہتا۔" عمران ناک سکوڑ کر بولا۔

"میں یہ جانتا ہوں کہ کسی نے اس پر تین وار کئے ہیں۔"

"اور کچھ!" عمران اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"اور کیا؟" فیاض بولا۔

"مگر.... شیخ چلی دوئم.... یعنی علی عمران ایم ایس-سی۔ پی-ایچ-ڈی کا خیال کچھ اور ہے۔"

"کیا؟"

"سن کر مجھے الو سہی احمق بٹادو سمجھنے لگو گے۔"

"ارے یار کچھ بتاؤ بھی تو سہی۔"

"اچھا سنو! قاتل نے پہلا وار کیا!.... پھر پہلے زخم سے پانچ پانچ انچ کا فاصلہ ناپ کر دوسرا اور اوار کیا اور اس بات کا خاص خیال رکھا کہ زخم بالکل سیدھ میں رہیں۔ نہ ایک سوت ادھر نہ سوت ادھر۔"

"کیا بکتے ہو!" فیاض بڑبڑایا۔

"ناپ کر دیکھ لو میری جان! اگر غلط نکلے تو میرا قلم سر کر دینا.... آں.... شائد میں غلط بول گیا.... میرے قلم پہ سر رکھ دینا...." عمران نے کہا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا اس نے ایک طرف پڑا ہوا ایک تنکا اٹھایا اور پھر جھک کر زخموں کا درمیانی فاصلہ ناپنے لگا! فیاض اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

"لو" عمران اسے تنکا پکڑاتا ہوا بولا۔ "اگر یہ تنکا پانچ انچ کا نہ نکلے تو کسی کی ڈاڑھی تلاش کرنا۔

"مگر اس کا مطلب!" فیاض کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"اس کا مطلب یہ کہ قاتل و مقتول دراصل عاشق و معشوق تھے۔"

"عمران پیارے، ذرا سنجیدگی سے۔"

"یہ تنکا بتاتا ہے کہ یہی بات ہے۔" عمران نے کہا۔ "اور اردو کے پرانے شعراء کا بھی یہی خیال ہے۔ کسی کا بھی دیوان اٹھا کر دیکھ لو! دو چار شعر اس قسم کے ضرور مل جائیں گے جن سے میرے خیال کی تائید ہو جائے گی۔ چلو ایک شعر سن ہی لو۔

موج آئے نہ کلائی میں کہیں
سخت جاں ہم بھی بہت پیارے

"مت بکواس کرو۔ اگر میری مدد نہیں کرنا چاہتے تو صاف صاف کہہ دو۔" فیاض بگڑ کر بولا۔

"فاصلہ تم نے ناپ لیا! اب تم ہی بتاؤ کہ کیا بات ہو سکتی ہے" عمران نے کہا۔

فیاض کچھ نہ بولا۔

"ذرا سوچو تو۔" عمران پھر بولا۔ "ایک عاشق ہی اردو شاعری کے مطابق اپنے محبوب کو اس بات کی اجازت دے سکتا ہے کہ وہ جس طرح چاہے اسے قتل کرے۔ قیمہ بنا کر رکھ دے یا ناپ ناپ کر سلیقے سے زخم لگائے یہ زخم بدحواسی کا نتیجہ بھی نہیں۔ لاش کی حالت بھی یہ نہیں بتاتی کہ مرنے سے پہلے مقتول کو کسی سے جدوجہد کرنی پڑی ہو۔ بس ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے چپ چاپ لیٹ کر اس نے کہا جو مزاج یار میں آئے...."

"پرانی شاعری اور حقیقت میں کیا لگاؤ ہے؟" فیاض نے پوچھا۔

"پتہ نہیں۔" عمران پر خیال انداز میں سر ہلا کر بولا۔ "ویسے اب تم پوری غزل سنا سکتے ہو۔ مقطع میں عرض کر دوں گا۔"

فیاض تھوڑی دیر خاموش رہا پھر بولا۔ "یہ عمارت تقریباً پانچ سال سے خالی رہی ہے!.... ویسے ہر جمعرات کو صرف چند گھنٹوں کیلئے اسے کھولا جاتا ہے"

"کیوں؟"

"یہاں دراصل ایک قبر ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ وہ کسی شہید کی ہے چنانچہ ہر جمعرات کو ایک شخص اسے کھول کر قبر کی جاروب کشی کرتا ہے۔"

"چڑھاوے وغیرہ چڑھتے ہوں گے۔" عمران نے پوچھا۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ جس لوگوں کا یہ مکان ہے وہ شہر میں رہتے ہیں اور ان سے میرے قریبی تعلقات ہیں انہوں نے ایک آدمی اسی لئے رکھ چھوڑا ہے کہ وہ ہر جمعرات کو قبر کی دیکھ بھال کر لیا کرے!.... یہاں معتقدین کی بھیڑ نہیں ہوتی۔ بہرحال آج دوپہر کو جب وہ یہاں آیا تو اس نے یہ لاش دیکھی۔"

"تالا بند تھا؟" عمران نے پوچھا۔

"ہاں۔ اور وہ یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ کنجی ایک لمحے کیلئے بھی نہیں کھوئی اور پھر یہاں اس قسم کے نشانات نہیں مل سکے جن کی بناء پر کہا جا سکتا کہ کوئی دیوار پھلانگ کر اندر آیا ہو۔"

"تو پھر یہ لاش آسمان سے ٹپکی ہو گی!" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔ "بہتر تو یہ ہے کہ تم اسی شہید کی مدد طلب کرو جس کی قبر...."

"پھر بہکنے لگے!" فیاض بولا۔

"اس عمارت کے مالک کون ہیں اور کیسے ہیں!" عمران نے پوچھا۔

"وہی میرے پڑوس والے جج صاحب۔" فیاض بولا۔

"ہائے وہی جج صاحب!" عمران اپنے سینے پر ہاتھ مار کر ہونٹ چاٹنے لگا۔

"ہاں وہی.... یار سنجیدگی سے.... خدا کے لئے۔"

"تب میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔" عمران مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔

"کیوں"

"تم نے میری مدد نہیں کی؟"

"میں نے۔" فیاض نے حیرت سے کہا۔ "میں نہیں سمجھا۔"

"خود غرض ہو نا۔ بھلا تم میرے کام کیوں آنے لگے۔"

"ارے تو بتاؤ نا۔ میں واقعی نہیں سمجھا۔"

"کب سے کہہ رہا ہوں کہ اپنے پڑوسی جج صاحب کی لڑکی سے میری شادی کرا دو۔"

"مت بکو -- ہر وقت بے تکی باتیں۔"

"میں سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں۔" عمران نے کہا۔

"اگر سنجیدگی سے کہہ رہے ہو تو شائد تم اندھے ہو۔"

"کیوں۔"

"اس لڑکی کی ایک آنکھ نہیں ہے۔"

"اس لئے تو میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ وہ مجھے اور میرے کتوں کو ایک نظر سے دیکھے گی۔"

"یار خدا کے لئے سنجیدہ ہو جاؤ!"

"پہلے تم وعدہ کرو۔" عمران بولا۔

"اچھا بابا میں ان سے کہوں گا۔"

"بہت بہت شکریہ! مجھے سچ مچ اس لڑکی سے کچھ ہو گیا ہے.... کیا کہتے ہیں اسے.... لو یار بھول گیا... حالانکہ کچھ دیر پہلے اسی کا تذکرہ تھا۔"

"چلو چھوڑو کام کی باتیں کرو۔"

"نہیں اسے یاد ہی آجانے دو۔ ورنہ مجھ پر ہسٹیریا کا دورہ پڑ جائے گا۔"

"عشق۔" فیاض منہ بنا کر بولا۔

"جیو! شاباش!" عمران نے اسکی پیٹھ ٹھونکتے ہوئے کہا۔ "خدا تمہاری مادہ کو سلامت رکھے۔ اچھا اب یہ بتاؤ کہ لاش کی شناخت ہو گئی یا نہیں۔"

"نہیں! نہ تو وہ اس علاقہ کا باشندہ ہے اور نہ جج صاحب کے خاندان والے اس سے واقف ہیں۔"

"یعنی کسی نے اسے پہچانا نہیں۔"

"نہیں!"

"اس کے پاس کوئی ایسی چیز ملی یا نہیں جس سے اس کی شخصیت پر روشنی پڑ سکے۔"

"کوئی نہیں... مگر ٹھہرو!" فیاض ایک میز کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ واپسی پر اس کے ہاتھ میں چمڑے کا تھیلا تھا۔

"یہ تھیلا ہمیں لاش کے قریب پڑا ملا تھا۔" فیاض نے کہا۔

عمران تھیلا اس کے ہاتھ سے لے کر اندر کی چیزوں کا جائزہ لینے لگا۔

"کسی بڑھئی کے اوزار۔" اس نے کہا۔ "اگر یہ مقتول ہی کے ہیں تو.... ویسے اس شخص کی ظاہری حالت اچھی نہیں... لیکن پھر بھی یہ بڑھئی نہیں معلوم ہوتا....!"

"کیوں!"

"اس کے ہاتھ بڑے ملائم ہیں اور .... ہتھیلیوں میں کھردرا پن نہیں ہے۔ یہ ہاتھ تو کسی مصور یا رنگساز ہی کے ہو سکتے ہیں۔" عمران بولا۔

"ابھی تک تم نے کوئی کام کی بات نہیں بتائی۔" فیاض نے کہا۔

"ایک احمق آدمی سے اس سے زیادہ کی توقع رکھنا عقلمندی نہیں۔" عمران ہنس کر بولا۔

"اس کے زخموں نے مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے۔" فیاض نے کہا

"اگر تم نے میرے زخموں پر مرہم رکھا... تو میں ان زخموں کو بھی دیکھ لوں گا۔"

"کیا مطلب۔"

"جج صاحب کی لڑکی!" عمران اس طرح بولا جیسے اسے کچھ یاد آگیا ہو! "اس مکان کی ایک کنجی جج صاحب کے پاس ضرور رہتی ہوگی۔"

"ہاں ایک ان کے پاس بھی ہے۔"

"ہے یا تھی۔"

"یہ تو میں نے نہیں پوچھا!"

"خیر پھر پوچھ لینا۔ اب لاش کو اٹھواؤ... پوسٹ مارٹم کے سلسلے میں زخموں کی گہرائیوں کا خاص خیال رکھا جائے۔"

"کیوں؟"

"اگر زخموں کی گہرائیاں بھی ایک دوسری کے برابر ہوئیں تو سمجھ لینا کہ یہ شہید مرد صاحب کی حرکت ہے۔"

"کیوں فضول بکواس کر رہے ہو۔"

"جو کہہ رہا ہوں.... اس پر عمل کرنے کا ارادہ ہو تو علی عمران ایم-ایس-سی، پی-ایچ-ڈی کی خدمات حاصل کرنا۔ ورنہ کوئی.... کیا نہیں.... ذرا بتاؤ تو میں کون سا لفظ بھول رہا ہوں۔"

"ضرورت!" فیاض برا سا منہ بنا کر بولا۔

"جیتے رہو.... ورنہ کوئی ضرورت نہیں۔"

"تمہاری ہدایت پر عمل کیا جائے گا!.... اور کچھ!"

"اور یہ کہ میں پوری عمارت دیکھنا چاہتا ہوں۔" عمران نے کہا۔

پوری عمارت کا چکر لگا لینے کے بعد وہ پھر اسی کمرے میں لوٹ آئے۔

"ہاں بھئی جج صاحب سے ذرا یہ بھی پوچھ لینا کہ انہوں نے صرف اسی کمرے کی ہیئت بدلنے کی کوشش کیوں کر ڈالی ہے جبکہ پوری عمارت اسی پرانے ڈھنگ پر رہنے دی گئی ہے.... کہیں بھی دیوار پر پلاسٹر نہیں دکھائی دیا.... لیکن یہاں ہے...."

"پوچھ لوں گا۔"

"اور کنجی کے متعلق بھی پوچھ لینا!.... اور .... اگر وہ محبوبہ یک چشم مل جائے تو اس سے کہنا کہ تیرے نیم کش کو کوئی میرے دل سے پوچھے!.... شائد غالب کی محبوبہ بھی ایک ہی آنکھ رکھتی تھی.... کیونکہ تیر نیم کش اکلوتی ہی آنکھ کا ہو سکتا ہے!"

"تو اس وقت اور کچھ نہیں بتاؤ گے۔" فیاض نے کہا۔

"یار بڑے احسان فروش ہو.... فروش.... شائد میں پھر بھول گیا کہ کونسا لفظ ہے۔"

"فراموش!"

"جیو۔ ہاں تو بڑے احسان فراموش ہو۔ اتنی دیر سے بکواس کر رہا ہوں اور تم کہتے ہو کچھ بتایا ہی نہیں۔"

۳

دوسرے دن کیپٹن فیاض نے عمران کو اپنے گھر میں مدعو کیا۔ حالانکہ کئی بار کے تجربات نے یہ بات ثابت کر دی تھی کہ عمران وہ نہیں ہے جو ظاہر کرتا ہے نہ وہ احمق ہے اور نہ خبطی! لیکن پھر بھی فیاض نے اسے موڈ میں لانے کے لئے جج صاحب کی کانی لڑکی کو بھی مدعو کر لیا تھا! حالانکہ وہ عمران کی اس افتادِ طبع کو بھی مذاق ہی سمجھتا تھا لیکن پھر بھی اس نے سوچا کہ تھوڑی تفریح ہی رہے گی۔ فیاض کی بیوی بھی عمران سے اچھی طرح واقف تھی اور جب فیاض نے اسے اس کے "عشق" کی داستان سنائی تو ہنستے ہنستے اس کا برا حال ہو گیا۔

فیاض اس وقت اپنے ڈرائنگ روم میں بیٹھا عمران کا انتظار کر رہا تھا۔ اس کی بیوی اور جج صاحب کی یک چشم لڑکی رابعہ بھی موجود تھیں۔

"ابھی تک نہیں آئے، عمران صاحب!" فیاض کی بیوی نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا وقت ہے۔" فیاض نے پوچھا۔

"ساڑھے سات!"

"بس دو منٹ بعد وہ اس کمرے میں ہو گا۔" فیاض مسکرا کر بولا۔

"کیوں۔ یہ کیسے؟"

"بس اس کی ہر بات عجیب ہوتی ہے! وہ اسی قسم کے اوقات مقرر کرتا ہے۔ اس نے سات بج کر بتیس منٹ پر آنے کا وعدہ کیا تھا۔ لہٰذا میرا خیال ہے کہ وہ اس وقت ہمارے بنگلے کے قریب ہی کھڑا اپنی گھڑی دیکھ رہا ہو گا۔"

"عجیب آدمی معلوم ہوتے ہیں۔" رابعہ نے کہا۔

"عجیب ترین کہئے! انگلینڈ سے سائنس میں ڈاکٹریٹ لے کر آیا ہے۔ لیکن اس کی حرکات.... وہ ابھی دیکھ لیں گی۔ اس صدی کا سب سے عجیب آدمی.... لیجئے شائد وہی ہے۔"

دروازے پر دستک ہوئی۔

فیاض اٹھ کر آگے بڑھا!.... دوسرے لمحے میں عمران ڈرائنگ روم میں داخل ہو رہا تھا۔

عورتوں کو دیکھ کر وہ قدرے جھکا اور پھر فیاض سے مصافحہ کرنے لگا۔

"غالباً مجھے سب سے پہلے یہ کہنا چاہئے کہ آج موسم بڑا خوشگوار رہا۔" عمران بیٹھتا ہوا بولا۔

فیاض کی بیوی ہنسنے لگی اور رابعہ نے جلدی سے تاریک شیشوں والی عینک لگا لی۔

"آپ سے ملئے، آپ مس رابعہ سلیم ہیں۔ ہمارے پڑوسی جج صاحب کی صاحبزادی اور آپ مسٹر علی عمران میرے محکمہ کے ڈائریکٹر جنرل رحمان صاحب کے صاحبزادے۔"

"بڑی خوشی ہوئی۔" عمران مسکرا کر بولا پھر فیاض سے کہنے لگا "تم ہمیشہ گفتگو میں غیر ضروری الفاظ ٹھونستے رہتے ہو۔ جو بہت گراں گذرتے ہیں.... رحمان صاحب کے صاحبزادے! دونوں صاحبوں کا ٹکراؤ برا لگتا ہے۔ اس کے بجائے رحمان صاحب کے زادے.... یا صرف رحمان زادے کہہ سکتے ہیں۔"

"میں لٹریری آدمی نہیں ہوں۔" فیاض مسکرا کر بولا۔

دونوں خواتین بھی مسکرا رہی تھیں۔ پھر رابعہ نے جھک کر فیاض کی بیوی سے کچھ کہا اور وہ دونوں اٹھ کر ڈرائنگ روم سے چلی گئیں۔

"بہت برا ہوا۔" عمران برا سا منہ بنا کر بولا۔

"کیا؟ شائد وہ باورچی خانے کی طرف گئی ہیں؟" فیاض نے کہا۔ "باورچی کی مدد کے لئے آج کوئی نہیں ہے۔"

"تو کیا تم نے اسے بھی مدعو کیا ہے۔"

"ہاں بھئی کیوں نہ کرتا میں نے سوچا کہ اس بہانے سے تمہاری ملاقات بھی ہو جائے۔"

"مگر مجھے بڑی کوفت ہو رہی ہے۔" عمران نے کہا۔

"کیوں؟"

"آخر اس نے دھوپ کا چشمہ کیوں لگایا ہے۔"

"اپنا نقص چھپانے کے لئے۔"

"سنو میاں! دو آنکھوں والیاں مجھے بہتیری مل جائیں گی۔ یہاں تو معاملہ صرف اس آنکھ کا ہے۔ ہائے کیا چیز ہے.... کسی طرح اس کا چشمہ اترواؤ۔ ورنہ میں کھانا کھائے بغیر واپس چلا جاؤں گا۔"

"مت بکو۔"

"میں چلا!" عمران اٹھتا ہوا بولا۔

"عجیب آدمی ہو.... بیٹھو!" فیاض نے اسے دوبارہ بٹھا دیا۔

"چشمہ اترواؤ، میں اس کا قائل نہیں کہ محبوب سامنے ہو اور اچھی طرح دیدار بھی نصیب نہ ہو۔"

"ذرا آہستہ بولو۔" فیاض نے کہا۔

"میں تو ابھی اس سے کہوں گا۔"

"کیا کہو گے۔" فیاض بوکھلا کر بولا۔

"یہی جو تم سے کہہ رہا ہوں۔"

"یار خدا کے لئے....."

"کیا برائی ہے.... اس میں۔"

"میں نے سخت غلطی کی۔" فیاض بڑبڑایا۔

"واہ.... غلطی تم کرو اور بھگتوں میں! نہیں فیاض صاحب! میں اس سے کہوں گا کہ براہ کرم چشمہ اتار دیجئے۔ مجھے آپ سے مرمت ہو گئی ہے.... مرمت.... مرمت.... شائد میں نے غلط لفظ استعمال کیا ہے۔ بولو بھئی.... کیا ہونا چاہئے۔"

"محبت...." فیاض برا سامنہ بنا کر بولا۔

"جیو! محبت ہو گئی ہے.... تو وہ اس پر کیا کہے گی۔"

"چانٹا مار دے گی۔" فیاض جھنجھلا کر بولا۔

"فکر نہ کرو میں چانٹے کو چانٹے پر روک لینے کے آرٹ سے بخوبی واقف ہوں طریقہ وہی ہوتا ہے جو تلوار پر تلوار روکنے کا ہوا کرتا تھا۔"

"یار خدا کے لئے کوئی حماقت نہ کر بیٹھنا!"

"عقل مندی کی بات کرنا ایک احمق کی کھلی ہوئی توہین ہے اب بلاؤنا.... دل کی جو حالت ہے بیان کر بھی سکتا ہوں اور نہیں بھی کر سکتا.... وہ کیا ہوتا ہے جدائی میں.... بولو نا یار کون سا لفظ ہے۔"

"میں نہیں جانتا۔" فیاض جھنجھلا کر بولا۔

"خیر ہوتا ہو گا کچھ.... ڈکشنری میں دیکھ لوں گا.... ویسے میرا دل دھڑک رہا ہے ہاتھ کانپ رہے ہیں لیکن ہم دونوں کے درمیان دھوپ کا چشمہ حائل ہے۔ میں اسے نہیں برداشت کر سکتا۔"

چند لمحے خاموشی رہی! عمران میز پر رکھے ہوئے گلدان کو اس طرح گھور رہا تھا جیسے اس نے اسے کوئی سخت بات کہہ دی ہو۔

"آج کچھ نئی باتیں معلوم ہوئی ہیں۔" فیاض نے کہا۔

"ضرور معلوم ہوئی ہوں گی۔" عمران احمقوں کی طرح سر ہلا کر بولا۔

"مگر نہیں! پہلے میں تمہیں ان زخموں کے متعلق بتاؤں۔ تمہارا خیال درست نکلا۔ زخموں کی گہرائیاں بالکل برابر ہیں۔"

"کیا تم خواب دیکھ رہے ہو۔" عمران نے کہا۔

"کیوں؟"

"کن زخموں کی باتیں کر رہے ہو؟"

"دیکھو عمران میں احمق نہیں ہوں۔"

"پتہ نہیں جب تک تین گواہ نہ پیش کرو یقین نہیں آ سکتا۔"

"کیا تم کل والی لاش بھول گئے۔"

"لاش--ار.... ہاں یاد آ گیا۔ اور وہ تین زخم برابر نکلے.... ہا...."

"اب کیا کہتے ہو۔" فیاض نے پوچھا۔

"سنگ و آہن بے نیازِ غم نہیں--دیکھ ہر دیوار و در سے سر نہ مار۔" عمران نے گنگنا کر تان ماری اور میز پر طبلہ بجانے لگا۔

"تم سنجیدہ نہیں ہو سکتے۔" فیاض اکتا کر بے دلی سے بولا۔

"اس کا چشمہ اتروا دینے کا وعدہ کرو تو میں سنجیدگی سے گفتگو کرنے پر تیار ہوں۔"

"کوشش کروں گا بابا! میں نے اسے ناحق مدعو کیا۔"

"دوسری بات یہ کہ کھانے میں کتنی دیر ہے!"

"شائد آدھا گھنٹہ.... وہ ایک نوکر بیمار ہو گیا ہے۔"

"خیر---ہاں جج صاحب سے کیا باتیں ہوئیں؟"

"وہی بتانے جا رہا تھا! کنجی اس کے پاس موجود ہے اور دوسری بات یہ کہ وہ عمارت انہیں اپنے خاندانی ترکے میں نہیں ملی تھی۔"

"پھر" عمران توجہ اور دلچسپی سے سن رہا تھا۔

"وہ دراصل ان کے ایک دوست کی ملکیت تھی اور اس دوست نے ہی اسے خریدا تھا! ان کی دوستی بہت پرانی تھی لیکن فکر معاش نے انہیں ایک دوسرے سے جدا کر دیا۔ آج سے پانچ سال قبل اچانک جج صاحب کو اس کا ایک خط ملا جو اسی عمارت سے لکھا گیا تھا اس نے لکھا تھا کہ اس کی حالت بہت خراب ہے اور شائد وہ زندہ نہ رہ سکے لہٰذا وہ مرنے سے پہلے ان سے بہت اہم بات کہنا چاہتا ہے! تقریباً پندرہ سال بعد جج صاحب کو اس دوست کے متعلق کچھ معلوم ہوا تھا! ان کا وہاں پہنچنا ضروری تھا بہر حال وہ وقت پر نہ پہنچ سکے ان کے دوست کا انتقال ہو چکا تھا معلوم ہوا کہ وہاں تنہا ہی رہتا تھا.... ہاں تو جج صاحب کو بعد میں معلوم ہوا کہ مرنے والے نے وہ عمارت قانونی طور پر جج صاحب کی طرف منتقل کر دی تھی۔ لیکن یہ نہ معلوم ہو سکا کہ وہ ان سے کیا کہنا چاہتا تھا...."

عمران تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

”ہاں!--اور اس کمرے کے پلاسٹر کے متعلق پوچھا تھا۔“

”جج صاحب نے اس سے لاعلمی ظاہر کی۔ البتہ انہوں نے یہ بتایا کہ ان کے دوست کی موت اسی کمرے میں واقع ہوئی تھی۔“

”قتل۔“ عمران نے پوچھا۔

”نہیں قدرتی موت، گاؤں والوں کے بیان کے مطابق وہ عرصہ سے بیمار تھا۔“

”اس نے اس عمارت کو کس سے خریدا تھا۔“ عمران نے پوچھا۔

”آخر اس سے کیا بحث! تم عمارت کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو۔“

”محبوبہ یک چشم کے والد بزرگوار سے یہ بھی پوچھو۔“

”ذرا آہستہ! عجیب آدمی ہو اگر اس نے سن لیا تو!“

”سننے دو!--ابھی میں اس سے اپنے دل کی حالت بیان کروں گا۔“

”یار عمران خدا کے لئے.... کیسے آدمی ہو تم!“

”فضول باتیں مت کرو۔“ عمران بولا۔ ”ذرا جج صاحب سے وہ کنجی مانگ لاؤ۔“

”اوہ کیا ابھی....!“

”ابھی اور اسی وقت!“

فیاض اٹھ کر چلا گیا! اس کے جاتے ہی وہ دونوں خواتین ڈرائنگ میں داخل ہوئیں۔

”کہاں گئے!“ فیاض کی بیوی نے پوچھا۔

”شراب پینے۔“ عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

”کیا؟“ فیاض کی بیوی منہ پھاڑ کر بولی۔ پھر ہنسنے لگی۔

”کھانا کھانے سے پہلے ہمیشہ تھوڑی سی پیتے ہیں۔“ عمران نے کہا۔

”آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے.... وہ ایک ٹانک ہے۔“

”ٹانک کی خالی بوتل میں شراب رکھنا مشکل نہیں!“

”لڑانا چاہتے ہیں آپ۔“ فیاض کی بیوی ہنس پڑی۔

”کیا آپ کی آنکھوں میں کچھ تکلیف ہے۔“ عمران نے رابعہ کو مخاطب کیا۔

”جی.... جی.... جی نہیں۔“ رابعہ نروس نظر آنے لگی۔

”کچھ نہیں۔“ فیاض کی بیوی جلدی سے بولی۔ ”عادت ہے تیز روشنی برداشت نہیں ہوتی اسی لئے یہ چشمہ....“

”اوہ اچھا!“ عمران بڑبڑایا۔ ”میں ابھی کیا سوچ رہا تھا۔“

”آپ غالباً یہ سوچ رہے تھے کہ فیاض کی بیوی بڑی پھوہڑ ہے۔ ابھی تک کھانا بھی نہیں تیار ہو سکا۔“

”نہیں یہ بات نہیں ہے میرے ساتھ بہت بڑی مصیبت یہ ہے کہ میں بڑی جلدی بھول جاتا ہوں! سوچتے سوچتے بھول جاتا ہوں کہ کیا سوچ رہا تھا۔ ہو سکتا ہے میں ابھی یہ بھول جاؤں کہ آپ کون ہیں اور میں کہاں ہوں؟ میرے گھر والے مجھے ہر وقت ٹوکتے رہتے ہیں۔“

”مجھے معلوم ہے۔“ فیاض کی بیوی مسکرائی۔

”مطلب یہ کہ اگر مجھ سے کوئی حماقت سرزد ہو تو بلا تکلف ٹوک دیجئے گا۔“

ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ فیاض واپس آگیا۔

”کھانے میں کتنی دیر ہے۔“ اس نے اپنی بیوی سے پوچھا۔

”بس ذرا سی۔“

فیاض نے کنجی کا کوئی تذکرہ نہیں کیا اور عمران کے انداز سے بھی ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ بھول ہی گیا ہو کہ اس نے فیاض کو کہاں بھیجا تھا۔

تھوڑی دیر بعد کھانا آگیا۔

کھانے کے دوران میں عمران کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ سب نے دیکھا لیکن کسی نے پوچھا نہیں خود فیاض جو عمران کی رگ رگ سے واقف ہونے کا دعویٰ رکھتا تھا، کچھ نہ سمجھ سکا۔ فیاض کی بیوی اور رابعہ تو بار بار کن انکھیوں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ آنسو کسی طرح رکنے کا نام ہی نہ لیتے تھے۔ خود عمران کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے بھی ان آنسوؤں کا علم نہ ہو۔ آخر فیاض کی بیوی سے ضبط نہ ہو سکا اور وہ پوچھ ہی بیٹھی۔

”کیا کسی چیز میں مرچیں زیادہ ہیں۔“

”جی نہیں-- نہیں تو۔“

”تو پھر یہ آنسو کیوں بہہ رہے ہیں۔“

”آنسو.... کہاں۔“ عمران اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا ”لل.... لاحول ولا قوۃ۔ شائد وہی بات ہو.... مجھے قطعی احساس نہیں ہوا۔“

”کیا بات؟“ فیاض نے پوچھا۔

”دراصل مرغ مسلم دیکھ کر مجھے اپنے ایک عزیز کی موت یاد آگئی تھی۔“

”کیا؟ مرغ مسلم دیکھ کر۔“ فیاض کی بیوی حیرت سے بولی۔

”جی ہاں....“

”بھلا مرغ مسلم دیکھ کر کیوں؟“

"دراصل ذہن میں دوزخ کا تصور تھا! مرغ مسلم دیکھ کر آدمی مسلم کا خیال آگیا۔ میرے ان عزیز کا نام اسلم ہے مسلم پر اسلم آگیا.... پھر ان کی موت کا خیال آیا۔ پھر سوچا کہ اگر وہ دوزخ میں پھینکے گئے تو اسلم مسلم.... معاذ اللہ....!"

"عجیب آدمی ہو۔" فیاض جھنجھلا کر بولا۔

جج صاحب کی لڑکی رابعہ بے تحاشہ ہنس رہی تھی۔

"کب انتقال ہوا ان کا۔" فیاض کی بیوی نے پوچھا۔

"ابھی تو نہیں ہوا۔" عمران نے سادگی سے کہا اور کھانے میں مشغول ہو گیا۔

"یار مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم سچ مچ پاگل نہ ہو جاؤ۔"

"نہیں جب تک کوکا کولا بازار میں موجود ہے پاگل نہیں ہو سکتا۔"

"کیوں!" فیاض کی بیوی نے پوچھا۔

"پتہ نہیں!.... بہر حال محسوس یہی کرتا ہوں۔"

کھانا ختم ہو جانے کے بعد بھی شائد جج صاحب کی لڑکی وہاں بیٹھنا چاہتی تھی۔ لیکن فیاض کی بیوی اسے کسی بہانے سے اٹھا لے گئی شائد فیاض نے اسے اشارہ کر دیا تھا۔ ان کے جاتے ہی فیاض نے عمران کو کنجی پکڑا دی اور عمران تھوڑی دیر تک اس کا جائزہ لیتے رہنے کے بعد بولا۔

"ابھی حال ہی میں اس کی ایک نقل تیار کی گئی ہے۔ اس کے سوراخ کے اندر موم کے ذرات ہیں! موم کا سانچہ -- سمجھتے ہو نا!"

۴

رات تاریک تھی.... اور آسمان میں سیاہ بادلوں کے مرغولے چکراتے پھر رہے تھے۔

کیپٹن فیاض کی موٹر سائیکل اندھیرے کا سینہ چیرتی ہوئی چکنی سڑک پر پھسلتی جا رہی تھی کیریئر پر عمران الوؤں کی طرح دیدے پھرا رہا تھا۔ اس کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے اور نتھنے پھڑک رہے تھے۔ دفعتاً وہ فیاض کا شانہ تھپتھپا کر بولا۔

"یہ تو طے شدہ بات ہے کہ کسی نے والد یک چشم کی کنجی کی نقل تیار کروائی ہے"

"ہوں! لیکن آخر کیوں؟"

"پوچھ کر بتاؤں گا۔"

"کس سے؟"

"بیکراں نیلے آسمان سے تاروں بھری رات سے، ہولے ہولے چلنے والی ٹھنڈی اداؤں.... لاحول ولا.... ہواؤں سے--!"

فیاض کچھ نہ بولا! عمران بڑبڑاتا رہا۔ "لیکن شہید میاں کی قبر کی جاروب کشی کرنے والے کی

کنجی!--اس کا حاصل کرنا نسبتاً آسان رہا ہوگا.... بہر حال ہمیں اس عمارت کی تاریخ معلوم کرنی ہے۔ شائد ہم اس کے نواح میں پہنچ گئے ہیں۔ موٹر سائیکل روک دو۔"

فیاض نے موٹر سائیکل روک دی۔

"انجن بند کر دو۔"

فیاض نے انجن بند کر دیا۔ عمران نے اس کے ہاتھ سے موٹر سائیکل لے کر ایک جگہ جھاڑی میں چھپا دی۔

"آخر کرنا کیا چاہتے ہو۔" فیاض نے پوچھا۔

"میں پوچھتا ہوں تم مجھے کیوں ساتھ لئے پھرتے ہو۔" عمران بولا۔

"وہ قتل.... جو اس عمارت میں ہوا تھا۔"

"قتل نہیں حادثہ کہو۔"

"حادثہ!.... کیا مطلب؟" فیاض حیرت سے بولا۔

"مطلب کے لئے دیکھو غیاث اللغات صفحہ ایک سو بارہ.... ویسے ایک سو بارہ پر بیگم پارہ یاد آرہی ہے۔ بیگم پارہ کے ساتھ امرت دھارا ضروری ہے ورنہ ڈیوڈ کی طرح چندیا صاف۔"

فیاض جھنجھلا کر خاموش ہو گیا

دونوں آہستہ آہستہ اس عمارت کی طرف بڑھ رہے تھے۔ انہوں نے پہلے پوری عمارت کا چکر لگایا پھر صدر دروازے کے قریب پہنچ کر رک گئے۔

"اوہ۔" عمران آہستہ سے بڑبڑایا "تالا بند نہیں ہے۔"

"کیسے دیکھ لیا تم نے.... مجھے تو سجھائی نہیں دیتا۔" فیاض نے کہا۔

"تم الو نہیں ہو۔" عمران بولا۔ "چلو ادھر سے ہٹ جاؤ۔"

دونوں وہاں سے ہٹ کر پھر مکان کی پشت پر آئے۔ عمران اوپر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ دیوار کافی اونچی تھی.... اس نے جیب سے ٹارچ نکالی اور دیوار پر روشنی ڈالنے لگا۔

"میرا بوجھ سنبھال سکو گے۔" اس نے فیاض سے پوچھا۔

"میں نہیں سمجھا۔"

"تمہیں سمجھانے کے لئے تو باقاعدہ بلیک بورڈ اور چاک اسٹک چاہئے مطلب یہ کہ میں اوپر جانا چاہتا ہوں۔"

"کیوں؟ کیا یہ سمجھتے ہو کہ کوئی اندر موجود ہے۔" فیاض نے کہا۔

"نہیں یوں ہی جھک مارنے کا ارادہ ہے۔ چلو بیٹھ جاؤ۔ میں تمہارے کاندھوں پر کھڑا ہو کر...."

”پھر بھی دیوار بہت اونچی ہے۔“

”یار فضول بحث نہ کرو۔“ عمران اکتا کر بولا۔ ”ورنہ میں واپس جارہا ہوں“

طوعاً و کرہاً فیاض دیوار کی جڑ میں بیٹھ گیا۔

”اماں جوتے تو اتار لو۔“ فیاض نے کہا۔

”لے کر بھاگنا مت۔“ عمران نے کہا اور جوتے اتار کر اس کے کاندھوں پر کھڑا ہو گیا۔

”چلو اب اٹھو۔“

فیاض آہستہ آہستہ اٹھ رہا تھا.... عمران کا ہاتھ روشندان تک پہنچ گیا!.... اور دوسرے ہی لمحے میں وہ بندروں کی طرح دیوار پر چڑھ رہا تھا.... فیاض منہ پھاڑے حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ عمران آدمی ہے یا شیطان کیا یہ وہی احمق ہے جو بعض اوقات کسی کیچوے کی طرح بالکل بے ضرر معلوم ہوتا ہے۔

جن روشندانوں کی مدد سے عمران اوپر پہنچا تھا انہیں کے ذریعہ دوسری طرف اتر گیا چند لمحے وہ دیوار سے لگا کھڑا رہا پھر آہستہ آہستہ اس طرف بڑھنے لگا جدھر سے کئی قدموں کی آہٹیں مل رہی تھیں۔

اور پھر اسے یہ معلوم کر لینے میں دشواری نہ ہوئی کہ وہ نامعلوم آدمی اسی کمرے میں تھے جس میں اس نے لاش دیکھی تھی۔ کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا لیکن دروازوں سے موم بتی کی ہلکی زرد روشنی چھن رہی تھی۔ اس کے علاوہ دالان بالکل تاریک تھا۔

عمران دیوار سے چپکا ہوا آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھنے لگا لیکن اچانک اس کی نظر شہید مرد کی قبر کی طرف اٹھ گئی۔ جس کا تعویذ اوپر اٹھ رہا تھا۔ تعویذ اور فرش کے درمیان خلا میں ہلکی سی روشنی تھی اور اس خلا سے دو خوفناک آنکھیں اندھیرے میں گھور رہی تھیں۔

عمران سہم کر رک گیا وہ آنکھیں پھاڑے قبر کی طرف دیکھ رہا تھا.... اچانک قبر سے ایک چیخ بلند ہوئی۔ چیخ تھی یا کسی ایسی بندریا کی آواز جس کی گردن کسی کتے نے دبوچ لی ہو۔

عمران جھپٹ کر برابر والے کمرے میں گھس گیا! وہ جانتا تھا کہ اس چیخ کا ردِ عمل دوسرے کمرے والوں پر کیا ہو گا! وہ دروازے میں کھڑا قبر کی طرف دیکھ رہا تھا تعویذ ابھی تک اٹھا ہوا تھا اور وہ خوفناک آنکھیں اب بھی چنگاریاں برسا رہی تھیں۔ دوسری چیخ کے ساتھ ہی برابر والے کمرے کا دروازہ کھلا ایک چیخ پھر سنائی دی جو پہلی سے مختلف تھی۔ غالباً یہ انہیں نامعلوم آدمیوں میں سے کسی کی چیخ تھی۔

”بھوت بھوت!“ کوئی کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا اور پھر ایسا معلوم ہوا جیسے کئی آدمی صدر دروازے کی طرف بھاگ رہے ہوں۔

تھوڑی دیر بعد سناٹا ہو گیا۔ قبر کا تعویذ برابر ہو گیا تھا۔

عمران زمین پر لیٹ کر سینے کے بل رینگتا ہوا صدر دروازے کی طرف بڑھا کبھی کبھی وہ پلٹ کر قبر کی طرف بھی دیکھ لیتا تھا لیکن پھر تعویذ نہیں اٹھا۔

صدر دروازہ باہر سے بند ہو چکا تھا۔ عمران اچھی طرح اطمینان کر لینے کے بعد پھر لوٹ پڑا۔ لاش والے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ لیکن اب وہاں اندھیرے کی حکومت تھی۔ عمران نے آہستہ سے دروازہ بند کر کے ٹارچ نکالی۔ لیکن روشنی ہوتے ہی....

”اِنّا لِلّٰه وَ اِنّا علیه راجعون.“ وہ آہستہ سے بڑبڑایا ”خدا تمہاری بھی مغفرت کرے۔“

ٹھیک اسی جگہ جہاں وہ اس سے قبل بھی ایک لاش دیکھ چکا تھا۔ دوسری پڑی ہوئی دکھائی دی.... اس کی پشت پر بھی تین زخم تھے جن سے خون بہہ بہہ کر فرش پر پھیل رہا تھا۔ عمران نے جھک کر اسے دیکھا یہ ایک خوش وضع اور کافی خوبصورت جوان تھا۔ اور لباس سے کسی اونچی سوسائٹی کا فرد معلوم ہوتا تھا۔

”آج ان کی کل اپنی باری ہے۔“ عمران درویشانہ انداز میں بڑبڑاتا ہوا سیدھا ہو گیا۔ اس کے ہاتھ میں کاغذ کا ایک ٹکڑا تھا جو اس نے مرنے والے کی مٹھی سے بدقت تمام نکالا تھا۔

وہ چند لمحے اسے ٹارچ کی روشنی میں دیکھتا رہا۔ پھر معنی خیز انداز میں سر ہلا کر کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ لیا کمرے کے بقیہ حصوں کی حالت بعینہٖ وہی تھی۔ جو اس نے پچھلی مرتبہ دیکھی تھی۔ کوئی خاص فرق نہیں نظر آرہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ پھر پچھلی دیوار سے نیچے اتر رہا تھا۔ آخری روشندان پر پیر رکھ کر اس نے چھلانگ لگا دی۔

”تمہاری یہ خصوصیت بھی آج ہی معلوم ہوئی۔“ فیاض آہستہ سے بولا۔

”کیا اندر کسی بندریا سے ملاقات ہو گئی تھی۔“

”آواز پہنچی تھی یہاں تک۔“ عمران نے پوچھا۔

”ہاں! لیکن میں نے ان اطراف میں بندر نہیں دیکھے!“

”ان کے علاوہ کوئی دوسری آواز؟“

”ہاں.... شائد تم ڈر کر چیخے تھے۔“ فیاض بولا۔

”لاش اسی وقت چاہئے یا صبح!“ عمران نے پوچھا۔

”لاش!“ فیاض اچھل پڑا۔ ”کیا کہتے ہو۔ کیسی لاش۔“

”کسی شاعر نے دو غزلہ عرض کر دیا ہے۔“

”اے دنیا کے عقلمند ترین احمق صاف صاف کہو۔“ فیاض جھنجلا کر بولا۔

“ایک دوسری لاش -- تین زخم -- زخموں کا فاصلہ پانچ انچ -- پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق ان کی گہرائی بھی یکساں نکلے گی۔”

“یار بیوقوف مت بناؤ۔” فیاض عاجزی سے بولا۔

“جج صاحب والی کنجی موجود ہے۔ عقلمند بن جاؤ۔” عمران نے خشک لہجے میں کہا۔

“لیکن یہ ہوا کس طرح؟”

“اسی طرح جیسے شعر ہوتے ہیں.... لیکن یہ شعر مجھے بھرتی کا معلوم ہوتا ہے جیسے میؔر کا یہ شعر۔

میؔر کے دین و مذہب کو کیا پوچھتے ہو اب اس نے تو
قشقہ کھینچا دیر میں بیٹھا کب کا ترک اسلام کیا

“بھلا بتاؤ دیر میں کیوں بیٹھا جلدی کیوں نہیں بیٹھ گیا۔”

“دیر نہیں دَیر ہے۔ یعنی بت خانہ!” فیاض نے کہا پھر بڑبڑا کر بولا۔ “لاحول ولا قوۃ میں بھی اسی لغویت میں پڑ گیا۔ وہ لاش عمارت کے کس حصے میں ہے۔”

“اسی کمرے میں اور ٹھیک اسی جگہ جہاں پہلی لاش ملی تھی۔”

“لیکن وہ آوازیں کیسی تھیں۔” فیاض نے پوچھا۔

“اوہ نہ پوچھو تو بہتر ہے۔ میں نے اتنا مضحکہ خیز منظر آج تک نہیں دیکھا۔”

“یعنی۔”

“پہلے ایک گدھا دکھائی دیا۔ جس پر ایک بندریا سوار تھی.... پھر ایک دوسرا سایہ نظر آیا جو یقیناً کسی آدمی کا تھا۔ اندھیرے میں بھی گدھے اور آدمی میں فرق کیا جا سکتا ہے۔ کیوں تمہارا کیا خیال ہے؟”

“مجھے افسوس ہے کہ تم ہر وقت غیر سنجیدہ رہتے ہو۔”

“یار فیاض سچ کہنا! اگر تم ایک آدمی کو کسی بندریا کا منہ چومتے دیکھو تو تمہیں غصہ آئے گا یا نہیں۔”

“فضول!.... وقت برباد کر رہے ہو تم۔”

“اچھا چلو....” عمران اس کا شانہ تھپکتا ہوا بولا۔

وہ دونوں صدر دروازے کی طرف آئے۔

“کیوں خواہ مخواہ پریشان کر رہے ہو۔” فیاض نے کہا۔

“کنجی نکالو!”

دروازہ کھول کر دونوں لاش والے کمرے میں آئے۔ عمران نے ٹارچ روشن کی۔ لیکن وہ

دوسرے ہی لمحے میں اس طرح سر سہلا رہا تھا جیسے دماغ پر دفعتاً گرمی چڑھ گئی ہو۔

لاش غائب تھی۔

“یہ کیا مذاق؟” فیاض بھنا کر پلٹ پڑا۔

“ہوں۔ بعض عقلمند شاعر بھرتی کے شعر اپنی غزلوں سے نکال بھی دیا کرتے ہیں”

“یار عمران میں باز آیا تمہاری مدد سے۔”

“مگر مری جان یہ لو دیکھو.... نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا.... لاش غائب کرنے والے نے ابھی خون کے تازہ دھبوں کا کوئی انتظام نہیں کیا۔ مرزا افتخار رفیع سوؔدا یا کوئی صاحب فرماتے ہیں۔

قاتل ہماری لاش کو تشہیر دے ضرور   آئندہ تاکہ کوئی نہ کسی سے وفا کرے

فیاض جھک کر فرش پر پھیلے ہوئے خون کو دیکھنے لگا۔

“لیکن لاش کیا ہوئی۔” وہ گھبرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

“فرشتے اٹھالے گئے۔ مرنے والا بہشتی تھا.... مگر لاحول ولا.... بہشتی.... سقے کو بھی کہتے ہیں.... اوہو فردوسی تھا.... لیکن فردوسی.... تو محمود غزنوی کی زندگی ہی میں مر گیا تھا.... پھر کیا کہیں گے.... بھئی بولو نا۔”

“یار بھیجا مت چاٹو۔”

“الجھن۔ بتاؤ جلدی.... کیا کہیں گے.... سر چکرا رہا ہے دورہ پڑ جائے گا۔”

“جنتی کہیں گے.... عمران تم سے خدا سمجھے۔”

“جیو!.... ہاں تو مرنے والا جنتی تھا.... اور کیا کہہ رہا تھا میں....”

“تم یہیں رکے کیوں نہیں رہے۔” فیاض بگڑ کر بولا۔ “مجھے آواز دے لی ہوتی۔”

“سنو یار! بندریا تو کیا میں نے آج تک کسی مکھی کا بھی بوسہ نہیں لیا۔” عمران مایوسی سے بولا۔

“کیا معاملہ ہے۔ تم کئی بار بندریا کا حوالہ دے چکے ہو۔”

“جو کچھ ابھی تک بتایا ہے بالکل صحیح تھا.... اس آدمی نے گدھے پر سے بندریا اتاری اسے کمرے میں لے گیا.... پھر بندریا دوبارہ چیخی اور وہ آدمی ایک بار.... اس کے بعد سناٹا چھا گیا.... پھر لاش دکھائی دی۔ گدھا اور بندریا غائب تھے!”

“سچ کہہ رہے ہو۔” فیاض بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

“مجھے جھوٹا سمجھنے والے پر قہر خداوندی کیوں نہیں ٹوٹتا۔”

فیاض تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر تھوک نگل کر بولا۔

“تت.... تو.... پھر صبح پر رکھو۔”

عمران کی نظریں پھر قبر کی طرف اٹھ گئیں۔ قبر کا تعویذ اٹھا ہوا تھا اور وہی خوفناک آنکھیں اندھیرے میں گھور رہی تھیں۔ عمران نے ٹارچ بجھا دی اور فیاض کو دیوار کی اوٹ میں دھکیل لے گیا نہ جانے کیوں وہ چاہتا تھا کہ فیاض کی نظر اس پر نہ پڑنے پائے۔

"کک کیا؟" فیاض کانپ کر بولا۔

"بندریا!" عمران نے کہا۔

وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا کہ وہی چیخ ایک بار پھر سناٹے میں لہرا گئی۔

"ارے باپ...." فیاض کسی خوفزدہ بچے کی طرح بولا۔

"آنکھیں بند کرلو۔" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔ "ایسی چیزوں پر نظر پڑنے سے ہارٹ فیل بھی ہو جایا کرتا ہے۔ ریوالور لائے ہو۔"

"نہیں.... نہیں.... تم نے بتایا کب تھا۔"

"خیر کوئی بات نہیں!--اچھا ٹھہرو!" عمران آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

قبر کا تعویذ برابر ہو چکا تھا اور سناٹا پہلے سے بھی کچھ زیادہ گہرا معلوم ہونے لگا تھا۔

۵

ایک بج گیا تھا.... فیاض عمران کو اس کی کوٹھی کے قریب اتار کر چلا گیا پائیں باغ کا دروازہ بند ہو چکا تھا! عمران پھاٹک ہلانے لگا.... اونگھتے ہوئے چوکیدار نے ہانک لگائی۔

"پیارے چوکیدار.... میں ہوں تمہارا خادم علی عمران ایم-ایس-سی، پی-ایچ ڈی لندن۔"

"کون چھوٹے سرکار۔" چوکیدار پھاٹک کے قریب آکر بولا۔ "حضور مشکل ہے۔"

"دنیا کا ہر بڑا آدمی کہہ گیا ہے کہ وہ مشکل ہی نہیں جو آسان ہو جائے۔"

"بڑے سرکار کا حکم ہے کہ پھاٹک نہ کھولا جائے.... اب بتایئے۔"

"بڑے سرکار تک کنفیوشس کا پیغام پہنچا دو۔"

"جی سرکار!" چوکیدار بوکھلا کر بولا۔

"ان سے کہہ دو کنفیوشس نے کہا ہے کہ تاریک رات میں بھٹکنے والے ایمانداروں کے لئے اپنے دروازے کھول دو۔"

"مگر بڑے سرکار نے کہا ہے...."

"ہا.... بڑے سرکار.... انہیں چین میں پیدا ہونا تھا۔ خیر تم ان تک کنفیوشس کا یہ پیغام ضرور پہنچا دینا۔"

"میں کیا بتاؤں۔" چوکیدار کپکپائی ہوئی آواز میں بولا۔ "اب آپ کہاں جائیں گے۔"

"فقیر یہ سہانی رات کسی قبرستان میں بسر کرے گا۔"

"میں آپ کے لئے کیا کروں۔"

"دعائے مغفرت.... اچھا ٹاٹا!" عمران چل پڑا....!

اور پھر آدھے گھنٹے بعد وہ ٹپ ٹاپ نائٹ کلب میں داخل ہو رہا تھا لیکن دروازے میں قدم رکھتے ہی محکمہ سراغرسانی کے ایک ڈپٹی ڈائریکٹر سے مڈبھیڑ ہو گئی جو اس کے باپ کا کلاس فیلو بھی رہ چکا تھا۔

"اوہو! صاحبزادے تو تم اب ادھر بھی دکھائی دینے لگے ہو؟"

"جی ہاں! اکثر فلیش کھیلنے کے لئے چلا آتا ہوں۔" عمران نے سر جھکا کر بڑی سعادتمندی سے کہا۔

"فلیش! تو کیا اب فلیش بھی....؟"

"جی ہاں! کبھی کبھی نشے میں دل چاہتا ہے۔"

"اوہ.... تو شراب بھی پینے لگے ہو۔"

"وہ کیا عرض کروں-- قسم لے لیجئے جو کبھی تنہا پی ہو۔ اکثر شرابی طوائفیں بھی مل جاتی ہیں جو پلائے بغیر مانتیں ہی نہیں....!"

"لاحول ولا قوۃ.... تو تم آج کل رحمٰن صاحب کا نام اچھال رہے ہو۔"

"اب آپ ہی فرمایئے!" عمران مایوسی سے بولا۔ "جب کوئی شریف لڑکی نہ ملے تو کیا کیا جائے.... ویسے قسم لے لیجئے۔ جب کوئی مل جاتی ہے تو میں طوائفوں پر لعنت بھیج کر خدا کا شکر ادا کرتا ہوں۔"

"شائد رحمٰن صاحب کو اس کی اطلاع نہیں.... خیر...."

"اگر ان سے ملاقات ہو تو کنفیوشس کا یہ قول دہرا دیجئے گا کہ جب کسی ایماندار کو اپنی ہی چھت کے نیچے پناہ نہیں ملتی تو وہ تاریک گلیوں میں بھونکنے والے کتوں سے ساز باز کر لیتا ہے۔"

ڈپٹی ڈائریکٹر اسے گھورتا ہوا باہر چلا گیا۔

عمران نے سیٹی بجانے والے انداز میں ہونٹ سکوڑ کر ہال کا جائزہ لیا.... اس کی نظریں ایک میز پر رک گئیں۔ جہاں ایک خوبصورت عورت اپنے سامنے پورٹ کی بوتل رکھے بیٹھی سگریٹ پی رہی تھی۔ گلاس آدھے سے زیادہ خالی تھا۔

عمران اس کے قریب پہنچ کر رک گیا۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں لیڈی جہانگیر!" وہ قدرے جھک کر بولا۔

"اوہ تم" لیڈی جہانگیر اپنی داہنی بھوں اٹھا کر بولی "نہیں.... ہرگز نہیں۔"

”کوئی بات نہیں!“ عمران معصومیت سے مسکرا کر بولا۔ ”کنفیوشس نے کہا تھا.... !“

”مجھے کنفیوشس سے کوئی دلچسپی نہیں....“ وہ جھنجلا کر بولی۔

”تو ڈی-ایچ-لارنس ہی کا ایک جملہ سن لیجئے۔“

”میں کچھ نہیں سننا چاہتی.... تم یہاں سے ہٹ جاؤ۔“ لیڈی جہانگیر گلاس اٹھاتی ہوئی بولی۔

”اوہ اس کا خیال کیجئے کہ آپ میری منگیتر بھی رہ چکی ہیں....“

”شپ اپ۔“

”آپ کی مرضی! میں تو صرف آپ کو یہ بتانا چاہتا تھا کہ آج صبح ہی سے موسم بہت خوشگوار تھا۔

وہ مسکرا پڑی۔

”بیٹھ جاؤ!“ اس نے کہا اور ایک ہی سانس میں گلاس خالی کر گئی۔

وہ تھوڑی دیر اپنی نشیلی آنکھیں عمران کے چہرے پر جمائے رہی پھر سگریٹ کا ایک طویل کش لے کر آگے جھکتی ہوئی آہستہ سے بولی۔

”میں اب بھی تمہاری ہوں۔“

”مگر.... سر جہانگیر!“ عمران مایوسی سے بولا۔

”دفن کرو اسے۔“

”ہائیں.... تو کیا مر گئے!“ عمران گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔

لیڈی جہانگیر ہنس پڑی۔

”تمہاری حماقتیں بڑی پیاری ہوتی ہیں۔“ وہ اپنی بائیں آنکھ دبا کر بولی اور عمران نے شرما کر سر جھکا لیا۔

”کیا پیو گے!“ لیڈی جہانگیر نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

”دہی کی لسی۔“

”دہی کی لسی!.... ہی.... ہی.... ہی.... ہی.... شائد تم نشے میں ہو!“

”ٹھہریئے!“ عمران بوکھلا کر بولا۔ ”میں ایک بجے کے بعد صرف کافی پیتا ہوں.... چھ بجے شام سے بارہ بجے رات تک رم پیتا ہوں۔“

”رم“! لیڈی جہانگیر منہ سکوڑ کر بولی۔ ”تم اپنے ٹیسٹ کے آدمی نہیں معلوم ہوتے رم تو صرف گنوار پیتے ہیں۔“

”نشے میں یہ بھول جاتا ہوں کہ میں گنوار نہیں ہوں۔“

”تم آج کل کیا کر رہے ہو۔“

”صبر!“ عمران نے طویل سانس لے کر کہا۔

”تم زندگی کے کسی حصے میں بھی سنجیدہ نہیں ہو سکتے۔“ لیڈی جہانگیر مسکرا کر بولی۔

”اوہ آپ بھی یہی سمجھتی ہیں۔“ عمران کی آواز حد درجہ دردناک ہو گئی۔

”آخر مجھ میں کون سے کیڑے پڑے ہوئے تھے کہ تم نے شادی سے انکار کر دیا تھا۔“ لیڈی جہانگیر نے کہا۔

”میں نے کب انکار کیا تھا۔“ عمران رونی صورت بنا کر بولا۔ ”میں نے تو آپ کے والد صاحب کو صرف دو تین شعر سنائے تھے.... مجھے کیا معلوم تھا کہ انہیں شعر و شاعری سے دلچسپی نہیں۔ ورنہ میں نثر میں گفتگو کرتا۔“

”والد صاحب کی رائے ہے کہ تم پرلے سرے کے احمق اور بدتمیز ہو۔“ لیڈی جہانگیر نے کہا۔

”اور چونکہ سر جہانگیر ان کے ہم عمر ہیں.... لہٰذا....“

”شپ اپ۔“ لیڈی جہانگیر بھنا کر بولی۔

”بہرحال میں یونہی تڑپ تڑپ کر مر جاؤں گا۔“ عمران کی آواز پھر دردناک ہو گئی۔

لیڈی جہانگیر بغور اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

”کیا واقعی تمہیں افسوس ہے۔“ اس نے آہستہ سے پوچھا۔

”یہ تم پوچھ رہی ہو؟.... اور وہ بھی اس طرح جیسے تمہیں میرے بیان پر شبہ ہو۔“ عمران کی آنکھوں میں نہ صرف آنسو چھلک آئے بلکہ بہنے بھی لگے۔

”ارر.... نو مائی ڈیئر.... عمران ڈارلنگ کیا کر رہے ہو تم!“ لیڈی جہانگیر نے اس کی طرف اپنا رومال بڑھا دیا۔

”میں اسی غم میں مر جاؤں گا!“ وہ آنسو خشک کرتا ہوا بولا۔

”نہیں۔ تمہیں شادی کر لینی چاہئے۔“ لیڈی جہانگیر نے کہا۔ ”اور میں.... میں تو ہمیشہ تمہاری ہی رہوں گی۔“ وہ دوسرا گلاس لبریز کر رہی تھی۔

”سب یہی کہتے ہیں.... کئی جگہ سے رشتے بھی آ چکے ہیں.... کئی دن ہوئے جسٹس فاروق کی لڑکی کا رشتہ آیا تھا.... گھر والوں نے انکار کر دیا۔ لیکن مجھے وہ رشتہ کچھ کچھ پسند ہے!“

”پسند ہے۔“ لیڈی جہانگیر حیرت سے بولی۔ ”تم نے ان کی لڑکی کو دیکھا ہے۔“

”ہاں!.... وہی نا۔ جو ریٹا ہیورتھ اسٹائل کے بال بناتی ہے اور عموماً تاریک چشمہ لگائے رہتی ہے۔“

”جانتے ہو وہ تاریک چشمہ کیوں لگاتی ہے!“ لیڈی جہانگیر نے پوچھا۔

”نہیں!.... لیکن اچھی لگتی ہے۔“

لیڈی جہانگیر نے قہقہہ لگایا۔

"وہ اس لئے تاریک چشمہ لگاتی ہے کہ اس کی ایک آنکھ غائب ہے۔"

"ہائیں.... "عمران اچھل پڑا۔

"اور غالباً اسی بناء پر تمہارے گھر والوں نے یہ رشتہ منظور نہیں کیا۔"

"تم اسے جانتی ہو!" عمران نے پوچھا!

"اچھی طرح سے! اور آج کل میں اسے بہت خوبصورت آدمی کے ساتھ دیکھتی ہوں۔ غالباً وہ بھی تمہاری ہی طرح احمق ہوگا۔"

"کون ہے وہ میں اس کی گردن توڑ دوں گا۔" عمران بپھر کر بولا۔ پھر اچانک چونک کر خود ہی بڑبڑانے لگا۔ "لاحول ولا قوۃ.... بھلا مجھ سے کیا مطلب!"

"بڑی حیرت انگیز بات ہے کہ انتہائی خوبصورت نوجوان ایک کانی لڑکی سے شادی کرے۔"

"واقعی وہ دنیا کا آٹھواں عجوبہ ہوگا۔" عمران نے کہا۔ "کیا میں اسے جانتا ہوں۔"

"پتہ نہیں! کم از کم میں تو نہیں جانتی۔ اور جسے میں نہ جانتی ہوں وہ اس شہر کے کسی اعلیٰ خاندان کا فرد نہیں ہو سکتا۔"

"کب سے دیکھ رہی ہو اسے۔"

"یہی کوئی پندرہ بیس دن سے۔"

"کیا وہ یہاں بھی آتے ہیں۔"

"نہیں.... میں نے انہیں کیفے کامینو میں اکثر دیکھا ہے۔"

"مرزا غالب نے ٹھیک ہی کہا ہے۔"

نالہ سرمایہ یک عالم و عالم کفِ خاک   آسمان بیضہ قمری نظر آتا ہے مجھے

"مطلب کیا ہوا۔" لیڈی جہانگیر نے پوچھا۔

"پتہ نہیں!" عمران نے بڑی معصومیت سے کہا اور پر خیال انداز میں میز پر طبلہ بجانے لگا۔

"صبح تک بارش ضرور ہوگی۔" لیڈی جہانگیر انگڑائی لے کر بولی۔

"سر جہانگیر آج کل نظر نہیں آتے۔" عمران نے کہا۔

"ایک ماہ کے لئے باہر گئے ہوئے ہیں۔"

"گڈ" عمران مسکرا کر بولا۔

"کیوں۔" لیڈی جہانگیر اسے معنی خیز نظروں سے دیکھنے لگی۔

"کچھ نہیں۔ کنفیوشس نے کہا ہے...."

"مت بور کرو۔" لیڈی جہانگیر چڑ کر بولی۔

"ویسے ہی.... بائی دی وے.... کیا تمہارا رات بھر کا پروگرام ہے۔"

"نہیں ایسا تو نہیں.... کیوں؟"

"میں کہیں تنہائی میں بیٹھ کر رونا چاہتا ہوں۔"

"تم بالکل گدھے ہو بلکہ گدھے سے بھی بدتر۔"

"میں بھی یہی محسوس کرتا ہوں.... کیا تم مجھے اپنی چھت کے نیچے رونے کا موقع دو گی۔ کنفیوشس نے کہا ہے...."

"عمران.... پلیز.... شٹ اپ۔"

"لیڈی جہانگیر میں ایک لنڈورے مرغ کی طرح اداس ہوں۔"

"چلو اٹھو! لیکن اپنے کنفیوشس کو یہیں چھوڑ چلو۔ بوریت مجھ سے برداشت نہیں ہوتی۔"

تقریباً آدھ گھنٹے بعد عمران لیڈی جہانگیر کی خواب گاہ میں کھڑا اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا! لیڈی جہانگیر کے جسم پر صرف شب خوابی کا لبادہ تھا۔ وہ انگڑائی لے کر مسکرانے لگی۔

"کیا سوچ رہے ہو۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"میں سوچ رہا تھا کہ آخر کسی مثلث کے تینوں زاویوں کا مجموعہ دو زاویہ قائمہ کے برابر کیوں ہوتا ہے۔"

"پھر بکواس شروع کر دی تم نے۔" لیڈی جہانگیر کی نشیلی آنکھوں میں جھلاہٹ جھانکنے لگی۔

"مائی ڈیئر لیڈی جہانگیر! اگر میں یہ ثابت کر دوں کہ زاویہ قائمہ کوئی چیز ہی نہیں ہے تو دنیا کا بہت بڑا آدمی ہو سکتا ہوں۔"

"جہنم میں جا سکتے ہو!" لیڈی جہانگیر برا سامنہ بنا کر بڑبڑائی۔

"جہنم! کیا تمہیں جہنم پر یقین ہے۔"

"عمران میں تمہیں دھکے دے کر نکال دوں گی۔"

"لیڈی جہانگیر! مجھے نیند آ رہی ہے۔"

"سر جہانگیر کی خواب گاہ میں ان کا سلیپنگ سوٹ ہوگا.... پہن لو۔"

"شکریہ!.... خواب گاہ کدھر ہے۔"

"سامنے والا کمرہ!" لیڈی جہانگیر نے کہا اور بے چینی سے ٹہلنے لگی۔

عمران نے سر جہانگیر کی خواب گاہ میں گھس کر اندر سے دروازہ بند کر لیا لیڈی جہانگیر ٹہلتی رہی! دس منٹ گذر گئے! آخر وہ جھنجھلا کر سر جہانگیر کی خواب گاہ کے دروازے پر آئی۔ دھکا دیا لیکن اندر سے چٹخنی چڑھا دی گئی تھی۔

"کیا کرنے لگے عمران؟" اس نے دروازہ تھپتھپانا شروع کر دیا لیکن جواب ندارد پھر اسے ایسا

محسوس ہوا جیسے عمران خراٹے بھر رہا ہو اس نے دروازے سے کان لگا دیئے۔ حقیقتاً وہ خراٹوں ہی کی آواز تھی۔

پھر دوسرے لمحے میں وہ ایک کرسی پر کھڑی ہو کر دروازے کے اوپری شیشہ سے کمرے کے اندر جھانک رہی تھی۔ اس نے دیکھا کہ عمران کپڑے جوتوں سمیت سر جہانگیر کے پلنگ پر پڑا خراٹے لے رہا ہے اور اس نے بجلی بھی نہیں بجھائی تھی۔ وہ اپنے ہونٹوں کو دائرہ کی شکل میں سکوڑے عمران کو کسی بھوکی بلی کی طرح گھور رہی تھی۔ پھر اس نے ہاتھ مار کر دروازے کا ایک شیشہ توڑ دیا.... نوکر شائد شاگرد پیشے میں سوئے ہوئے تھے۔ ورنہ شیشے کے چھناکے ان میں سے ایک آدھ کو ضرور جگا دیتے ویسے یہ اور بات ہے کہ عمران کی نیند پر ان کا ذرہ برابر بھی اثر نہ پڑا ہو۔

لیڈی جہانگیر نے اندر ہاتھ ڈال کر چٹخنی نیچے گرا دی! نشے میں تو تھی ہی! جسم کا پورا زور دروازے پر دے رکھا تھا! چٹخنی گرتے ہی دونوں پٹ کھل گئے اور وہ کرسی سمیت خواب گاہ میں جا گری....

عمران نے غنودہ آواز میں کراہ کر کروٹ بدلی اور بڑبڑانے لگا.... "ہاں ہاں سنتھیلک گیس کی بو کچھ میٹھی میٹھی سی ہوتی ہے....؟"

پتہ نہیں وہ جاگ رہا تھا یا خواب میں بڑبڑایا تھا۔

لیڈی جہانگیر فرش پر بیٹھی اپنی پیشانی پر ہاتھ پھیر کر بسور رہی تھی! دو تین منٹ بعد وہ اٹھی اور عمران پر ٹوٹ پڑی۔

"سور کمینے.... یہ تمہارے باپ کا گھر ہے؟.... اٹھو.... نکلو یہاں سے۔" وہ اسے بری طرح جھنجھوڑ رہی تھی۔ عمران بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔

"ہائیں! کیا سب بھاگ گئے...."

"دور ہو جاؤ یہاں سے۔" لیڈی جہانگیر نے اس کا کالر پکڑ کر جھٹکا مارا۔

"ہاں۔ ہاں.... سب ٹھیک ہے!" عمران اپنا گریبان چھڑا کر پھر لیٹ گیا۔

اس بار لیڈی جہانگیر نے بالوں سے پکڑ کر اسے اٹھایا۔

"ہائیں... کیا ابھی نہیں گیا؟" عمران جھلا کر اٹھ بیٹھا۔ سامنے ہی قد آدم آئینہ رکھا ہوا تھا۔

"اوہ تو آپ ہیں۔" وہ آئینے میں اپنا عکس دیکھ کر بولا.... پھر اس طرح مکا بنا کر اٹھا جیسے اس پر حملے کرے گا.... اس طرح آہستہ آہستہ آئینے کی طرف بڑھ رہا تھا جیسے کسی دشمن سے مقابلہ کرنے کے لئے پھونک پھونک کر قدم رکھ رہا ہو۔ پھر اچانک سامنے سے ہٹ کر ایک کنارے پر چلنے لگا! آئینے کے قریب پہنچ کر دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا.... لیڈی جہانگیر کی طرف دیکھ اس

طرح ہونٹوں پر انگلی رکھ لی جیسے وہ آئینے کے قریب نہیں بلکہ کسی دروازہ سے لگا کھڑا ہو اور اس بات کا منتظر ہو کہ جیسے ہی دشمن دروازے میں قدم رکھے گا وہ اس پر حملہ کر بیٹھے گا۔ لیڈی جہانگیر حیرت سے آنکھیں پھاڑے اس کی یہ حرکت دیکھ رہی تھی.... لیکن اس سے قبل کہ وہ کچھ کہتی عمران نے پینترہ بدل کر آئینہ پر ایک گھونسہ رسید ہی کر دیا.... ہاتھ میں جو چوٹ لگی تو ایسا معلوم ہوا جیسے وہ یک بیک ہوش میں آ گیا ہو۔

"لاحول ولا قوۃ۔" وہ آنکھیں مل کر بولا اور کھسیانی ہنسی ہنسنے لگا!

اور پھر لیڈی جہانگیر کو بھی ہنسی آ گئی.... لیکن وہ جلد ہی سنجیدہ ہو گئی۔

"تم یہاں کیوں آئے تھے؟"

"اوہ! میں شائد بھول گیا.... شائد اداس تھا.... لیڈی جہانگیر تم بہت اچھی ہو! میں رونا چاہتا ہوں۔"

"اپنے باپ کی قبر پر رونا.... نکل جاؤ یہاں سے!"

"لیڈی جہانگیر.... کنفیوشس....!"

"شٹ اپ!" لیڈی جہانگیر اتنے زور سے چیخی کہ اس کی آواز بھرا گئی۔

"بہت بہتر!" عمران سعادت مندانہ انداز میں سر ہلا کر بولا! گویا لیڈی جہانگیر نے بہت سنجیدگی اور نرمی سے اسے کوئی نصیحت کی تھی۔

"یہاں سے چلے جاؤ!"

"بہت اچھا۔" عمران نے کہا اور اس کمرے سے لیڈی جہانگیر کی خواب گاہ میں چلا آیا۔

وہ اس کی مسہری پر بیٹھنے ہی جا رہا تھا کہ لیڈی جہانگیر طوفان کی طرح اس کے سر پر پہنچ گئی۔

"اب مجبوراً مجھے نوکروں کو جگانا پڑے گا؟" اس نے کہا۔

"اوہو تم کہاں تکلیف کرو گی۔ میں جگائے دیتا ہوں۔ کوئی خاص کام ہے کیا۔"

"عمران میں تمہیں مار ڈالوں گی؟" لیڈی جہانگیر دانت پیس کر بولی۔

"مگر کسی سے اس کا تذکرہ مت کرنا.... ورنہ پولیس.... خیر میں مرنے کے لئے تیار ہوں؟ اگر چھری تیز نہ ہو تو تیز کر دوں! ریوالور سے مارنے کا ارادہ ہے تو میں اس کی رائے نہ دوں گا! سناٹے میں آواز دور تک پھیلتی ہے۔ البتہ زہر ٹھیک رہے گا۔"

"عمران خدا کے لئے!" لیڈی جہانگیر بے بسی سے بولی۔

"خدا کیا میں اس کے ادنےٰ غلاموں کے لئے بھی اپنی جان قربان کر سکتا ہوں.... جو مزاج یار میں آئے۔"

"تم چاہتے کیا ہو!" لیڈی جہانگیر نے پوچھا۔

"دو چیزوں میں سے ایک۔۔۔۔"

"کیا؟"

"موت یا صرف دو گھنٹے کی نیند!"

"کیا تم گدھے ہو۔"

"مجھ سے پوچھتیں تو میں پہلے ہی بتا دیتا کہ بالکل گدھا ہوں۔"

"جہنم میں جاؤ" لیڈی جہانگیر اور نہ جانے کیا بکتی ہوئی سر جہانگیر کی خواب گاہ میں چلی گئی

عمران نے اٹھ کر اندر سے دروازہ بند کیا جوتے اتارے اور کپڑوں سمیت بستر میں گھس گیا۔

٦

یہ سوچنا قطعی غلط ہو گا کہ عمران کے قدم یونہی بلا مقصد ٹپ ٹاپ نائٹ کلب کی طرف اٹھ گئے تھے۔ اسے پہلے ہی سے اطلاع تھی کہ سر جہانگیر آج کل شہر میں مقیم نہیں ہے اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ ایسے مواقع پر لیڈی جہانگیر اپنی راتیں کہاں گذارتی ہے۔ یہ بھی حقیقت تھی کہ لیڈی جہانگیر کسی زمانے میں اس کی منگیتر رہ چکی تھی اور خود عمران کی حماقتوں کے نتیجے میں یہ شادی نہ ہو سکی۔

سر جہانگیر کی عمر تقریباً ساٹھ سال ضرور رہی ہو گی لیکن قویٰ کی مضبوطی کی بناء پر بہت زیادہ بوڑھا نہیں معلوم ہوتا تھا۔۔۔۔!

عمران دم سادھے لیٹا رہا۔۔۔ آدھ گھنٹہ گذر گیا!۔۔۔۔ اس نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی دیکھی اور پھر اٹھ کر خواب گاہ کی روشنی بند کر دی۔ پنجوں کے بل چلتا ہو سر جہانگیر کی خواب گاہ کے دروازے پر آیا جو اندر سے بند تھا اندر گہری نیلی روشنی تھی! عمران نے دروازے کے شیشے سے اندر جھانکا لیڈی جہانگیر مسہری پر اوندھی پڑی بے خبر سو رہی تھی اور اسکے ماتھے سے فاکس ٹیریئر کا سر اس کی کمر پر رکھا ہوا تھا اور وہ بھی سو رہا تھا۔

عمران پہلے کی طرح احتیاط سے چلتا ہوا سر جہانگیر کی لائبریری میں داخل ہوا۔

یہاں اندھیرا تھا! عمران نے جیب سے ٹارچ نکال کر روشن کی یہ ایک کافی طویل و عریض کمرہ تھا! چاروں طرف بڑی بڑی الماریاں تھیں اور درمیان میں تین لمبی لمبی میزیں! بہر حال یہ ایک ذاتی اور نجی لائبریری سے زیادہ ایک پبلک ریڈنگ روم معلوم ہو رہا تھا۔

مشرقی سرے پر ایک لکھنے کی بھی میز تھی۔ عمران سیدھا اسی کی طرف گیا جیب سے وہ پرچہ نکالا جو اسے اس خوفناک عمارت میں پر اسرار طریقے پر مرنے والے کے پاس ملا تھا وہ اسے بغور دیکھتا رہا پھر میز پر رکھے ہوئے کاغذات الٹنے پلٹنے لگا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے ایک رائٹنگ پیڈ کے لیٹر ہیڈ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے کاغذ کے سرنامے اور اس میں کوئی فرق نہ تھا۔ دونوں پر یکساں قسم کے نشانات تھے اور یہ نشانات سر جہانگیر کے آباؤ اجداد کے کارناموں کی یادگار تھے جو انہوں نے مغلیہ دور حکومت میں سر انجام دیئے تھے سر جہانگیر ان نشانات کو اب تک استعمال کر رہا تھا! اس کے کاغذات پر اس کے نام کی بجائے عموماً یہی نشانات چھپے ہوئے تھے۔

عمران نے میز پر رکھے کاغذات کو پہلی سی ترتیب میں رکھ دیا اور چپ چاپ لائبریری سے نکل آیا۔ لیڈی جہانگیر کے بیان کے مطابق سر جہانگیر ایک ماہ سے غائب تھے۔۔۔۔ تو پھر!

عمران کا ذہن چوکڑیاں بھرنے لگا!۔۔۔۔ آخر ان معاملات سے جہانگیر کا کیا تعلق! خواب گاہ میں واپس آنے سے پہلے اس نے ایک بار پھر اس کمرے میں جھانکا جہاں لیڈی جہانگیر سو رہی تھی۔۔۔۔ اور مسکراتا ہوا اس کمرے میں چلا آیا جہاں اسے خود سونا تھا۔

صبح نو بجے لیڈی جہانگیر اسے بری طرح جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر جگا رہی تھی۔

"ول ڈن! ول ڈن۔" عمران ہڑ بڑا کر اٹھ بیٹھا اور مسہری پر اکڑوں بیٹھ کر اس طرح تالی بجانے لگا جیسے کسی کھیل کے میدان میں بیٹھا ہوا کھلاڑیوں کو داد دے رہا ہو!۔

"یہ کیا بے ہودگی!" لیڈی جہانگیر جھنجھلا کر بولی۔

"اوہ! ساری!" وہ چونک کر لیڈی جہانگیر کو متحیرانہ نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

"ہلو! لیڈی۔۔۔۔ جہانگیر! فرمائیے۔ صبح ہی صبح کیسے تکلیف کی۔"

"تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا؟" لیڈی جہانگیر نے تیز لہجے میں کہا۔

"ہو سکتا ہے!" عمران نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ اور اپنے نوکروں کے نام لے لے کر انہیں پکارنے لگا۔

لیڈی جہانگیر اسے چند لمحے گھورتی رہی پھر بولی۔

"براہ کرم اب تم یہاں سے چلے جاؤ۔ ورنہ۔۔۔۔"

"ہائیں تم مجھے میرے گھر سے نکالنے والی کون ہو؟" عمران اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"یہ تمہارے باپ کا گھر ہے؟" لیڈی جہانگیر کی آواز بلند ہو گئی۔

عمران چاروں طرف حیرانی سے دیکھنے لگا۔ اس طرح اچھلا جیسے اچانک سر پر کوئی چیز گری ہو۔

"ارے میں کہاں ہوں! کمرہ تو میرا نہیں معلوم ہوتا۔"

"اب جاؤ۔ ورنہ مجھے نوکروں کو بلانا پڑے گا۔"

"نوکروں کو بلا کر کیا کرو گی؟ میرے لائق کوئی خدمت! ویسے تم غصے میں بہت حسین لگتی ہو۔"

”شٹ اپ۔“

”اچھا کچھ نہیں کہوں گا!“ عمران بسور کر بولا اور پھر مسہری پر بیٹھ گیا۔

لیڈی جہانگیر اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورتی رہی۔ اس کی سانس پھول رہی تھی اور چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ عمران نے جوتے پہنے۔ کھونٹی سے کوٹ اتارا اور پھر بڑے اطمینان سے لیڈی جہانگیر کی سنگھار میز پر جم گیا اور پھر اپنے بال درست کرتے وقت اس طرح گنگنا رہا تھا جیسے سچ مچ اپنے کمرے ہی میں بیٹھا ہو۔ لیڈی جہانگیر دانت پیس رہی تھی لیکن ساتھ ہی بے بسی کی ساری علامتیں بھی اس کے چہرے پر امنڈ آئی تھیں۔

”ٹاٹا!“ عمران دروازے کے قریب پہنچ کر مڑا اور احمقوں کی طرح مسکراتا ہوا باہر نکل گیا۔

اس کا ذہن اس وقت بالکل صاف ہو گیا تھا پچھلی رات کی معلومات ہی اس کی تشفی کے لئے کافی تھیں۔ سر جہانگیر کے لیٹر ہیڈ کا پر اسرار طور پر مرے ہوئے آدمی کے ہاتھ میں پایا جانا اس پر دلالت کرتا تھا کہ اس معاملہ سے سر جہانگیر کا کچھ نہ کچھ تعلق ضرور ہے!۔ اور شائد سر جہانگیر شہر ہی میں موجود تھا! ہو سکتا ہے کہ لیڈی جہانگیر اس سے لاعلم رہی ہو۔

اب عمران کو اس خوش رو آدمی کی فکر تھی جسے ان دنوں جج صاحب کی لڑکی کے ساتھ دیکھا جا رہا تھا۔

”دیکھ لیا جائے گا!“ وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔

اس کا ارادہ تو نہیں تھا کہ گھر کی طرف جائے مگر جانا ہی پڑا۔ گھر گئے بغیر موٹر سائیکل کس طرح ملتی اسے یہ بھی تو معلوم کرنا تھا کہ وہ ”خوفناک عمارت“ دراصل تھی کسی کی؟ اگر اس کا مالک گاؤں والوں کے لئے اجنبی تھا تو ظاہر ہے کہ اس نے وہ عمارت خود ہی بنوائی ہو گی۔ کیونکہ طرز تعمیر بہت پرانا تھا۔ لہٰذا ایسی صورت میں یہی سوچا جا سکتا تھا کہ اس نے بھی اسے کسی سے خریدا ہی ہو گا۔

گھر پہنچ کر عمران کی شامت نے اسے پکارا۔ بڑی بی شائد پہلے ہی سے بھری بیٹھی تھیں۔ عمران کی صورت دیکھتے ہی آگ بگولہ ہو گئیں!

”کہاں تھے رے.... کمینے سور!“

”اوہو! اماں بی۔ گڈ مارننگ.... ڈیئرسٹ!“

”مارننگ کے بچے میں پوچھتی ہوں رات کہاں تھا۔“

”وہ اماں بی کیا بتاؤں۔ وہ حضرت مولانا.... بلکہ مرشدی و مولائی سیدنا جگر مراد آبادی ہیں نا.... لاحول ولا قوۃ.... مطلب یہ ہے کہ مولوی تفضل حسین قبلہ کی خدمت میں رات حاضر تھا! اللہ اللہ.... کیا بزرگ ہیں.... اماں بی.... بس یہ سمجھ لیجئے کہ میں آج سے نماز شروع کر دوں گا۔“

”ارے.... کمینے.... کتے.... تو مجھے بیوقوف بنا رہا ہے۔“ بڑی بی جھنجھلائی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ بولیں۔

”ارے توبہ اماں بی!“ عمران زور سے اپنا منہ پیٹنے لگا۔ ”آپ کے قدموں کے نیچے میری جنت ہے۔“

اور پھر ثریا کو آتے دیکھ کر عمران نے جلد سے جلد وہاں سے کھسک جانا چاہا! بڑی بی برابر بڑبڑائے جا رہی تھیں۔

”اماں بی! آپ خواہ مخواہ اپنی طبیعت خراب کر رہی ہیں! دماغ میں خشکی بڑھ جائے گی۔“ ثریا نے آتے ہی کہا۔ ”اور یہ بھائی جان! ان کو تو خدا کے حوالے کیجئے!“

عمران کچھ نہ بولا! اماں بی کو بڑبڑاتا چھوڑ کر تو نہیں جا سکتا تھا؟

”شرم نہیں آتی۔ باپ کی پگڑی اچھالتے پھر رہے ہیں۔“ ثریا نے اماں بی کے کسی مصرعہ پر گرہ لگائی!

”ہائیں تو کیا ابا جان نے پگڑی باندھنی شروع کر دی۔“ عمران پر مسرت لہجے میں چیخا۔

اماں بی اختلاج کی مریض تھیں۔ اعصاب بھی کمزور تھے لہٰذا انہیں غصہ آ گیا ایسی حالت میں ہمیشہ انکا ہاتھ جوتی کی طرف جاتا تھا! عمران اطمینان سے زمین پر بیٹھ گیا.... اور پھر تڑا تڑ کی آواز کے علاوہ اور کچھ نہیں سن سکا۔ اماں بی جب اسے جی بھر کے پیٹ چکیں تو انہوں نے رونا شروع کر دیا!.... ثریا انہیں دوسرے کمرے میں گھسیٹ لے گئی.... عمران کی چچازاد بہنوں نے اسے گھیر لیا۔ کوئی اس کے کوٹ سے گرد جھاڑ رہی تھی اور کوئی ٹائی کی گرہ درست کر رہی تھی۔ ایک نے سر پر چمپی شروع کر دی۔

عمران نے جیب سے سگرٹ نکال کر سلگائی اور اس طرح کھڑا رہا جیسے وہ بالکل تنہا ہو۔ دو چار کش لے کر اس نے اپنے کمرے کی راہ لی اور اسکی چچازاد بہنیں زرینہ اور صوفیہ ایک دوسرے کا منہ ہی دیکھتی رہ گئیں۔ عمران نے کمرے میں آ کر فلٹ ہیٹ ایک طرف اچھال دی۔ کوٹ مسہری پر پھینکا اور ایک آرام کرسی پر گر کر اونگھنے لگا۔

رات والا کاغذ اب بھی اس کے ہاتھ میں دبا ہوا تھا! اس پر کچھ ہندسے لکھے ہوئے تھے۔ کچھ پیمائشیں تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی بڑھئی نے کوئی چیز گھڑنے سے پہلے اسکے مختلف حصوں کے تناسب کا اندازہ لگایا ہو! بظاہر اس کاغذ کے ٹکڑے کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ لیکن اسکا تعلق ایک نامعلوم لاش سے تھا۔ ایسے آدمی کی لاش سے جس کا قتل بڑے پر اسرار حالات میں ہوا تھا۔ اور ان حالات میں یہ دوسرا قتل تھا!

عمران کو اس سلسلے میں پولیس یا محکمہ سراغرسانی کی مشغولیات کا کوئی علم نہیں تھا اس نے فیاض سے یہ بھی معلوم کرنے کی زحمت گوارہ نہیں کی تھی کہ پولیس نے ان حادثات کے متعلق کیا رائے قائم کی ہے۔

عمران نے کاغذ کا ٹکڑا اپنے سوٹ کیس میں ڈال دیا اور دوسرا سوٹ پہن کر دوبارہ باہر جانے کے لئے تیار ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی موٹر سائیکل اسی قصبہ کی طرف جا رہی تھی۔ جہاں وہ ”خوفناک عمارت“ واقع تھی قصبے میں پہنچ کر اس بات کا پتہ لگانے میں دشواری نہ ہوئی کہ وہ عمارت پہلے کس کی ملکیت تھی۔ عمران اس خاندان کے ایک ذمہ دار آدمی سے ملا جس نے عمارت جج صاحب کے ہاتھ فروخت کی تھی۔

”اب سے آٹھ سال پہلے کی بات ہے۔“ اس نے بتایا۔ ”ایاز صاحب نے وہ عمارت ہم سے خریدی تھی۔ اس کے بعد مرنے سے پہلے وہ اسے شہر کے کسی جج صاحب کے نام قانونی طور پر منتقل کر گئے۔“

”ایاز صاحب کون تھے۔ پہلے کہاں رہتے تھے۔“ عمران نے سوال کیا۔

”ہمیں کچھ نہیں معلوم۔ عمارت خریدنے کے بعد تین سال تک زندہ رہے لیکن کسی کو کچھ نہ معلوم ہو سکا کہ وہ کون تھے اور پہلے کہاں رہتے تھے! ان کے ساتھ ایک نوکر تھا جو اب بھی عمارت کے سامنے ایک حصے میں مقیم ہے۔“

”یعنی قبر کا وہ مجاور!“ عمران نے کہا اور بوڑھے آدمی نے اثبات میں سر ہلا دیا وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

”وہ قبر بھی ایاز صاحب ہی نے دریافت کی تھی۔ ہمارے خاندان والوں کو تو اس کا علم نہیں تھا۔ وہاں پہلے کبھی کوئی قبر نہیں تھی۔ ہم نے اپنے بزرگوں سے بھی اس کے بارے میں کچھ نہیں سنا۔“

”اوہ!“ عمران گھورتا ہوا بولا۔ ”بھلا قبر کس طرح دریافت ہوئی تھی۔“

”انہوں نے خواب میں دیکھا تھا کہ اس جگہ کوئی شہید مرد دفن ہیں۔ دوسرے ہی دن قبر بنانی شروع کر دی۔“

”خود ہی بنانی شروع کر دی۔“ عمران نے حیرت سے پوچھا۔

”جی ہاں وہ اپنا سارا کام خود ہی کرتے تھے۔ کافی دولت مند بھی تھے! لیکن انہیں کنجوس نہیں کہا جا سکتا کیونکہ وہ دل کھول کر خیرات کرتے تھے۔“

”جس کمرے میں لاش ملی تھی اس کی دیواروں پر پلاسٹر ہے۔ لیکن دوسرے کمروں میں نہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے۔“

”پلاسٹر بھی ایاز صاحب ہی نے کیا تھا۔“

”خود ہی۔“

”جی ہاں!“

”اس پر یہاں قصبے میں تو بڑی چہ میگوئیاں ہوئی ہوں گی۔“

”قطعی نہیں جناب!.... اب بھی یہاں لوگوں کا یہی خیال ہے کہ ایاز صاحب کوئی پہنچے ہوئے بزرگ تھے اور میرا خیال ہے کہ ان کا نوکر بھی.... بزرگی سے خالی نہیں۔“

”کبھی ایسے لوگ بھی ایاز صاحب سے ملنے کے لئے آئے تھے جو یہاں والوں کے لئے اجنبی رہے ہوں۔“

”جی نہیں.... مجھے تو یاد نہیں۔ میرا خیال ہے کہ ان سے کبھی کوئی ملنے کے لئے نہیں آیا۔“

”اچھا بہت بہت شکریہ!“ عمران بوڑھے سے مصافحہ کر کے اپنی موٹر سائیکل کی طرف بڑھ گیا۔

اب وہ اسی عمارت کی طرف جا رہا تھا اور اس کے ذہن میں بیک وقت کئی خیال تھے! ایاز نے وہ قبر خود ہی بنائی تھی! اور کمرے میں پلاسٹر بھی خود ہی کیا تھا۔ کیا وہ ایک اچھا معمار بھی تھا؟ قبر وہاں پہلے نہیں تھی۔ وہ ایاز ہی کی دریافت تھی۔ اس کا نوکر آج بھی قبر سے چمٹا ہوا ہے۔ آخر کیوں؟ اسی ایک کمرے میں پلاسٹر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

عمران عمارت کے قریب پہنچ گیا۔ بیرونی بیٹھک جس میں قبر کا مجاور رہتا تھا کھلی ہوئی تھی اور وہ خود بھی موجود تھا۔ عمران نے اس پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالی۔ یہ متوسط عمر کا ایک قوی ہیکل آدمی تھا چہرے پر گھنی داڑھی اور آنکھیں سرخ تھیں۔ شائد وہ ہمیشہ ایسی ہی رہتی تھیں۔

عمران نے دو تین بار جلدی جلدی پلکیں جھپکائیں اور پھر اس کے چہرے پر اس پرانے احمق پن کے آثار ابھر آئے۔

”کیا بات ہے۔“ اسے دیکھتے ہی نوکر نے للکارا۔

”مجھے آپ کی دعا سے نوکری مل گئی ہے۔“ عمران سعادت مندانہ لہجے میں بولا۔ ”سوچا کچھ آپ کی خدمت کرتا چلوں۔“

”بھاگ جاؤ۔“ قبر کا مجاور سرخ سرخ آنکھیں نکالنے لگا۔

”اب اتنا نہ تڑپایئے!“ عمران ہاتھ جوڑ کر بولا۔ ”بس آخری درخواست کروں گا۔“

”کون ہو تم.... کیا چاہتے ہو۔“ مجاور یک بیک نرم پڑ گیا۔

”لڑکا۔ بس ایک لڑکا بغیر بچے کے گھر سونا لگتا ہے یا حضرت تیس سال سے بچے کی آرزو ہے۔“

”تیس سال! تمہاری عمر کیا ہے؟“ مجاور اسے گھورنے لگا!

"پچیس سال!"

"بھاگو! مجھے لونڈا بناتے ہو! ابھی بھسم کر دوں گا...."

"آپ غلط سمجھے یا حضرت! میں اپنے باپ کے لئے کہہ رہا تھا...." دوسری شادی کرنے والے ہیں!"

"جاتے ہو یا...." مجاور اٹھتا ہوا بولا۔

"سرکار...." عمران ہاتھ جوڑ کر سعادت مندانہ لہجے میں بولا۔ "پولیس آپ کو بے حد پریشان کرنے والی ہے۔"

"بھاگ جاؤ! پولیس والے گدھے ہیں! وہ فقیر کا کیا بگاڑیں گے!"

"فقیر کے زیر سایہ دو خون ہوئے ہیں۔"

"ہوئے ہوں گے! پولیس جج صاحب کی لڑکی سے کیوں نہیں پوچھتی کہ وہ ایک مسٹنڈے کو لے کر یہاں کیوں آئی تھی۔"

"یا حضرت پولیس واقعی گدھی ہے! آپ ہی کچھ رہنمائی فرمایئے۔"

"تم خفیہ پولیس مین ہو۔"

"نہیں سرکار! میں ایک اخبار کا نامہ نگار ہوں۔ کوئی نئی خبر مل جائے گی تو پیٹ بھرے گا۔"

"ہاں اچھا بیٹھ جاؤ۔ میں اسے برداشت نہیں کر سکتا کہ وہ مکان جہاں ایک بزرگ کا مزار ہے۔ بدکاری کا اڈہ بنے پولیس کو چاہئے کہ اسکی روک تھام کرے۔"

"یا حضرت میں بالکل نہیں سمجھا۔" عمران مایوسی سے بولا۔

"میں سمجھتا ہوں۔" مجاور اپنی سرخ سرخ آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ "چودہ تاریخ کو جج صاحب کی لونڈیا اپنے ایک یار کو لے کر یہاں آئی تھی.... اور گھنٹوں اندر رہی!"

"آپ نے اعتراض نہیں کیا.... میں ہوتا تو دونوں کے سر پھاڑ دیتا۔ توبہ توبہ اتنے بڑے بزرگ کے مزار پر...." عمران اپنا منہ پیٹنے لگا!

"بس خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا تھا.... کیا کروں! میرے مرشد یہ مکان ان لوگوں کو دے گئے ہیں ورنہ بتا دیتا۔"

"آپ کے مرشد؟"

"ہاں.... حضرت ایاز رحمتہ اللہ علیہ! وہ میرے پیر تھے! اس مکان کا یہ کمرہ مجھے دے گئے ہیں۔ تاکہ مزار شریف کی دیکھ بھال کرتا رہوں!"

"ایاز صاحب کا مزار شریف کہاں ہے۔" عمران نے پوچھا۔

"قبرستان میں.... ان کی تو وصیت تھی کہ میری قبر برابر کر دیجائے۔ کوئی نشان نہ رکھا

جائے۔"

"تو جج صاحب کی لڑکی کو پہچانتے ہیں آپ!"

"ہاں پہچانتا ہوں! وہ کانی ہے۔"

"ہائے!" عمران نے سینے پر ہاتھ مارا.... اور مجاور اسے گھورنے لگا۔

"اچھا حضرت! چودہ کی رات کو وہ یہاں آئی تھی اور سولہ کی صبح کو لاش پائی گئی۔"

"ایک نہیں ابھی ہزاروں ملیں گی۔" مجاور کو جلال آگیا! "مزار شریف کی بے حرمتی ہے!"

"مگر سرکار! ممکن ہے کہ وہ اس کا بھائی رہا ہو!"

"ہرگز نہیں! جج صاحب کے کوئی لڑکا نہیں ہے۔"

"تب تو پھر معاملہ.... ہپ!" عمران اپنا داہنا کان کھجانے لگا!

عمران وہاں سے بھی چل پڑا وہ پھر قصبے کے اندر واپس جا رہا تھا۔ دو تین گھنٹہ تک وہ مختلف لوگوں سے پوچھ گچھ کرتا رہا اور پھر شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔

۷

کیپٹن فیاض کام میں مشغول تھا کہ اس کے پاس عمران کا پیغام پہنچا اس نے اسے اس کے آفس کے قریب ہی ریستوران میں بلوا بھیجا تھا۔ فیاض نے وہاں تک پہنچنے میں دیر نہیں لگائی عمران ایک خالی میز پر طبلہ بجا رہا تھا۔ فیاض کو دیکھ کر احمقوں کی طرح مسکرایا۔

"کوئی نئی بات؟" فیاض نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"میر تقی میر غالب تخلص کرتے تھے!"

"یہ اطلاع تم بذریعہ ڈاک بھی دے سکتے تھے۔" فیاض چڑ کر بولا۔

"چودہ تاریخ کی رات کو وہ محبوبہ یک چشم کہاں تھی؟"

"تم آخر اس کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو۔"

"پتہ لگا کر بتاؤ!.... اگر وہ کہے کہ اس نے اپنی وہ رات اپنی کسی خالہ کے ساتھ بسر کی تو تمہارا فرض ہے کہ اس خالہ سے اس بات کی تحقیق کر کے ہمدرد دواخانہ کو فوراً مطلع کر دو، ورنہ خط و کتابت صیغہ راز میں نہ رکھی جائے گی۔"

"عمران میں بہت مشغول ہوں!"

"میں بھی دیکھ رہا ہوں! کیا آج کل تمہارے آفس میں مکھیوں کی کثرت ہو گئی ہے! کثرت سے یہ مراد نہیں کہ مکھیاں ڈنڈ پیلتی ہیں۔"

"میں جا رہا ہوں۔" فیاض جھنجھلا کر اٹھتا ہوا بولا۔

"ارے کیا تمہاری ناک پر کھیاں نہیں بیٹھتیں۔" عمران نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بٹھاتے ہوئے کہا۔

فیاض اسے گھورتا ہوا بیٹھ گیا! وہ سچ مچ جھنجھلا گیا تھا۔

"تم آئے کیوں تھے۔" اس نے پوچھا۔

"اوہ! یہ تو مجھے بھی یاد نہیں رہا!.... میرا خیال ہے شائد میں تم سے چاول کا بھاؤ پوچھنے آیا تھا.... مگر تم کہو گے کہ میں کوئی ناچنے والی تو ہوں نہیں کہ بھاؤ بتاؤں.... ویسے تمہیں یہ اطلاع دے سکتا ہوں کہ ان لاشوں کے سلسلے میں کہیں نہ کہیں محبوب یک چشم کا قدم ضرور ہے.... میں نے کوئی غلط لفظ تو نہیں بولا.... ہاں!"

"اس کا قدم کس طرح!" فیاض یک بیک چونک پڑا۔

"انسائیکلوپیڈیا میں یہی لکھا ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "بس یہ معلوم کرو کہ اس نے چودہ کی رات کہاں بسر کی!"

"کیا تم سنجیدہ ہو۔"

"اف فوہ! بیوقوف آدمی ہمیشہ سنجیدہ رہتے ہیں!"

"اچھا میں معلوم کروں گا۔"

"خدا تمہاری مادہ کو سلامت رکھے۔ دوسری بات یہ کہ مجھے جج صاحب کے دوست ایاز کے مکمل حالات درکار ہیں وہ کون تھا کہاں پیدا ہوا تھا کس خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اسکے علاوہ دوسرے اعزہ کہاں رہتے ہیں! سب مر گئے یا ابھی کچھ زندہ ہیں۔"

"تو ایسا کرو! آج شام کی چائے میرے گھر پر پیو۔" فیاض بولا۔

"اور اس وقت کی چائے۔" عمران نے بڑے بھولے پن سے پوچھا۔

فیاض نے ہنس کر ویٹر کو چائے کا آرڈر دیا.... عمران الوؤں کی طرح دیدے پھرا رہا تھا! وہ کچھ دیر بعد بولا۔

"کیا تم مجھے جج صاحب سے ملاؤ گے۔"

"ہاں میں تمہاری موجودگی میں ہی ان سے اس کے متعلق گفتگو کروں گا۔"

"ہی.... ہی.... مجھے تو بڑی شرم آئے گی۔" عمران دانتوں تلے انگلی دبا کر دہرا ہو گیا۔

"کیوں.... کیوں بور کر رہے ہو.... شرم کی کیا بات ہے۔"

"نہیں میں والد صاحب کو بھیج دوں گا۔"

"کیا بک رہے ہو۔"

"میں براہِ راست خود شادی نہیں طے کرنا چاہتا۔"

"خدا سمجھے! ارے میں ایاز والی بات کر رہا تھا۔"

"لاحول ولا قوۃ۔" عمران نے جھینپ جانے کی ایکٹنگ کی۔

"عمران آدمی بنو۔"

"اچھا!" عمران نے بڑی سعادت مندی سے سر ہلایا۔

چائے آگئی تھی.... فیاض کچھ سوچ رہا تھا! کبھی کبھی وہ عمران کی طرف بھی دیکھ لیتا تھا جو اپنے سامنے والی دیوار پر لگے ہوئے آئینے میں دیکھ دیکھ کر منہ بنا رہا تھا۔ فیاض نے چائے بنا کر پیالی اس کے آگے کھسکا دی۔

"یار فیاض!.... وہ شہید مرد کی قبر والا مجاور بڑا گریٹ آدمی معلوم ہوتا ہے" عمران بولا۔

"کیوں؟"

"اس نے ایک بڑی گریٹ بات کہی تھی۔"

"کیا----!"

"یہی کہ پولیس والے گدھے ہیں۔"

"کیوں کہا تھا اس نے۔" فیاض چونک کر بولا۔

"پتہ نہیں، لیکن اس نے بات بڑے پتے کی کہی تھی۔"

"تم خواہ مخواہ گالیاں دینے پر تلے ہوئے ہو۔"

"نہیں پیارے! اچھا تم یہ بتاؤ! وہاں قبر کس نے بنائی تھی اور اس ایک کمرے کے پلاسٹر کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔"

"میں فضولیات میں سر نہیں کھپاتا!" فیاض چڑ کر بولا۔ "اس معاملہ سے ان کا کیا تعلق۔"

"تب تو کسی اجنبی کی لاش کا وہاں پایا جانا بھی کوئی اہمیت نہیں رکھتا" عمران نے کہا۔

" آخر تم کہنا کیا چاہتے ہو۔" فیاض جھنجھلا کر بولا۔

"یہ کہ نیک بچے صبح اٹھ کر اپنے بڑوں کو سلام کرتے ہیں۔ پھر ہاتھ منہ دھو کر ناشتہ کرتے ہیں... پھر اسکول چلے جاتے ہیں کتاب کھول کر الف سے الو! ب سے بندر... پے سے پتنگ...!"

"عمران خدا کے لئے!" فیاض ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"اور خدا کو ہر وقت یاد رکھتے ہیں۔"

"بکے جاؤ۔"

"چلو خاموش ہو گیا۔ ایک خاموشی ہزار ٹلائیں بالتی ہے.... ہائیں کیا ٹلائیں.... لاحول ولا قوۃ.... میں نے ابھی کیا کہا تھا؟"

"اپنا سر۔"

"ہاں.... شکریہ! میرا سر بڑا مضبوط ہے.... ایک بار اتنا مضبوط ہو گیا تھا کہ میں اسے بینگن کا بھرتہ کہا کرتا تھا۔"

"چائے ختم کر کے دفع ہو جایئے۔" فیاض بولا۔ "مجھے ابھی بہت کام ہے شام کو گھر ضرور آنا۔"

۸

اسی شام کو عمران اور فیاض جج صاحب کے ڈرائنگ روم میں بیٹھے ان کا انتظار کر رہے تھے ان کی لڑکی بھی موجود تھی اور اس نے اس وقت بھی سیاہ رنگ کی عینک لگا رکھی تھی۔ عمران بار بار اس کی طرف دیکھ کر ٹھنڈی آہیں بھر رہا تھا! فیاض کبھی کبھی رابعہ کی نظر بچا کر اسے گھورنے لگتا۔

تھوڑی دیر بعد جج صاحب آگئے اور رابعہ اٹھ کر چلی گئی۔

"بڑی تکلیف ہوئی آپ کو!" فیاض بولا۔

"کوئی بات نہیں فرمایئے۔"

"بات یہ ہے کہ میں ایاز کے متعلق مزید معلومات چاہتا ہوں۔"

"میرا خیال ہے کہ میں آپ کو سب کچھ بتا چکا ہوں۔"

"میں اسکے خاندانی حالات معلوم کرنا چاہتا ہوں تاکہ اسکے اعزہ سے مل سکوں۔"

"افسوس کہ میں اسکی بابت کچھ نہ بتا سکوں گا۔" جج صاحب نے کہا" بات آپ کو عجیب معلوم ہو گی لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں اسکے متعلق کچھ نہیں جانتا حالانکہ ہم گہرے دوست تھے۔"

"کیا آپ یہ بھی نہ بتا سکیں گے کہ وہ باشندہ کہاں کا تھا۔"

"افسوس میں یہ بھی نہیں جانتا۔"

"بڑی عجیب بات ہے۔ اچھا پہلی ملاقات کہاں ہوئی تھی۔"

"انگلینڈ میں۔"

فیاض بے اختیار چونک پڑا.... لیکن عمران بالکل ٹھس بیٹھا رہا۔ اس کی حالت میں ذرہ برابر بھی کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔

"کب کی بات ہے۔" فیاض نے پوچھا۔

"تیس سال پہلے کی! اور یہ ملاقات بڑے عجیب حالات میں ہوئی تھی۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب میں آکسفورڈ میں قانون پڑھ رہا تھا۔ ایک بار ایک ہنگامے میں پھنس گیا۔ جس کی وجہ سو فیصدی غلط فہمی تھی۔ اب سے تیس سال پہلے کا لندن نفرت انگیز تھا انتہائی نفرت انگیز.... اسی سے اندازہ لگایئے کہ وہاں کے ایک ہوٹل پر ایک ایسا سائن بورڈ تھا جس پر تحریر تھا۔ "ہندوستانیوں اور کتوں کا داخلہ ممنوع ہے....!" میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ اب بھی ہے یا

نہیں.... بہر حال ایسے ماحول میں اگر کسی ہندوستانی اور کسی انگریز کے درمیان میں کوئی غلط فہمی پیدا ہو جائے تو انجام ظاہر ہی ہے۔ وہ ایک ریسٹوران تھا جہاں ایک انگریز سے میرا جھگڑا ہو گیا۔ علاقہ ایسٹ اینڈ کا تھا جہاں زیادہ تر جنگلی ہی رہا کرتے تھے! آج بھی جنگلی ہی رہتے ہیں! انتہائی غیر مہذب لوگ جو جانوروں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں! اوہ میں خواہ مخواہ بات کو طوالت دے رہا ہوں! مطلب یہ کہ جھگڑا بڑھ گیا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ میں خود ہی کسی طرح جان بچا کر نکل جانا چاہتا تھا!.... اچانک ایک آدمی بھیڑ کو چیرتا ہوا میرے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایاز تھا۔ اسی دن میں نے اسے پہلے پہل دیکھا.... اور اس روپ میں دیکھا کہ آج تک متحیر ہوں.... وہ مجمع جو مجھے مار ڈالنے پر تل گیا تھا ایاز کی شکل دیکھتے ہی تتر بتر ہو گیا! ایسا معلوم ہوا جیسے بھیڑوں کے گلے میں کوئی بھیڑیا گھس آیا ہو.... بعد کو معلوم ہوا کہ ایاز اس علاقے کے با اثر لوگوں میں سے تھا.... ایسا کیوں تھا یہ مجھے آج تک نہ معلوم ہو سکا.... ہمارے تعلقات بڑھے اور بڑھتے چلے گئے۔ لیکن میں اس کے متعلق کبھی کچھ نہ جان سکا۔ وہ ہندوستانی ہی تھا لیکن مجھے یہاں تک بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ کس صوبے یا شہر کا باشندہ تھا۔"

جج صاحب نے خاموش ہو کر ان کی طرف سگار کیس بڑھایا۔ عمران خاموش بیٹھا چھت کی طرف گھور رہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا۔ جیسے فیاض زبردستی کسی بیوقوف کو پکڑ لایا ہو! بیوقوف ہی نہیں بلکہ ایسا آدمی جو ان کی گفتگو ہی سمجھنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو! فیاض نے کئی بار اسے کنکھیوں سے دیکھا بھی لیکن خاموش ہی رہا۔

"شکریہ!" فیاض نے سگار لیتے ہوئے کہا اور پھر عمران کی طرف دیکھ کر بولا "جی یہ نہیں پیتے۔"

اس پر بھی عمران نے چھت سے اپنی نظریں نہ ہٹائیں ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ خود کو تنہا محسوس کر رہا ہو! جج صاحب نے بھی عجیب نظروں سے اسکی طرف دیکھا۔ لیکن کچھ بولے نہیں۔

اچانک عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر "اللہ" کہا اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ وہ منہ چلاتا ہوا ان دونوں کو احمقوں کی طرح دیکھ رہا تھا۔

اس پر بھی فیاض کو خوشی ہوئی کہ جج صاحب نے عمران کے متعلق کچھ نہیں پوچھا! فیاض کوئی دوسرا سوال سوچ رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ یہ دعا بھی کر رہا تھا کہ عمران کی زبان بند ہی رہے تو بہتر ہی ہے مگر شائد عمران چہرہ شناسی کا بھی ماہر تھا کیونکہ دوسرے ہی لمحہ میں اس نے بکنا شروع کر دیا۔

"ہاں صاحب! اچھے لوگ بہت کم زندگی لے کر آتے ہیں! ایاز صاحب تو ولی اللہ تھے۔

؎ چرخ کج رفتار و ناہنجار کب کسی کو.... غالب کا شعر ہے!"

لیکن قبل اس کے عمران شعر سناتا فیاض بول پڑا۔ "جی ہاں قصبے والوں میں کچھ اسی قسم کی افواہ

ہے!"

"بھئی یہ بات تو کسی طرح میرے حلق سے نہیں اترتی! سنا میں نے بھی ہے" جج صاحب بولے! "اس کی موت کے بعد قصبے کے کچھ معزز لوگوں سے ملا بھی تھا انہوں نے بھی یہی خیال ظاہر کیا تھا کہ وہ کوئی پہنچا ہوا آدمی تھا لیکن میں نہیں سمجھتا۔ اس کی شخصیت پراسرار ضرور تھی... مگر ان معنوں میں نہیں!"

"اس کے نوکر کے متعلق کیا خیال ہے جو قبر کی مجاوری کرتا ہے۔" فیاض نے پوچھا۔

"وہ بھی ایک پہنچے ہوئے بزرگ ہیں۔" عمران تڑ سے بولا۔ اور جج صاحب پھر اسے گھورنے لگے لیکن اس بار بھی انہوں نے اس کے متعلق کچھ نہیں پوچھا۔

"کیا وصیت نامے میں یہ بات ظاہر کر دی گئی ہے کہ قبر کا مجاور عمارت کے بیرونی کمرے پر قابض رہے گا۔" فیاض نے جج صاحب سے پوچھا۔

"جی ہاں! قطعی!" جج صاحب نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "بہتر ہوگا اگر ہم دوسری باتیں کریں! اس عمارت سے میرا بس اتنا ہی تعلق ہے کہ میں قانونی طور پر اس کا مالک ہوں۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ میرے گھر کے کسی فرد نے آج تک اس میں قیام نہیں کیا۔"

"کوئی کبھی ادھر گیا بھی نہ ہوگا!" فیاض نے کہا۔

"بھئی کیوں نہیں! شروع میں تو سب ہی کو اس کو دیکھنے کا اشتیاق تھا! ظاہر ہے کہ وہ ایک حیرت انگیز طریقے سے ہماری ملکیت میں آئی تھی۔"

"ایاز صاحب کے جنازے پر نور کی بارش ہوئی تھی۔" عمران نے پھر ٹکڑا لگایا۔

"مجھے پتہ نہیں۔" جج صاحب بیزاری سے بولے۔ "میں اس وقت وہاں پہنچا تھا جب وہ دفن کیا جا چکا تھا۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ عمارت آسیب زدہ ہے۔" فیاض نے کہا۔

"ہو سکتا ہے! کاش وہ میری ملکیت نہ ہوتی! کیا اب آپ لوگ مجھے اجازت دیں گے۔"

"معاف کیجئے گا۔" فیاض اٹھتا ہوا بولا۔ "آپ کو بہت تکلیف دی مگر معاملہ ہی ایسا ہے"

فیاض اور عمران باہر نکلے! فیاض اس پر جھلایا ہوا تھا۔ باہر آتے ہی برس پڑا۔

"تم ہر جگہ اپنے گدھے پن کا ثبوت دینے لگتے ہو۔"

"اور میں یہ سوچ رہا ہوں کہ تمہیں گولی مار دوں۔" عمران بولا۔

"کیوں میں نے کیا کیا ہے؟"

"تم نے یہ کیوں نہیں پوچھا کہ محبوبہ یک چشم چودہ تاریخ کی رات کو کہاں تھی۔"

"کیوں بور کرتے ہو! میرا موڈ ٹھیک نہیں ہے۔"

"خیر مجھے کیا میں خود ہی پوچھ لوں گا۔" عمران نے کہا۔ "سر جہانگیر کو جانتے ہو۔"

"ہاں کیوں؟"

"وہ میرا رقیب ہے۔"

"ہوگا تو میں کیا کروں۔"

"کسی طرح پتہ لگاؤ کہ وہ آج کل کہاں ہے۔"

"میرا وقت برباد نہ کرو۔" فیاض جھنجھلا گیا۔

"تب پھر تم بھی وہیں جاؤ جہاں شیطان قیامت کے دن جائے گا۔" عمران نے کہا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا جج صاحب کے گیراج کی طرف چلا گیا۔ یہاں سے رابعہ باہر جانے کے لئے کار نکال رہی تھی۔

"مس سلیم" عمران کھنکار کر بولا۔ "شائد ہمارا تعارف پہلے بھی ہو چکا ہے۔"

"اوہ جی ہاں جی ہاں۔" رابعہ جلدی سے بولی۔

"کیا آپ مجھے لفٹ دینا پسند کریں گی۔"

"شوق سے آیئے....!"

رابعہ خود ڈرائیو کر رہی تھی! عمران شکریہ ادا کر کے اس کے برابر بیٹھ گیا۔

"کہاں اتریئے گا۔" رابعہ نے پوچھا۔

"سچ پوچھئے تو میں اترنا ہی نہ چاہوں گا۔"

رابعہ صرف مسکرا کر رہ گئی۔ اس وقت اس نے ایک مصنوعی آنکھ لگا رکھی تھی اس لئے آنکھوں پر عینک نہیں تھی۔

فیاض کی بیوی نے اسے عمران کے متعلق بہت کچھ بتایا تھا۔ اس لئے وہ اسے احمق سمجھنے کے لئے تیار نہیں تھی....!

"کیا آپ کچھ ناراض ہیں۔" عمران نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"جی!" رابعہ چونک پڑی۔ "نہیں تو۔" .... پھر ہنسنے لگی۔

"میں نے کہا شائد، مجھ سے لوگ عموماً ناراض رہا کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ میں انہیں خواہ مخواہ غصہ دلا دیتا ہوں۔"

"پتہ نہیں۔ مجھے تو آپ نے ابھی تک غصہ نہیں دلایا۔"

"تب تو یہ میری خوش قسمتی ہے۔" عمران نے کہا۔ ویسے اگر میں کوشش کروں تو آپ کو غصہ دلا سکتا ہوں۔"

رابعہ پھر ہنسنے لگی! "کیجئے کوشش!" اس نے کہا۔

”اچھا تو آپ شاید یہ سمجھتی ہوں کہ یہ ناممکن ہے۔“ عمران نے احمقوں کی طرح ہنس کر کہا۔

”میں تو یہی سمجھتی ہوں۔ مجھے غصہ کبھی نہیں آتا۔“

”اچھا تو سنبھلئے!“ عمران نے اس طرح کہا جیسے ایک شمشیر زن کسی دوسرے شمشیر زن کو للکارتا ہوا کسی گھٹیا سی فلم میں دیکھا جا سکتا ہے۔

رابعہ کچھ نہ بولی۔ وہ کچھ بور سی ہونے لگی تھی۔

”آپ چودہ تاریخ کی رات کو کہاں تھیں۔“ عمران نے اچانک پوچھا۔

”جی.... “ رابعہ بے اختیار چونک پڑی۔

”اوہ! اسٹیرنگ سنبھالئے! کہیں کوئی ایکسیڈنٹ نہ ہو جائے!“ عمران بولا ”دیکھئے میں نے آپ کو غصہ دلا دیا نا۔“ پھر اس نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور اپنی ران پیٹنے لگا۔

رابعہ کی سانس پھولنے لگی تھی اور اس کے ہاتھ اسٹیرنگ پر کانپ رہے تھے۔

”دیکھئے“ اس نے ہانپتے ہوئے کہا۔ ”مجھے جلدی ہے.... واپس جانا ہوگا.... آپ کہاں اتریں گے۔“

”آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔“ عمران پُر سکون لہجے میں بولا۔

”آپ سے مطلب! آپ کون ہوتے ہیں پوچھنے والے۔“

”دیکھا.... آگیا غصہ! ویسے یہ بات بہت اہم ہے اگر پولیس کے کانوں تک جا پہنچی تو زحمت ہو گی! ممکن ہے میں کوئی ایسی کارروائی کر سکوں جس کی بناء پر پولیس یہ سوال ہی نہ اٹھائے۔“

رابعہ کچھ نہ بولی وہ اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔

”میں یہ بھی نہ پوچھوں گا کہ آپ کہاں تھیں۔“ عمران نے پھر کہا۔ ”کیونکہ مجھے معلوم ہے مجھے آپ صرف اتنا بتا دیجئے کہ آپ کے ساتھ کون تھا؟“

”مجھے پیاس لگ رہی ہے۔“ رابعہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

”او ہو! تو روکئے.... کیفے نبراسکا نزدیک ہی ہے۔“

کچھ آگے چل کر رابعہ نے کار کھڑی کر دی اور وہ دونوں اتر کر فٹ پاتھ سے گذرتے ہوئے کیفے نبراسکا میں چلے گئے۔

عمران نے ایک خالی گوشہ منتخب کیا! اور وہ بیٹھ گئے!.... چائے سے پہلے عمران نے ایک گلاس ٹھنڈے پانی کے لئے کہا۔

”مجھے یقین ہے کہ واپسی میں کنجی اس کے پاس رہ گئی ہو گی۔“ عمران نے کہا۔

”کس کے پاس؟“ رابعہ پھر چونک پڑی۔

”فکر نہ کیجئے! مجھے یقین ہے کہ اس نے آپ کو اپنا صحیح نام اور پتہ ہرگز نہ بتایا ہو گا اور کنجی واپس کر دینے کے بعد سے اب تک ملا بھی نہ ہو گا۔“

رابعہ بالکل نڈھال ہو گئی اس نے مردہ سی آواز میں کہا۔ ”پھر اب آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔“

”آپ اس سے کب اور کن حالات میں ملی تھیں۔“

”اب سے دو ماہ پیشتر!“

”کہاں ملا تھا۔“

”ایک تقریب میں! مجھے یہ یاد نہیں کہ کس نے تعارف کرایا تھا۔“

”تقریب کہاں تھی۔“

”شائد سر جہانگیر کی سالگرہ کا موقعہ تھا۔“

”اوہ!“.... عمران کچھ سوچنے لگا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ ”کنجی آپ کو اس نے کب واپس کی تھی۔“

”پندرہ کی شام کو۔“

”اور سولہ کی صبح کو لاش پائی گئی۔“ عمران نے کہا۔

رابعہ بری طرح ہانپنے لگی۔ وہ چائے کی پیالی میز پر رکھ کر کرسی کی پشت سے ٹک گئی۔ اس کی حالت باز کے پنجے میں پھنسی ہوئی کسی ننھی منی چڑیا سے مشابہ تھی۔

”پندرہ کے دن بھر کنجی اس کے پاس رہی! اس نے اس کی ایک نقل تیار کرا کے کنجی آپ کو واپس کر دی! اس کے بعد پھر وہ آپ سے نہیں ملا۔ غلط کہہ رہا ہوں؟“

”ٹھیک ہے۔“ وہ آہستہ سے بولی۔ ”وہ مجھ سے کہا کرتا تھا کہ وہ ایک سیاح ہے!“

”جعفریہ ہوٹل میں قیام پذیر ہے.... لیکن پرسوں میں وہاں گئی تھی....“

وہ خاموش ہو گئی۔ اس پر عمران نے سر ہلا کر کہا۔ ”اور آپ کو وہاں معلوم ہوا کہ اس نام کا کوئی آدمی وہاں کبھی ٹھہرا ہی نہیں۔“

”جی ہاں۔“ رابعہ سر جھکا کر بولی۔

”آپ سے اس کی دوستی کا مقصد محض اتنا ہی تھا کہ وہ کسی طرح آپ سے اس عمارت کی کنجی حاصل کر لے۔“

”میں گھر جانا چاہتی ہوں.... میری طبیعت ٹھیک نہیں۔“

”دو منٹ۔“ عمران نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ ”آپ کی زیادہ تر ملاقاتیں کہاں ہوتی تھیں۔“

”ٹپ ٹاپ نائٹ کلب میں!“

”لیڈی جہانگیر سے اس کے تعلقات کیسے تھے۔“

”لیڈی جہانگیر...“ رابعہ چڑ کر بولی۔ ”آخر ان معاملات میں آپ ان کا نام کیوں لے رہے ہیں۔“

"کیا آپ میرے سوال کا جواب نہ دیں گی؟" عمران نے بڑی شرافت سے پوچھا۔

"نہیں! میرا خیال ہے کہ میں نے ان دونوں کو کبھی نہیں ملتے دیکھا۔"

"شکریہ!" اب میں اس کا نام نہیں پوچھوں گا! ظاہر ہے کہ اس نے نام بھی صحیح نہ بتایا ہوگا.... لیکن اگر آپ اس کا حلیہ بتا سکیں تو مشکور ہونگا۔"

رابعہ کو بتانا ہی پڑا۔ لیکن وہ بہت زیادہ مغموم تھی اور ساتھ ہی ساتھ خائف بھی۔

۹

عمران فٹ پاتھ پر تنہا کھڑا تھا!--- رابعہ کی کار جا چکی تھی۔ اس نے جیب سے ایک چیونگم نکالی اور منہ میں ڈال کر دانتوں سے اسے کچلنے لگا.... غور و فکر کے عالم میں چیونگم اس کا بہترین رفیق ثابت ہوتا تھا.... جاسوسی ناولوں کے سراغرسانوں کی طرح نہ اسے سگار سے دلچسپی تھی اور نہ پائپ سے! شراب بھی نہیں پیتا تھا۔

اس کے ذہن میں اس وقت کئی سوال تھے اور وہ فٹ پاتھ کے کنارے پر اس طرح کھڑا ہوا تھا جیسے سڑک پار کرنے کا ارادہ رکھتا ہو.... مگر یہ حقیقت تھی کہ اسکے ذہن میں اس قسم کا کوئی خیال نہیں تھا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ ان معاملات سے سر جہانگیر کا تعلق ہو سکتا ہے دوسری لاش کے قریب اسے کاغذ کا جو ٹکڑا ملا تھا وہ سر جہانگیر ہی کے رائٹنگ پیڈ کا تھا۔ رابعہ سے پر اسرار نوجوان کی ملاقات بھی سر جہانگیر ہی کے یہاں ہوئی تھی.... اور لیڈی جہانگیر نے جس خوبصورت نوجوان کا تذکرہ کیا تھا وہ اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا.... لیکن لیڈی جہانگیر بھی اس سے واقف نہیں تھی۔ لیڈی جہانگیر کی یہ بات بھی سچ تھی کہ اگر وہ شہر کے کسی ذی حیثیت خاندان کا فرد ہوتا تو لیڈی جہانگیر اس سے ضرور واقف ہوتی! فرض کیا کہ اگر لیڈی جہانگیر بھی کسی سازش میں شریک تھی تو اس نے اس کا تذکرہ عمران سے کیوں کیا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اس کی دوسری زندگی سے واقف نہ رہی ہو۔ لیکن پھر بھی سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس نے تذکرہ کیا ہی کیوں؟ وہ کوئی ایسی اہم بات نہ تھی! سینکڑوں نوجوان لڑکیوں کے چکر میں رہے ہوں گے۔ چاہے وہ پانی بھرنے کے مشکیزے سے بھی بدتر کیوں نہ ہوں! پھر ایک سوال اس کے ذہن میں اور ابھرا! آخر اس مجاور نے پولیس کو رابعہ کے متعلق کیوں نہیں بتایا تھا.... قبر اور لاش کے متعلق تو اس نے سوچنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ فکر اس بات کی تھی کہ وہ لوگ کون ہیں اور اس مکان میں کیوں دلچسپی لے رہے ہیں اگر وہ سر جہانگیر ہی ہے تو اس کا اس عمارت سے کیا تعلق؟-- سر جہانگیر سے وہ اچھی طرح واقف تھا لیکن یوں بھی نہیں کہ اس پر کسی قسم کا شبہ کر سکتا۔ سر جہانگیر شہر کے معزز ترین لوگوں میں تھا۔ نہ صرف معزز بلکہ نیک نام بھی!

تھوڑی دیر بعد عمران سڑک پار کرنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ رکتی ہوئی کار اس کی راہ میں حائل ہو گئی۔ یہ رابعہ ہی کی کار تھی۔

"خدا کا شکر ہے کہ آپ مل گئے۔" اس نے کھڑکی سے سر نکال کر کہا۔

"میں جانتا تھا کہ آپ کو پھر میری ضرورت محسوس ہوگی!" عمران نے کہا اور کار کا دروازہ کھول کر رابعہ کے برابر بیٹھ گیا!.... کار پھر چل پڑی۔

"خدا کے لئے مجھے بچائیے۔" رابعہ نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں ڈوب رہی ہوں!"

"تو کیا آپ مجھے تنکا سمجھتی ہیں۔" عمران نے قہقہہ لگایا۔

"خدا کے لئے کچھ کیجئے۔ اگر ڈیڈی کو اس کا علم ہو گیا تو....؟"

"نہیں ہونے پائے گا۔" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔ "آپ لوگ مردوں کے دوش بدوش جھک مارنے میدان میں نکلی ہیں.... مجھے خوشی ہے.... لیکن آپ نہیں جانتیں کہ مرد ہر میدان میں آپ کو الو بناتا ہے.... ویسے معاف کیجئے مجھے نہیں معلوم کہ الو کی مادہ کو کیا کہتے ہیں۔"

رابعہ کچھ نہ بولی اور عمران کہتا رہا۔ "خیر بھول جائیے اس بات کو۔ میں کوشش کروں گا کہ اس ڈرامے میں آپ کا نام نہ آنے پائے! اب تو آپ مطمئن ہیں نا.... گاڑی روکئے.... اچھا ٹاٹا...."

"ارے!" رابعہ کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکلی اور اس نے پورے بریک لگا دیئے۔

"کیا ہوا!" عمران گھبرا کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"وہی ہے۔" رابعہ بڑبڑائی۔ "اتریئے.... میں اسے بتاتی ہوں۔"

"کون ہے۔ کیا بات ہے۔"

"وہی جس نے مجھے اس مصیبت میں پھنسایا ہے۔"

"کہاں ہے۔"

"وہ... اس بار میں ابھی ابھی گیا ہے، وہی تھا... چمڑے کی جیکٹ اور کتھئی پتلون میں...."

"اچھا تو آپ جائیے! میں دیکھ لوں گا!"

"نہیں میں بھی...."

"جاؤ!" عمران آنکھیں نکال کر بولا! رابعہ سہم گئی! اس وقت احمق عمران کی آنکھیں اسے بڑی خوفناک معلوم ہوئیں۔ اس نے چپ چاپ کار موڑلی۔

عمران بار میں گھسا!.... بتائے ہوئے آدمی کو تلاش کرنے میں دیر نہیں لگی۔ وہ ایک میز پر تنہا بیٹھا تھا۔ وہ گٹھیلے جسم کا ایک خوش رو جوان تھا۔ پیشانی کشادہ اور چوٹ کے نشانات سے داغدار تھی۔ شاید وہ سر کو دائیں جانب تھوڑا سا جھکائے رکھنے کا عادی تھا۔ عمران اس کے قریب ہی میز پر

بیٹھ گیا۔

ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے کسی کا انتظار ہو! کچھ مضطرب بھی تھا۔ عمران نے پھر ایک چیونگم نکال کر منہ میں ڈال لیا!

اس کا اندازہ غلط نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد ایک آدمی چمڑے کی جیکٹ والے کے پاس آکر بیٹھ گیا! اور پھر عمران نے اس کے چہرے سے اضطراب کے آثار غائب ہوتے دیکھے۔

”سب چوپٹ ہو رہا ہے!“ چمڑے کی جیکٹ والا بولا۔

”اس بڈھے کو خبط ہو گیا ہے!“ دوسرے آدمی نے کہا۔

عمران ان کی گفتگو صاف سن سکتا تھا! جیکٹ والا چند لمحے پر خیال انداز میں اپنی ٹھوڑی کھجلاتا رہا پھر بولا۔

”مجھے یقین ہے کہ اس کا خیال غلط نہیں ہے! وہ سب کچھ وہیں ہے لیکن ہمارے ساتھی بودے ہیں۔ آوازیں سنتے ہی ان کی روح فنا ہو جاتی ہے۔“

”لیکن بھئی!.... آخر وہ آوازیں ہیں کیسی!“

”کیسی ہی کیوں نہ ہوں! ہمیں ان کی پرواہ نہ کرنی چاہئے۔“

”اور وہ دونوں کس طرح مرے۔“

”یہ چیز!“ جیکٹ والا کچھ سوچتے ہوئے بولا۔ ”ابھی تک میری سمجھ میں نہ آسکی! مرتا وہی ہے جو کام شروع کرتا ہے۔ یہ ہم شروع ہی سے دیکھتے رہے ہیں۔“

”پھر ایسی صورت میں ہمیں کیا کرنا چاہئے۔“ دوسرے آدمی نے کہا۔

”ہمیں آج یہ معاملہ طے ہی کر لینا ہے!“ جیکٹ والا بولا۔ ”یہ بھی بڑی بات ہے کہ وہاں پولیس کا پہرہ نہین ہے۔“

”لیکن اس رات کو ہمارے علاوہ اور کوئی بھی وہاں تھا مجھے تو اسی آدمی پر شبہ ہے جو باہر والے کمرے میں رہتا ہے۔“

”اچھا اٹھو! ہمیں وقت نہ برباد کرنا چاہئے۔“

”کچھ پی تو لیں! میں بہت تھک گیا ہوں.... کیا پئو گے.... وہسکی یا کچھ اور“

پھر وہ دونوں پیتے رہے اور عمران اٹھ کر قریب ہی کے ایک پبلک ٹیلیفون بوتھ میں چلا گیا! دوسرے لمحے میں وہ فیاض کے نجی فون نمبر ڈائیل کر رہا تھا۔

”ہیلو! سوپر.... ہاں میں ہی ہوں! خیریت کہاں.... زکام ہو گیا ہے۔ پوچھنا یہ ہے کہ میں جوشاندہ پی لوں!.... ارے تو اس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے.... دیگر احوال یہ ہے کہ ایک گھنٹے کے اندر اندر اس عمارت کے گرد مسلح پہرہ لگ جانا چاہئے.... بس بس آگے مت پوچھو! اگر اس کے خلاف ہوا تو آئندہ شرلاک ہومز ڈاکٹر واٹسن کی مدد نہیں کرے گا۔“

ٹیلی فون بوتھ سے واپس آکر عمران نے پھر اپنی جگہ سنبھال لی۔ جیکٹ والا دوسرے آدمی سے کہہ رہا تھا۔

”بوڑھا پاگل نہیں ہے اس کے اندازے غلط نہیں ہوتے۔“

”اونہہ ہو گا۔“ دوسرا میز پر خالی گلاس پٹختا ہوا بولا۔ ”صحیح ہو یا غلط سب جہنم میں جائے لیکن تم اپنی کہو۔ اگر اس لڑکی سے پھر ملاقات ہو گئی تو کیا کرو گے۔“

”اوہ!“ جیکٹ والا ہنسنے لگا۔ ”معاف کیجئے گا میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔“

”ٹھیک! لیکن اگر وہ پولیس تک پہنچ گئی تو۔“

”وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتی.... بیان دیتے وقت اسے اس کا اظہار بھی کرنا پڑیگا کہ وہ ایک رات میرے ساتھ اس مکان میں بسر کر چکی ہے۔ اور پھر میرا خیال ہے کہ شائد اس کا ذہن کنجی تک پہنچ ہی نہ سکے۔“

عمران کافی کا آرڈر دے کر دوسرے چیونگم سے شغل کرنے لگا اس کے چہرے سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ سارے ماحول سے قطعی بے تعلق ہو۔ لیکن یہ حقیقت تھی کہ ان دونوں کی گفتگو کا ایک ایک لفظ اسکی یادداشت ہضم کرتی جا رہی تھی۔

”تو کیا آج بوڑھا آئے گا۔“ دوسرے آدمی نے پوچھا۔

”ہاں! آج فیصلہ ہو جائے۔“ جیکٹ والے نے کہا۔

دونوں اٹھ گئے۔ عمران نے اپنے حلق میں بچی کھچی کافی انڈیل لی۔ بل وہ پہلے ہی ادا کر چکا تھا۔ وہ دونوں باہر نکل کر فٹ پاتھ پر کھڑے ہو گئے اور پھر انہوں نے ایک ٹیکسی رکوائی کچھ دیر بعد ان کی ٹیکسی کے پیچھے ایک دوسری ٹیکسی بھی جا رہی تھی جس کی پچھلی سیٹ پر عمران اکڑوں بیٹھا ہوا سر کھجا رہا تھا۔ حماقت انگیز حرکتیں اس سے اکثر تنہائی میں بھی سرزد ہو جاتی تھیں۔

ارکھیم لین میں پہنچ کر اگلی ٹیکسی رک گئی! وہ دونوں اترے اور ایک گلی میں گھس گئے۔ یہاں عمران ذرا سا چوک گیا! اس نے انہیں گلی میں گھستے ضرور دیکھا تھا۔ لیکن جتنی دیر میں وہ ٹیکسی کا کرایہ چکاتا انہیں کھو چکا تھا!

گلی سنسان پڑی تھی۔ آگے بڑھا تو داہنے ہاتھ کو ایک دوسری گلی دکھائی دی۔ اب اس دوسری گلی کو طے کرتے وقت اسے احساس ہوا کہ وہاں تو گلیوں کا جال بچھا ہوا تھا! لہٰذا سر مارنا فضول سمجھ کر وہ پھر سڑک پر آگیا! وہ اس گلی کے سرے سے تھوڑے ہی فاصلہ پر رک کر ایک بک سٹال کے شوکیس میں لگی ہوئی کتابوں کے رنگا رنگ گرد پوش دیکھنے لگا شائد پانچ ہی منٹ بعد ایک ٹیکسی ٹھیک اسی گلی کے دہانے پر رکی اور ایک معمر آدمی اتر کر کرایہ چکانے لگا۔ اس کے

چہرے پر بھورے رنگ کی ڈاڑھی تھی۔ لیکن عمران اس کی پیشانی کی بناوٹ دیکھ کر چونکا۔ آنکھیں بھی جانی پہچانی سی معلوم ہو رہی تھیں۔

جیسے ہی وہ گلی میں گھسا عمران نے بھی اپنے قدم بڑھائے۔ کئی گلیوں سے گذرنے کے بعد بوڑھا ایک دروازے پر رک کر دستک دینے لگا! عمران کافی فاصلہ پر تھا! اور تاریکی ہونے کی وجہ سے دیکھ لئے جانے کا بھی خدشہ نہیں تھا وہ ایک دیوار سے چپک کر کھڑا ہو گیا! ادھر دروازہ کھلا اور بوڑھا کچھ بڑبڑاتا ہوا اندر چلا گیا۔ دروازہ پھر بند ہو گیا تھا.... عمارت دو منزلہ تھی عمران سر کھجا کر رہ گیا۔ لیکن وہ آسانی سے پیچھا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ اندر داخل ہونے کے امکانات پر غور کرتا ہوا دروازے تک پہنچ گیا۔ اور پھر اس نے کچھ سوچے سمجھے بغیر دروازے سے کان لگا کر آہٹ لینی شروع کر دی لیکن شائد اس کا ستارہ ہی گردش میں آ گیا تھا دوسرے ہی لمحے میں دروازے کے دونوں پٹ کھلے اور دونوں آدمی اسکے سامنے کھڑے تھے۔ اندر مدھم سی روشنی میں ان کے چہرے تو نہ دکھائی دیئے لیکن وہ کافی مضبوط ہاتھ پیر کے معلوم ہوتے تھے۔

"کون ہے!" ان میں سے ایک تحکمانہ لہجے میں بولا۔

"مجھے دیر تو نہیں ہوئی۔" عمران تڑ سے بولا۔

دوسری طرف سے فوراً ہی جواب نہیں ملا! غالبًا یہ سکوت ہچکچاہٹ کا ایک وقفہ تھا!

"تم کون ہو!" دوسری طرف سے سوال پھر دہرایا گیا!

"تین سو تیرہ۔" عمران نے احمقوں کی طرح بک دیا.... لیکن دوسرے لمحے اسے دھیان نہیں تھا! اچانک اسے گریبان سے پکڑ کر اندر کھینچ لیا گیا۔ عمران نے مزاحمت نہیں کی۔

"اب بتاؤ تم کون ہو۔" ایک نے اسے دھکا دے کر کہا۔

"اندر لے چلو۔" دوسرا بولا۔

وہ دونوں اسے دھکے دیتے ہوئے کمرے میں لے آئے یہاں سات آدمی ایک بڑی میز کے گرد بیٹھے ہوئے تھے اور وہ بوڑھا جس کا تعاقب کرتا ہوا عمران یہاں تک پہنچا تھا۔ شائد سرگردہ کی حیثیت رکھتا تھا کیونکہ وہ میز کے آخری سرے پر تھا۔

وہ سب عمران کو تحیر آمیز نظروں سے دیکھنے لگے۔ لیکن عمران دونوں آدمیوں کے درمیان میں کھڑا چمڑے کی جیکٹ والے کو گھور رہا تھا۔

"آہا!" یکایک عمران نے قہقہہ لگایا اور اپنے گول گول دیدے پھرا کر اس سے کہنے لگا۔ "میں تمہیں کبھی نہیں معاف کروں گا۔ تم نے میری محبوبہ کی زندگی برباد کر دی!"

"کون ہو تم میں تمہیں نہیں پہچانتا۔" اس نے تحیر آمیز لہجے میں کہا۔

"لیکن میں تمہیں اچھی طرح پہچانتا ہوں! تم نے میری محبوبہ پر ڈورے ڈالے ہیں۔ میں کچھ نہیں بولا! تم نے ایک رات اس کے ساتھ بسر کی میں پھر بھی خاموش رہا لیکن میں اسے کسی طرح برداشت نہیں کر سکتا کہ تم اس سے ملنا جلنا چھوڑ دو۔"

"تم یہاں کیوں آئے ہو۔" دفعتہً اب بوڑھے نے سوال کیا اور ان دونوں کو گھورنے لگا جو عمران کو لائے تھے! انہوں نے سب کچھ بتا دیا۔ اس دوران میں عمران برابر اپنے مخاطب کو گھورتا رہا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے دوسرے لوگوں سے اسے واقعی کوئی سروکار نہ ہو۔

پھر اچانک کسی کا گھونسہ عمران کے جبڑے پر پڑا اور وہ لڑکھڑاتا ہوا کئی قدم پیچھے کھسک گیا! اس نے جھک کر اپنی فلٹ ہیٹ اٹھائی اور اسے اس طرح جھاڑنے لگا جیسے وہ اتفاقاً اس کے سر سے گر گئی ہو وہ اب بھی جیکٹ والے کو گھورے جا رہا تھا۔

"میں کسی عشقیہ ناول کے سعادت مند رقیب کی طرح تمہارے حق میں دست بردار ہو سکتا ہوں!" عمران نے کہا۔

"بکواس مت کرو۔" بوڑھا چیخا۔ "میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں! کیا اس رات کو تم ہی وہاں تھے۔"

عمران نے اس کی طرف دیکھنے کی زحمت گوارہ نہ کی۔

"یہ زندہ بچ کر نہ جانے پائے۔" بوڑھا کھڑا ہوتا ہوا بولا۔

"مگر شرط یہ ہے۔" عمران مسکرا کر بولا۔ "میت کی بے حرمتی نہ ہونے پائے۔"

اس کے حماقت آمیز اطمینان میں ذرہ برابر بھی فرق نہ ہونے پایا تھا.... تین چار آدمی اس کی طرف لپکے۔ عمران دوسرے ہی لمحے ڈپٹ کر بولا۔ "ہینڈز اپ۔" ساتھ ہی اس کا ہاتھ جیب سے نکلا۔ اس کی طرف جھپٹنے والے پہلے تو ٹھٹکے لیکن پھر انہوں نے بے تحاشہ ہنسنا شروع کر دیا۔ عمران کے ہاتھ میں ریوالور کی بجائے ربڑ کی ایک گڑیا تھی! پھر بوڑھے کی گرجدار آواز نے انہیں خاموش کر دیا اور وہ پھر عمران کی طرف بڑھے۔ جیسے ہی اس کے قریب پہنچے عمران نے گڑیا کا پیٹ دبا دیا اس کا منہ کھلا اور پیلے رنگ کا گہرا غبار اس میں سے نکل کر تین چار فٹ کے دائرے میں پھیل گیا.... وہ چاروں بے تحاشہ کھانستے ہوئے وہیں ڈھیر ہو گئے۔

"جانے نہ پائے!" بوڑھا پھر چیخا۔

دوسرے لمحے میں عمران نے کافی وزنی چیز الیکٹرک لیمپ پر کھینچ ماری.... ایک زوردار آواز کے ساتھ بلب پھٹا اور کمرے میں اندھیرا پھیل گیا۔

عمران اپنے ناک پر رومال رکھے ہوئے دیوار کے سہارے میز کے سرے کی طرف کھسک رہا تھا کمرے میں اچھا خاصا ہنگامہ برپا ہو گیا تھا۔ شائد وہ سب اندھیرے میں ایک دوسرے پر گھونسہ بازی کی مشق کرنے لگے تھے عمران کا ہاتھ آہستہ سے میز کے سرے پر رینگ گیا اور اسے ناکامی

نہیں ہوئی جس چیز پر شروع ہی سے اس کی نظر رہی تھی۔ اس کے ہاتھ آچکی تھی۔ یہ بوڑھے کا چرمی ہینڈ بیگ تھا۔

واپسی میں کسی نے کمرے کے دروازے پر اسکی راہ میں حائل ہونے کی کوشش کی لیکن اپنے سامنے کے دو تین دانتوں کو روتا ہوا ڈھیر ہو گیا۔ عمران جلد سے جلد کمرے سے نکل جانا چاہتا تھا کیونکہ اس کے حلق میں بھی جلن ہونے لگی تھی۔ گڑیا کے منہ سے نکلا ہوا غبار اب پورے کمرے میں پھیل گیا تھا۔

کھانسیوں اور گالیوں کا شور پیچھے چھوڑتا ہوا وہ بیرونی دروازے تک پہنچ گیا۔ گلی میں نکلتے ہی وہ قریب ہی کی ایک دوسری گلی میں گھس گیا۔ فی الحال سڑک پر نکلنا خطرناک تھا۔ وہ کافی دیر تک پیچ در پیچ گلیوں میں چکراتا ہوا ایک دوسری سڑک پر آگیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھا ہوا اس طرح اپنے ہونٹ رگڑ رہا تھا جیسے سچ مچ اپنی کسی محبوبہ سے ملنے کے بعد لپ اسٹک کے دھبے چھڑا رہا ہو۔

۱۰

دوسری صبح کیپٹن فیاض کے لئے ایک نئی دردسری لے کر آئی۔ حالات ہی ایسے تھے کہ براہِ راست اسے ہی اس معاملہ میں الجھنا پڑا۔ ورنہ پہلے تو معاملہ سول پولیس کے ہاتھ میں جاتا۔ بات یہ تھی کہ اس خوفناک عمارت سے قریباً ایک یا ڈیڑھ فرلانگ کے فاصلہ پر ایک نوجوان کی لاش پائی گئی۔ جس کے جسم پر کتھئی پتلون اور چمڑے کی جیکٹ تھی۔ کیپٹن فیاض نے عمران کی ہدایت کے مطابق پچھلی رات کو پھر عمارت کی نگرانی کے لئے کانسٹیبلوں کا ایک دستہ تعینات کرا دیا تھا! ان کی رپورٹ تھی کہ رات کو کوئی عمارت کے قریب نہیں آیا اور نہ انہوں نے قرب و جوار میں کسی قسم کی کوئی آواز ہی سنی لیکن پھر بھی عمارت سے تھوڑے فاصلہ پر صبح کو ایک لاش پائی گئی۔

جب کیپٹن فیاض کو لاش کی اطلاع ملی تو اس نے سوچنا شروع کیا کہ عمران نے عمارت کے گرد مسلح پہرہ بٹھانے کی تجویز کیوں پیش کی تھی؟

اس نے وہاں پہنچ کر لاش کا معائنہ کیا۔ کسی نے مقتول کی داہنی کن پٹی پر گولی ماری تھی! کانسٹیبلوں نے بتایا کہ انہوں نے پچھلی رات فائر کی آواز بھی نہیں سنی تھی۔

کیپٹن فیاض وہاں سے بوکھلایا ہوا عمران کی طرف چل دیا اس کی طبیعت بُری طرح جھلائی ہوئی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ عمران نے کوئی ڈھنگ کی بات بتانے کی بجائے میر و غالب کے اوٹ پٹانگ شعر سنانا شروع کر دیئے تو کیا ہوگا بعض اوقات اس کی بے تکی باتوں پر اس کا دل چاہتا تھا کہ اسے گولی مار دے مگر اس شہرت کا کیا ہوتا۔ اس کی ساری شہرت عمران کے دم سے تھی وہ اس کے لئے اب تک کئی پیچیدہ مسائل سلجھا چکا تھا۔ بہر حال کام عمران کرتا تھا اور اخبارات میں نام فیاض کا چھپتا تھا!.... یہی وجہ تھی کہ اسے عمران کا سب کچھ برداشت کرنا پڑتا تھا۔

عمران اسے گھر ہی پر مل گیا! لیکن عجیب حالت میں؟.... وہ اپنے نوکر سلیمان کے سر میں کنگھا کر رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ کسی دور اندیش ماں کے سے انداز میں اسے نصیحتیں بھی کئے جا رہا تھا جیسے ہی فیاض کمرے میں داخل ہوا۔ عمران نے سلیمان کی پیٹھ پر گھونسہ جھاڑ کر کہا! “ابے تو نے بتایا نہیں کہ صبح ہو گئی۔”

سلیمان ہنستا ہوا بھاگ گیا۔

“عمران تم آدمی کب بنو گے۔” فیاض ایک صوفے میں گرتا ہوا بولا۔

“آدمی بننے میں مجھے کوئی فائدہ نظر نہیں آتا!.... البتہ میں تھانیدار بننا ضرور پسند کروں گا۔”

“میری طرف سے جہنم میں جانا پسند کرو لیکن یہ بتاؤ کہ تم نے پچھلی رات اس عمارت پر پہرہ کیوں لگوایا تھا۔”

“مجھے کچھ یاد نہیں۔” عمران مایوسی سے سر ہلا کر بولا۔ “کیا واقعی میں نے کوئی ایسی حرکت کی تھی۔”

“عمران” فیاض نے بگڑ کر کہا۔ “اگر میں آئندہ تم سے کوئی مدد لوں تو مجھ پر ہزار بار لعنت۔”

“ہزار کم ہے” عمران سنجیدگی سے بولا۔ “کچھ اور بڑھو تو میں غور کرنے کی کوشش کروں گا۔” فیاض کی قوت برداشت جواب دے گئی اور گرج کر بولا۔

“جانتے ہو، آج صبح وہاں سے ایک فرلانگ کے فاصلہ پر ایک لاش اور ملی ہے”

“ارے توبہ۔” عمران اپنا منہ پیٹنے لگا۔

کیپٹن فیاض کہتا رہا۔ “تم مجھے اندھیرے میں رکھ کر نہ جانے کیا کرنا چاہتے ہو۔ حالات اگر اور بگڑے تو مجھے ہی سنبھالنے پڑیں گے لیکن کتنی پریشانی ہوگی۔ کسی نے اس کی داہنی کن پٹی پر گولی ماری ہے میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ حرکت کس کی ہے۔”

“عمران کے علاوہ اور کس کی ہو سکتی ہے!” عمران بڑبڑایا پھر سنجیدگی سے پوچھا۔ “پہرہ تھا وہاں؟”

“تھا.... میں نے رات ہی یہ کام کیا تھا!”

“پہرے والوں کی رپورٹ؟”

“کچھ بھی نہیں! انہوں نے فائر کی آواز بھی نہیں سنی۔”

“میں یہ نہیں پوچھ رہا.... کیا کل بھی کسی نے عمارت میں داخل ہونے کی کوشش کی تھی۔”

“نہیں.... لیکن میں اس لاش کی بات کر رہا تھا۔”

“کئے جاؤ! میں تمہیں نہیں روکتا! لیکن میرے سوالات کے جوابات بھی دیئے جاؤ۔ قبر کے

مجاور کی کیا خبر ہے!.... وہ اب بھی وہیں موجود ہے یا غائب ہو گیا!“

”عمران خدا کے لئے تنگ مت کرو۔“

”اچھا تو علی عمران ایم-ایس سی پی-ایچ-ڈی کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔“

”تم آخر اس خبطی کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو۔“

”خیر جانے دو! اب مجھے اس کے متعلق کچھ اور بتاؤ۔“

”کیا بتاؤں!.... بتا تو چکا.... صورت سے برا آدمی نہیں معلوم ہوتا خوبصورت اور جوان، جسم پر چمڑے کی جیکٹ اور کتھئی رنگ کی پتلون!“

”کیا؟“ عمران چونک پڑا! اور چند لمحے اپنے ہونٹ سیٹی بجانے والے انداز میں سکوڑے فیاض کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کہا۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق   نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

”کیا بکواس ہے!“ فیاض جھنجھلا کر بولا۔ ”اول تو تمہیں اشعار ٹھیک یاد نہیں پھر یہاں اس کا موقعہ کب تھا.... عمران میرا بس چلے تو تمہیں گولی مار دوں۔“

”کیوں شعر میں کیا غلطی ہے۔“

”مجھے شاعری سے دلچسپی نہیں لیکن مجھے دونوں مصرعے بے ربط معلوم ہوتے ہیں.... لاحول ولا قوۃ میں بھی انہیں لغویات میں الجھ گیا۔ خدا کے لئے کام کی باتیں کرو۔ تم نہ جانے کیا کر رہے ہو!“

”میں آج رات کو کام کی بات کروں گا اور تم میرے ساتھ ہو گے لیکن ایک سیکنڈ کیلئے بھی وہاں سے پہرہ نہ ہٹایا جائے.... تمہارے ایک آدمی کو ہر وقت مجاور کے کمرے میں موجود رہنا چاہئے! بس اب جاؤ.... میں چائے پی چکا ہوں ورنہ تمہاری کافی مدارات کرتا۔ ہاں محبوبہ یک چشم کو میرا پیغام پہنچا دینا کہ رقیب روسیاہ کا صفایا ہو گیا! باقی سب خیریت ہے۔“

”عمران میں آسانی سے پیچھا نہیں چھوڑوں گا! تمہیں ابھی اور اسی وقت سب کچھ بتانا پڑے گا۔“

”اچھا تو سنو! لیڈی جہانگیر بیوہ ہونے والی ہے!.... اس کے بعد تم کوشش کرو گے کہ میری شادی اس کے ساتھ ہو جائے.... کیا سمجھے؟“

”عمران!“ فیاض یک بیک مار بیٹھنے کی حد تک سنجیدہ ہو گیا۔

”یس باس۔“

”بکواس بند کرو۔ میں اب تمہاری زندگی تلخ کر دوں گا۔“

”بھلا وہ کس طرح سوپر فیاض!“

”نہایت آسانی سے!“ فیاض سگریٹ سلگا کر بولا۔ ”تمہارے گھر والوں کو شبہ ہے کہ تم اپنا

وقت آوارگی اور عیاشی میں گذارتے ہو! لیکن کسی کے پاس اس کا ٹھوس ثبوت نہیں.... میں ثبوت مہیا کر دوں گا۔ ایک ایسی عورت کا انتظام کر لینا میرے لئے مشکل نہ ہو گا جو براہ راست تمہاری اماں بی کے پاس پہنچ کر اپنے لٹنے کی داستان بیان کر دے۔“

”اوہ!“ عمران نے تشویش آمیز انداز میں اپنے ہونٹ سکوڑ لئے پھر آہستہ سے بولا۔

”اماں بی کی جوتیاں آل پروف ہیں۔ خیر سوپر فیاض یہ بھی کر کے دیکھ لو تم مجھے ایک صابر و شاکر فرزند پاؤ گے!.... لو چیونگم سے شوق کرو۔“

”اس گھر میں ٹھکانہ نہیں ہو گا تمہارا....“ فیاض بولا۔

”تمہارا گھر تو موجود ہی ہے۔“ عمران نے کہا۔

”تو تم نہیں بتاؤ گے۔“

”ظاہر ہے۔“

”اچھا! تو اب تم ان معاملات میں دخل نہیں دو گے میں خود ہی دیکھ لوں گا۔“ فیاض اٹھتا ہوا خشک لہجے میں بولا۔ ”اور اگر تم اس کے بعد بھی اپنی ٹانگ اڑائے رہے تو میں تمہیں قانونی گرفت میں لے لوں گا۔“

”یہ گرفت ٹانگوں میں ہو گی یا گردن میں!“ عمران نے سنجیدگی سے پوچھا۔ چند لمحے فیاض کو گھورتا رہا پھر بولا۔ ”ٹھہرو!“ فیاض رک کر اسے بے بسی سے دیکھنے لگا!.... عمران نے الماری کھول کر وہی چرمی بیگ نکالا جسے وہ کچھ نامعلوم افراد کے درمیان سے پچھلی رات کو اڑا لایا تھا۔ اس نے ہینڈ بیگ کھول کر چند کاغذات نکالے اور فیاض کی طرف بڑھا دیئے۔ فیاض نے جیسے ہی ایک کاغذ کی تہہ کھولی بے اختیار اچھل پڑا.... اب وہ تیزی سے دوسرے کاغذات پر بھی نظریں دوڑا رہا تھا۔

”یہ تمہیں کہاں سے ملے۔“ فیاض تقریباً ہانپتا ہوا بولا۔ شدت جوش سے اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔

”ایک ردی فروش کی دوکان پر.... بڑی دشواریں سے ملے ہیں دو آنہ سیر کے حساب سے۔“

”عمران!.... خدا کے لئے۔“ فیاض تھوک نگل کر بولا۔

”کیا کر سکتا ہے بیچارہ عمران!“ عمران نے خشک لہجے میں کہا۔ ”وہ اپنی ٹانگیں اڑانے لگا تو تم اسے قانونی گرفت میں لے لو گے۔“

”پیارے عمران! خدا کے لئے سنجیدہ ہو جاؤ۔“

”اتنا سنجیدہ ہوں کہ تم مجھے بی پی کی ٹافیاں کھلا سکتے ہو۔“

"یہ کاغذات تمہیں کہاں سے ملے ہیں؟"

"سڑک پر پڑے ہوئے ملے تھے! اور اب میں نے انہیں قانون کے ہاتھوں میں پہنچا دیا۔ اب قانون کا کام ہے کہ وہ ایسے ہاتھ تلاش کرے جن میں ہتھ کڑیاں لگا سکے.... عمران نے اپنی ٹانگ ہٹالی۔"

فیاض بے بسی سے اس کی طرف دیکھتا رہا!

"لیکن اسے سن لو۔" عمران قہقہہ لگا کر بولا۔ "قانون کے فرشتے بھی ان لوگوں تک نہیں پہنچ سکتے!"

"اچھا تو یہی بتادو کہ ان معاملات سے ان کاغذات کا کیا تعلق ہے!" فیاض نے پوچھا۔

"یہ تمہیں معلوم ہونا چاہئے۔" عمران دفعتہً سنجیدہ ہو گیا۔ "اتنا میں جانتا ہوں کہ یہ کاغذات فارن آفس سے تعلق رکھتے ہیں لیکن ان کا ان بد معاشوں کے پاس ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔"

"کن بد معاشوں کے پاس!" فیاض چونک کر بولا۔

"وہی! اس عمارت میں....!"

"میرے خدا!".... فیاض مضطربانہ انداز میں بڑبڑایا۔ لیکن تمہارے ہاتھ کس طرح لگے!"

عمران نے پچھلی رات کے واقعات دہرا دیئے! اس دوران میں فیاض بے چینی سے ٹہلتا رہا۔ کبھی کبھی وہ رک کر عمران کو گھورنے لگتا! عمران اپنی بات ختم کر چکا تو اس نے کہا۔

"افسوس! تم نے بہت برا کیا.... تم نے مجھے کل یہ اطلاع کیوں نہیں دی۔"

"تو اب دے رہا ہوں اطلاع۔ اس مکان کا پتہ بھی بتا دیا جو کچھ بن پڑے کر لو۔" عمران نے کہا۔

"اب کیا وہاں خاک پھانکنے جاؤں؟"

"ہاں ہاں کیا حرج ہے۔"

"جانتے ہو یہ کاغذات کیسے ہیں!" فیاض نے کہا۔

"اچھے خاصے ہیں! ردی کے بھاؤ بک سکتے ہیں۔"

"اچھا تو میں چلا!" فیاض کاغذ سمیٹ کر چرمی بیگ میں رکھتا ہوا بولا۔

"کیا انہیں اسی طرح لے جاؤ گے!" عمران نے کہا۔ "نہیں ایسا نہ کرو مجھے تمہارے قاتلوں کا بھی سراغ لگانا پڑے۔"

"کیوں؟"

"فون کر کے پولیس کی گاڑی منگواؤ۔" عمران ہنس کر بولا۔ "کل رات سے وہ لوگ میری تلاش میں ہیں۔ میں رات بھر گھر سے باہر ہی رہا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اس وقت مکان کی نگرانی ضرور ہو رہی ہو گی! خیر اب تم مجھے بتا سکتے ہو کہ کاغذات کیسے ہیں۔"

فیاض پھر بیٹھ گیا۔ وہ اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔

"سات سال پہلے ان کاغذات پر ڈاکہ پڑا تھا؟ لیکن ان میں سب نہیں ہیں۔ فارن آفس کا ایک ذمہ دار آفیسر انہیں لے کر سفر کر رہا تھا.... یہ نہیں بتا سکتا کہ وہ کہاں اور کس مقصد سے جا رہا تھا کیونکہ یہ حکومت کا راز ہے۔ آفیسر ختم کر دیا گیا تھا اسکی لاش مل گئی تھی لیکن اسکے ساتھ سیکرٹ سروس کا ایک آدمی بھی تھا اسکے متعلق آج تک نہ معلوم ہو سکا....! شائد وہ بھی مار ڈالا گیا ہو.... لیکن اس کی لاش نہیں ملی۔"

"آہا.... تب تو یہ بہت بڑا کھیل ہے۔" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا! "لیکن میں جلد ہی اسے ختم کرنے کی کوشش کروں گا۔"

تم اب کیا کرو گے۔"

"ابھی کچھ کہنا قبل از وقت ہو گا!" عمران نے کہا۔ "اور سنو ان کاغذات کو ابھی اپنے پاس ہی دبائے رہو اور ہینڈ بیگ میرے پاس رہنے دو۔ مگر نہیں اسے بھی لے جاؤ!.... میرے ذہن میں کئی تدبیریں ہیں! اور ہاں.... اس عمارت کے گرد دن رات پہرہ رہنا چاہیئے!"

"آخر کیوں؟"

"وہاں میں تمہارا مقبرہ بنواؤں گا۔" عمران جھنجھلا کر بولا۔

فیاض اٹھ کر پولیس کی کار منگوانے کے لئے فون کرنے لگا۔

11

اسی رات کو عمران بوکھلایا ہوا فیاض کے گھر پہنچا! فیاض سونے کی تیاری کر رہا تھا۔ ایسے موقع پر اگر عمران کی بجائے کوئی اور ہوتا تو وہ بڑی بد اخلاقی سے پیش آتا۔ مگر عمران کا معاملہ ہی کچھ اور تھا۔ اس کی بدولت آج اس کے ہاتھ ایسے کاغذات لگے تھے جن کی تلاش میں عرصہ سے محکمہ سراغرسانی سر مار رہا تھا۔ فیاض نے اسے اپنے سونے کے کمرے میں بلوالیا۔

"میں صرف ایک بات پوچھنے کے لئے آیا ہوں!" عمران نے کہا۔

"کیا بات ہے.... کہو!"

عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "کیا تم کبھی کبھی میری قبر پر آیا کرو گے۔"

فیاض کا دل چاہا کہ اس کا سر دیوار سے ٹکرا کر سچ مچ اس کو قبر تک جانے کا موقع مہیا کرے! وہ کچھ کہنے کی بجائے عمران کو گھورتا رہا۔

"آہ! تم خاموش ہو!" عمران کسی ناکام عاشق کی طرح بولا۔ "میں سمجھا! تمہیں شائد کسی اور سے پریم ہو گیا ہے۔"

”عمران کے بچے....!“

”رحمان کے بچے!“ عمران نے جلدی سے تصحیح کی۔

”تم کیوں میری زندگی تلخ کئے ہوئے ہو۔“

”اوہو! کیا تمہاری مادہ دوسرے کمرے میں سوئی ہے۔“ عمران چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

”بکواس مت کرو!.... اس وقت کیوں آئے ہو۔“

”ایک عشقیہ خط دکھانے کے لئے۔“ عمران جیب سے لفافہ نکالتا ہوا بولا ”اس کے شوہر نہیں ہے صرف باپ ہے۔“

فیاض نے اس کے ہاتھ سے لفافہ لے کر جھلاہٹ میں پھاڑنا چاہا۔

”ہاں ہاں!“ عمران نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ ”ارے پہلے پڑھو تو میری جان مزہ نہ آئے تو محصول ڈاک بذمہ خریدار؟“

فیاض نے طوعاً و کرہاً خط نکالا.... اور پھر جیسے ہی اس کی نظریں اس پر پڑیں۔ بیزاری کی ساری علامتیں چہرے سے غائب ہو گئیں اور اس کی جگہ استعجاب نے لے لی خط ٹائپ کیا ہوا تھا۔

”عمران!--- اگر وہ چرمی ہینڈ بیگ یا اس کے اندر کی کوئی چیز پولیس تک پہنچی تو تمہاری شامت آجائے گی! اسے واپس کردو.... بہتری اس میں ہے ورنہ کہیں.... کسی جگہ موت سے ملاقات ضرور ہوگی آج رات کو گیارہ بجے ریس کورس کے قریب ملو ہینڈ بیگ تمہارے ساتھ ہونا چاہئے! اکیلے ہی آنا! ورنہ اگر تم پانچ ہزار آدمی بھی ساتھ لاؤ گے تب بھی گولی تمہارے ہی سینے پر پڑے گی۔“

فیاض خط پڑھ چکنے کے بعد عمران کی طرف دیکھنے لگا۔

”لاؤ.... اسے واپس کر آؤں!“ عمران نے کہا۔

”پاگل ہوگئے ہو۔“

”ہاں“

”تم ڈر گئے۔“ فیاض ہنسنے لگا۔

”ہارٹ فیل ہوتے ہوتے بچا ہے۔“ عمران ناک کے بل بولا۔

”ریوالور ہے تمہارے پاس۔“

”ریوالور!“ عمران اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونستے ہوئے بولا۔ ”ارے باپ رے۔“

”اگر نہیں ہے تو میں تمہارے لئے لائسنس حاصل لوں گا۔“

”بس کرم کرو!“ عمران برا سا منہ بنا کر بولا۔ اس میں آواز بھی ہوتی ہے اور دھواں بھی نکلتا ہے! میرا دل بہت کمزور ہے! لاؤ ہینڈ بیگ واپس کردو۔“

”کیا بچوں کی سی باتیں کر رہے ہو۔“

”اچھا تو تم نہیں دو گے۔“ عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

”فضول مت بکو مجھے نیند آ رہی ہے۔“

”ارے او.... فیاض صاحب! ابھی میری شادی نہیں ہوئی اور میں باپ بنے بغیر مرنا پسند نہیں کروں گا۔“

”ہینڈ بیگ تمہارے والد کے آفس میں بھیج دیا گیا ہے۔“

”تب انہیں اپنے جوان بیٹے کی لاش پر آنسو بہانے پڑیں گے! کنفیوشس نے کہا تھا۔“

”جاؤ یار خدا کے لئے سونے دو۔“

”گیارہ بجنے میں صرف پانچ منٹ رہ گئے ہیں۔“ عمران گھڑی کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

”اچھا چلو تم بھی یہیں سو جاؤ۔“ فیاض نے بے بسی سے کہا۔

”کچھ دیر خاموشی رہی پھر عمران نے کہا۔ ”کیا اس عمارت کے گرد اب بھی پہرہ ہے۔“

”ہاں!.... کچھ اور آدمی بڑھا دیئے گئے ہیں لیکن آخر تم یہ سب کیوں کر رہے ہو۔ آفیسر مجھ سے اس کا سبب پوچھتے ہیں اور میں ٹالتا رہتا ہوں۔“

”اچھا تو اٹھو! یہ کھیل بھی اسی وقت ختم کر دیں! تیس منٹ میں ہم وہاں پہنچیں گے باقی بچے بیس منٹ! گیارہ سوا گیارہ بجے تک سب کچھ ہو جانا چاہئے!“

”کیا ہونا چاہئے!“

”ساڑھے گیارہ بجے بتاؤں گا....! اٹھو!.... میں اس وقت عالم تصور میں تمہارا عہدہ بڑھتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔“

”آخر کیوں! کوئی خاص بات؟“

”علی عمران ایم-ایس-سی-پی-ایچ-ڈی کبھی کوئی عام بات نہیں کرتا۔ سمجھے ناؤ گٹ اپ!“

فیاض نے طوعاً و کرہاً لباس تبدیل کیا۔

تھوڑی دیر بعد اسکی موٹر سائیکل بڑی تیزی سے اس دیہی علاقہ کی طرف جا رہی تھی جہاں وہ عمارت تھی!.... عمارت کے قریب پہنچ کر عمران نے فیاض سے کہا۔

”تمہیں صرف اتنا کرنا ہے کہ تم اس وقت تک قبر کے مجاور کو باتوں میں الجھائے رکھو جب تک میں واپس نہ آجاؤں! سمجھے۔ اس کے کمرے میں جاؤ ایک سیکنڈ کے لئے بھی اس کا ساتھ نہ چھوڑنا!“

۱۲

عمارت کے گرد مسلح پہرہ تھا!.... دستے کے انچارج نے فیاض کو پہچان کر سلیوٹ کیا۔ فیاض

نے اس سے چند سرکاری قسم کی رسمی باتیں کیں اور سیدھا مجاور کے حجرے کی طرف چلا گیا جس کے دروازے کھلے ہوئے تھے اور اندر مجاور غالباً مراقبے میں بیٹھا تھا۔ فیاض کی آہٹ پر اس نے آنکھیں کھول دیں جو انگاروں کی طرح دہک رہی تھی۔

"کیا ہے؟" اس نے جھلائے ہوئے لہجہ میں کہا۔

"کچھ نہیں۔ میں دیکھنے آیا تھا سب ٹھیک ٹھاک ہے یا نہیں!" فیاض بولا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے۔ ان ہی گدھوں کی طرح پولیس بھی دیوانی ہو گئی ہے۔"

"کن گدھوں کی طرح۔"

"وہی جو سمجھتے ہیں کہ شہید مرد کی قبر میں خزانہ ہے۔"

"کچھ بھی ہو۔" فیاض نے کہا۔ "ہم نہیں چاہتے کہ یہاں سے روزانہ لاشیں برآمد ہوتی رہیں اگر ضرورت سمجھی تو قبر کھدوائی جائے گی۔"

"بھسم ہو جاؤ گے!" مجاور گرج کر بولا۔ "خون تھوکو گے.... مرو گے!"

"کیا سچ مچ اس میں خزانہ ہے۔"

اس پر مجاور پھر گرجنے برسنے لگا! فیاض بار بار گھڑی کی طرف دیکھتا جا رہا تھا عمران کو گئے ہوئے پندرہ منٹ ہو چکے تھے! وہ مجاور کو باتوں میں الجھائے رہا!.... اچانک ایک عجیب قسم کی آواز سنائی دی! مجاور اچھل کر مڑا.... اسکی پشت کی طرف دیوار میں ایک بڑا سا خلا نظر آ رہا تھا! فیاض بوکھلا کر کھڑا ہو گیا وہ سوچ رہا تھا کہ یک بیک دیوار کو کیا ہو گیا۔ وہ اس سے پہلے بھی کئی بار اس کمرے میں آچکا تھا لیکن اسے بھول کر بھی یہ خیال نہیں آیا تھا کہ یہاں کوئی چور دروازہ بھی ہو سکتا ہے! دفعتاً مجاور چیخ مار کر اس دروازے میں گھستا چلا گیا! فیاض بری طرح بوکھلا گیا تھا۔ اس نے جیب سے ٹارچ نکالی اور پھر وہ بھی اسی دروازہ میں داخل ہو گیا!.... یہاں چاروں طرف اندھیرا تھا! شائد وہ کسی تہہ خانے میں چل رہا تھا! کچھ دور چلنے کے بعد سیڑھیاں نظر آئیں.... یہاں قبرستان کی سی خاموشی تھی! فیاض سیڑھیوں پر چڑھنے لگا اور جب وہ اوپر پہنچا تو اس نے خود کو مرشد مرد کی قبر سے برآمد ہوتے پایا جس کا تعویذ کسی صندوق کے ڈھکن کی طرح سیدھا اٹھا ہوا تھا۔

ٹارچ کی روشنی کا دائرہ صحن میں چاروں طرف گردش کر رہا تھا پھر فیاض نے مجاور کو وارداتوں والے کمرے سے نکلتے دیکھا۔

"تم لوگوں نے مجھے برباد کر دیا!" وہ فیاض کو دیکھ کر چیخا۔ "آؤ اپنے کرتوت دیکھ لو!" وہ پھر کمرے میں گھس گیا۔ فیاض تیزی سے اس کی طرف جھپٹا۔

ٹارچ کی روشنی دیوار پر پڑی۔ یہاں کا بہت سا پلاسٹر ادھڑا ہوا تھا اور اسی جگہ پانچ پانچ انچ کے فاصلے پر تین بڑی چھریاں نصب تھیں۔ فیاض آگے بڑھا!.... ادھڑے ہوئے پلاسٹر کے پیچھے ایک بڑا سا خانہ تھا! اور ان چھریوں کے دوسرے سرے اسی میں غائب ہو گئے تھے۔ ان چھریوں کے علاوہ اس خانے میں اور کچھ نہیں تھا۔

مجاور قہر آلود نظروں سے فیاض کو گھور رہا تھا!

"یہ سب کیا ہے؟" فیاض نے مجاور کو گھورتے ہوئے کہا۔

مجاور نے اس طرح کھنکار کر گلا صاف کیا جیسے کچھ کہنا چاہتا ہو لیکن خلاف توقع اس نے فیاض کے سینے پر ایک زوردار ٹکر ماری اور اچھل کر بھاگا! فیاض چاروں خانے چت گر گیا۔ سنبھلنے سے پہلے اس کا داہنا ہاتھ ہولسٹر سے ریوالور نکال چکا تھا! مگر بے کار، مجاور نے قبر میں چھلانگ لگا دی تھی۔

فیاض اٹھ کر قبر کی طرف دوڑا.... لیکن مجاور کے کمرے میں پہنچ کر بھی اسکا نشان نہ ملا۔ فیاض عمارت سے باہر نکل آیا ڈیوٹی کانسٹیبل بدستور اپنی جگہوں پر موجود تھے انہوں نے بھی کسی بھاگتے ہوئے آدمی کے متعلق لاعلمی ظاہر کی! ان کا خیال تھا کہ عمارت سے کوئی باہر نکلا ہی نہیں۔

اچانک اسے عمران کا خیال آیا! آخر وہ کہاں گیا تھا کہیں یہ اسی کی حرکت نہ ہو اس خفیہ خانے میں کیا چیز تھی!.... اب سارے معاملات فیاض کے ذہن میں صاف ہو گئے تھے! لاش کا راز، تین زخم.... جن کا درمیانی فاصلہ پانچ پانچ انچ تھا!.... دفعتاً کسی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ فیاض چونک کر مڑا! عمران کھڑا بری طرح بسور رہا تھا!

"تو یہ تم تھے!" فیاض اسے نیچے سے اوپر تک گھورتا ہوا بولا۔

"میں تھا نہیں بلکہ ہوں!.... توقع ہے کہ ابھی دو چار دن زندہ رہونگا۔"

"وہاں سے کیا نکالا تم نے۔"

"چوٹ ہو گئی پیارے فرماؤ۔" عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "وہ مجھ سے پہلے ہی ہاتھ صاف کر گئے۔ میں نے تو بعد میں ذرا اس خفیہ خانے کے میکنزم پر غور کرنا چاہا تھا کہ ایک کھٹکے کو ہاتھ لگاتے ہی قبر تڑخ گئی!"

"لیکن وہاں تھا کیا؟"

"وہ بقیہ کاغذات جو اس چرمی ہینڈ بیگ میں نہیں تھے۔"

"کیا! ارے او احمق پہلے ہی کیوں نہیں بتایا تھا!" فیاض اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا۔ "لیکن وہ اندر گھسے کس طرح۔"

"آؤ دکھاؤں۔" عمران ایک طرف بڑھتا ہوا بولا!-- وہ فیاض کو عمارت کے مغربی گوشے کی سمت لایا! یہاں دیوار سے ملی ہوئی قد آدم جھاڑیاں تھیں۔ عمران نے جھاڑیاں ہٹا کر ٹارچ روشن کی اور فیاض کا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا۔ دیوار میں اتنی بڑی نقب تھی کہ ایک آدمی بیٹھ کر

بآسانی اس سے گذر سکتا تھا۔

”یہ تو بہت برا ہوا۔“ فیاض بڑبڑایا۔

”اور وہ پہنچا ہوا فقیر کہاں ہے!“ عمران نے پوچھا۔

”وہ بھی نکل گیا! لیکن تم کس طرح اندر پہنچے تھے۔“

”اسی راستے سے! آج ہی مجھے ان جھاڑیوں کا خیال آیا تھا۔“

”اب کیا کرو گے بقیہ کاغذات!“ فیاض نے بے بسی سے کہا۔

”بقیہ کاغذات بھی انہیں واپس کردوں گا۔ بھلا آدھے کاغذات کس کام کے۔ جس کے پاس بھی رہیں پورے رہیں۔ اس کے بعد میں باقی زندگی گذارنے کے لئے قبر اپنے نام لاٹ کرالوں گا۔“

۱۳

عمران کے کمرے میں فون کی گھنٹی بڑی دیر سے بج رہی تھی! وہ قریب ہی بیٹھا ہوا کوئی کتاب پڑھ رہا تھا۔ اس نے گھنٹی کی طرف دھیان تک نہ دیا پھر آخر گھنٹی جب بجتی ہی چلی گئی تو وہ کتاب میز پر پٹخ کر اپنے نوکر سلیمان کو پکارنے لگا۔

”جی سرکار!“ سلیمان کمرے میں داخل ہو کر بولا۔

”ابے دیکھ یہ کون الو کا پٹھا گھنٹی بجا رہا ہے۔“

”سرکار فون ہے۔“

”فون!“ عمران چونک کر فون کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ ”اسے اٹھا کر سڑک پر پھینک دے۔“

سلیمان نے ریسیور اٹھا کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

”ہیلو!“ عمران ماؤتھ پیس میں بولا۔ ”ہاں ہاں عمران نہیں تو کیا کتا بھونک رہا ہے۔“

”تم کل رات ریس کورس کے قریب کیوں نہیں ملے!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”بھاگ جاؤ گدھے۔“ عمران نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھے بغیر سلیمان سے کہا۔

”کیا کہا!“ دوسری طرف سے غراہٹ سنائی دی۔

”اوہ۔ وہ تو میں نے سلیمان سے کہا تھا!.... میرا نوکر ہے.... ہاں تو کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ پچھلی رات کو ریس کورس کیوں نہیں گیا۔“

”میں تم سے پوچھ رہا ہوں۔“

”تو سنو میرے دوست!“ عمران نے کہا۔ ”میں نے اتنی محنت مفت نہیں کی۔ ہینڈ بیگ کی قیمت دس ہزار لگ چلی ہے۔ اگر تم کچھ بڑھو تو میں سودا کرنے کو تیار ہوں۔“

”شامت آگئی ہے تمہاری۔“

”ہاں ملی تھی! مجھے بہت پسند آئی۔“ عمران نے آنکھ مار کر کہا۔

”آج رات اور انتظار کیا جائے گا۔ اس کے بعد کل کسی وقت تمہاری لاش شہر کے کسی گٹر میں بہہ رہی ہوگی۔“ ”ارے باپ! تم نے اچھا کیا کہ بتا دیا اب میں کفن ساتھ لئے بغیر گھر سے باہر نہ نکلوں گا۔“

”میں پھر سمجھاتا ہوں۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”سمجھ گیا!“ عمران نے بڑی سعادت مندی سے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

اس نے پھر کتاب اٹھالی اور اسی طرح مشغول ہو گیا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔ تھوڑی دیر بعد گھنٹی پھر بجی عمران نے ریسیور اٹھالیا اور جھلائی ہوئی آواز میں بولا۔

”اب میں یہ ٹیلیفون کسی یتیم خانے کو پریزنٹ کردوں گا سمجھے.... میں بہت ہی مقبول آدمی ہوں.... کیا میں نے مقبول کہا تھا مقبول نہیں مشغول آدمی ہوں۔“

”تم نے ابھی کسی رقم کی بات کی تھی۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”قلم نہیں فاؤنٹین پن!“ عمران نے کہا۔

”وقت مت برباد کرو۔“ دوسری طرف سے جھلائی ہوئی آواز آئی۔ ”ہم بھی اس کی قیمت دس ہزار لگاتے ہیں!“

”ویری گڈ!“ عمران بولا۔ ”چلو تو یہ طے رہا! بیگ تمہیں مل جائے گا۔“

”آج رات کو۔“

”کیا تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو۔“ عمران نے پوچھا

”اسی طرح جیسے پہلی انگلی دوسری انگلی کو جانتی ہو۔“

”گڈ“ عمران چٹکی بجا کر بولا۔ ”تو تم یہ بھی جانتے ہو گے کہ میں ازلی احمق ہوں۔“

”تم!“

”ہاں میں! ریس کورس بڑی سنسان جگہ ہے! اگر بیگ لے کر تم نے مجھے ٹھائیں کر دیا تو میں کس سے فریاد کروں گا۔“

”ایسا نہیں ہوگا۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”میں بتاؤں! تم اپنے کسی آدمی کو روپے دے کر ٹپ ٹاپ نائٹ کلب میں بھیج دو! میں مدھوبالا کی جوانی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بیگ واپس کردوں گا۔“

”اگر کوئی شرارت ہوئی تو۔“

”مجھے مرغا بنا دینا۔“

”اچھا! لیکن یہ یاد رہے کہ تم وہاں بھی ریوالور کی نال پر رہو گے۔“

”فکر نہ کرو۔ میں نے آج تک ریوالور کی شکل نہیں نہیں دیکھی۔“ عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اور جیب سے چیونگم کا پیکٹ تلاش کرنے لگا۔

۱۴

ٹھیک آٹھ بجے کے قریب عمران اپنی بغل میں ایک چرمی ہینڈ بیگ دبائے ٹپ ٹاپ نائٹ کلب پہنچ گیا قریب قریب ساری میزیں بھری ہوئی تھیں۔ عمران نے بار کے قریب کھڑے ہو کر مجمع کا جائزہ لیا آخر اس کی نظریں ایک میز پر رک گئیں جہاں لیڈی جہانگیر ایک نوجوان عورت کے ساتھ بیٹھی زرد رنگ کی شراب پی رہی تھی۔ عمران آہستہ آہستہ چلتا ہوا میز کے قریب پہنچ گیا۔

”آہا....مائی لیڈی۔“ وہ قدرے جھک کر بولا۔

لیڈی جہانگیر نے داہنی بھوں چڑھا کر اسے تیکھی نظروں سے دیکھا اور پھر مسکرانے لگی۔

”ہل....لو.... عمران....!“ وہ اپنا داہنا ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ”تمہارے ساتھ وقت بڑا اچھا گزرتا ہے! یہ ہیں مس تسنیم! خان بہادر ظفر تسنیم کی صاحبزادی! اور یہ علی عمران۔“

”ایم-ایس-سی-پی-ایچ-ڈی“ عمران نے احمقوں کی طرح کہا۔

”بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر!“ تسنیم بولی۔ لہجہ بیوقوف بنانے کا سا تھا۔

”مجھے افسوس ہوا۔“

”کیوں؟“ لیڈی جہانگیر نے حیرت زدہ آواز سے کہا۔

”میں سمجھتا تھا کہ شائد ان کا نام گلفام ہوگا۔“

”کیا بیہودگی ہے!“ لیڈی جہانگیر جھنجھلا گئی۔

”سچ کہتا ہوں! مجھے کچھ ایسا ہی معلوم ہوا تھا۔ تسنیم ان کے لئے قطعی موزوں نہیں.... یہ تو کسی ایسی لڑکی کا نام ہو سکتا ہے جو تپ دق میں مبتلا ہو تسنیم.... بس نام کی طرح کمر جھکی ہوئی۔“

”تم شائد نشے میں ہو۔“ لیڈی جہانگیر نے بات بنائی۔ ”لو اور پیو!“

”فالودہ ہے؟“ عمران نے پوچھا

”ڈیر تسنیم!“ لیڈی جہانگیر جلدی سے بولی۔ ”تم ان کی باتوں کا برا مت ماننا یہ بہت پر مذاق آدمی ہیں! اوہ .... عمران بیٹھونا۔“

”برا ماننے کی کیا بات ہے“ عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ”میں انہیں گلفام کے نام سے یاد رکھوں گا۔“

تسنیم بری طرح جھینپ رہی تھی اور شائد اب اسے اپنے رویہ پر افسوس بھی تھا۔

”اچھا میں چلی!“ تسنیم اٹھتی ہوئی بولی۔

”میں خود چلا....“ عمران نے اٹھنے کا ارادہ کرتے ہوئے کہا۔

”مائی ڈیرس! تم دونوں بیٹھو۔“ لیڈی جہانگیر دونوں کے ہاتھ پکڑ کر جھومتی ہوئی بولی۔

”نہیں مجھے ایک ضروری کام یاد آگیا ہے۔“ تسنیم نے آہستہ سے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا اور وہاں سے چلی گئی۔

”اور میں!“ عمران سینے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ”تم پر ہزار کام قربان کر سکتا ہوں“

”بکو مت! جھوٹے.... تم مجھے خواہ مخواہ غصہ دلاتے ہو۔“

”میں تمہیں پوجتا ہوں! سوئیٹی.... مگر اس بڈھے کی زندگی میں....“

”تم پھر میرا مذاق اڑانے لگے۔“

نہیں ڈیرسٹ! میں تیرا چاند تو میری چاندنی.... نہیں دل کا لگا....

”بس بس!.... بعض اوقات تم بہت زیادہ چیپ ہو جاتے ہو!“

”آئی ایم سوری۔“ عمران نے کہا اور اس کی نظریں قریب ہی کی ایک میز کی طرف اٹھ گئیں۔ یہاں ایک جانی پہچانی شکل کا آدمی اسے گھور رہا تھا! عمران نے ہینڈ بیگ میز پر سے اٹھا کر بغل میں دبا لیا پھر دفعتاً سامنے بیٹھا ہوا آدمی اسے آنکھ مار کر مسکرانے لگا۔ جواب میں عمران نے باری باری اسے دونوں آنکھیں مار دیں! لیڈی جہانگیر اپنے گلاس کی طرف دیکھ رہی تھی اور شائد اس کے ذہن میں کوئی انتہائی رومان انگیز جملہ کلبلا رہا تھا۔

”میں ابھی آیا!“ عمران نے لیڈی جہانگیر سے کہا اور اس آدمی کی میز پر چلا گیا۔

”لائے ہو۔“ اس نے آہستہ سے کہا۔

”یہ کیا رہا۔“ عمران نے ہینڈ بیگ کی طرف اشارہ کیا پھر بولا۔ ”تم لائے ہو۔“

”ہاں آں!“ اس آدمی نے لائے ہوئے ہینڈ بیگ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

”تو ٹھیک ہے!“ عمران نے کہا۔ ”اسے سنبھالو اور چپ چاپ کھسک جاؤ۔“

”کیوں؟“ وہ اسے گھورتا ہوا بولا۔

”کپتان فیاض کو مجھ پر شبہ ہو گیا ہے ہو سکتا ہے کہ اس نے کچھ آدمی میری نگرانی کے لئے مقرر کر دیئے ہوں۔“

”کوئی چال!“

”ہرگز نہیں! آج کل مجھے روپوں کی سخت ضرورت ہے۔“

”اگر کوئی چال ہوئی تو تم بچو گے نہیں۔“ آدمی ہینڈ بیگ لے کر کھڑا ہو گیا۔

”یار روپے میں نے اپنا مقبرہ تعمیر کرانے کیلئے نہیں حاصل کئے۔“ عمران نے آہستہ سے کہا پھر وہ اس آدمی کو باہر جاتے دیکھتا رہا۔ اس کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ تھی۔ وہ اس آدمی کا دیا ہوا ہینڈ بیگ سنبھالتا ہوا پھر یڈی جہانگیر کے پاس آبیٹھا۔

۱۵

وہ آدمی ہینڈ بیگ لئے ہوئے جیسے ہی باہر نکلا کلب کی کمپاؤنڈ کے پارک سے دو آدمی اس کی طرف بڑھے۔

”کیا رہا۔“ ایک نے پوچھا۔

”مل گیا۔“ بیگ والے نے کہا۔

”کاغذات ہیں بھی یا نہیں۔“

”میں نے کھول کر نہیں دیکھا۔“

”گدھے ہو۔“

”وہاں کیسے کھول کر دیکھتا۔“

”لاؤ.... ادھر لاؤ۔“ اس نے ہینڈ بیگ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا! پھر وہ چونک کر بولا۔

”اوہ! یہ اتنا وزنی کیوں ہے۔“

اس نے بیگ کھولنا چاہا لیکن اس میں قفل لگا ہوا تھا۔

”چلو یہاں سے“ تیسرا بولا ”یہاں کھولنے کی ضرورت نہیں۔“

کمپاؤنڈ کے باہر پہنچ کر وہ ایک کار میں بیٹھ گئے۔ ان میں سے ایک کار ڈرائیو کرنے لگا۔

شہر کی سڑکوں سے گذر کر کار ایک ویران راستے پر چل پڑی آبادی سے نکل آنے کے بعد انہوں نے کار کے اندر روشنی کر دی۔

ان میں سے ایک جو کافی معمر مگر اپنے دونوں ساتھیوں سے زیادہ طاقتور معلوم ہوتا تھا ایک پتلے سے تار کی مدد سے ہینڈ بیگ کا قفل کھولنے لگا اور پھر جیسے ہی ہینڈ بیگ کا فلیپ اٹھایا گیا پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے دونوں آدمی بے ساختہ اچھل پڑے۔ کوئی چیز بیگ سے اچھل کر ڈرائیور کی کھوپڑی سے ٹکرائی اور کار سڑک کے کنارے کے ایک درخت سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔ رفتار زیادہ تیز نہیں تھی ورنہ کار کے ٹکرا جانے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رہ گیا تھا۔ تین بڑے بڑے مینڈک کار میں اچھل رہے تھے۔

بوڑھے آدمی کے منہ سے ایک موٹی سی گالی نکلی اور دوسرا ہنسنے لگا۔

”شٹ اپ“ بوڑھا حلق کے بل چیخا۔ ”تم گدھے ہو۔ تمہاری بدولت....“

”جناب میں کیا کرتا! میں اسے وہاں کیسے کھول سکتا تھا! اس کا بھی تو خیال تھا کہ کہیں پولیس نہ لگی ہو۔“

”بکواس مت کرو۔ پہلے ہی اطمینان کر چکا تھا وہاں پولیس کا کوئی آدمی نہیں تھا! کیا تم مجھے معمولی آدمی سمجھتے ہو۔ اب اس لونڈے کی موت آ گئی ہے۔ ارے تم گاڑی روک دو۔“ کار رک گئی۔

بوڑھا تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بولا۔

”کلب میں اس کے ساتھ اور کون تھا۔“

”ایک خوبصورت سی عورت! دونوں شراب پی رہے تھے۔“

”غلط ہے! عمران شراب نہیں پیتا۔“

”پی رہا تھا جناب۔“

بوڑھا پھر کسی سوچ میں پڑ گیا۔

”چلو! واپس چلو۔“ وہ کچھ دیر بعد بولا۔ ”میں اسے وہیں کلب میں مار ڈالوں گا۔“ کار پھر شہر کی طرف مڑی۔

”میرا خیال ہے کہ وہ اب تک مر چکا ہو گا۔“ بوڑھے کے قریب بیٹھے ہوئے آدمی نے کہا۔

”نہیں! وہ تمہاری طرح احمق نہیں ہے!“ بوڑھا جھنجھلا کر بولا۔ ”اس نے ہمیں دھوکا دیا ہے تو خود بھی غافل نہ ہو گا۔“

”تب تو وہ کلب ہی سے چلا گیا ہو گا۔“

”بحث مت کرو۔“ بوڑھے نے گرج کر کہا۔ ”میں اسے ڈھونڈ کر ماروں گا۔ خواہ وہ اپنے گھر ہی میں کیوں نہ ہو۔“

۱۶

عمران چند لمحے بیٹھا رہا پھر اٹھ کر تیزی سے وہ بھی باہر نکلا اور اس نے کمپاؤنڈ کے باہر ایک کار کے اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی! وہ پھر اندر واپس آ گیا۔

”کہاں بھاگتے پھر رہے ہو۔“ لیڈی جہانگیر نے پوچھا اس کی آنکھیں نشے سے بوجھل ہو رہی تھیں۔

”ذرا کھانا ہضم کر رہا ہوں۔“ عمران نے اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا.... لیڈی جہانگیر آنکھیں بند کر کے ہنسنے لگی۔

عمران کی نظریں بدستور گھڑی پر جمی رہیں.... وہ پھر اٹھا اب وہ ٹیلیفون بوتھ کی طرف جا رہا تھا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے اور ماؤتھ پیس میں بولا۔

”ہیلو سوپر فیاض.... میں عمران بول رہا ہوں.... بس اب روانہ ہو جاؤ۔“

ریسیور رکھ کر وہ پھر ہال میں چلا آیا لیکن وہ اس بار لیڈی جہانگیر کے پاس نہیں بیٹھا تھا۔ چند

لمحے کھڑا ادھر ادھر دیکھتا رہا پھر ایک ایسی میز پر جا بیٹھا جہاں تین آدمی پہلے ہی سے بیٹھے ہوئے تھے اور یہ تینوں اسکے شناسا تھے اس لئے انہوں نے برا نہیں مانا۔

شائد پندہ منٹ تک عمران ان کے ساتھ قہقہے لگاتا رہا لیکن اس دوران بار بار اسکی نظریں داخلے کے دروازے کی طرف اٹھ جاتی تھیں۔

اچانک اسے دروازے میں وہ بوڑھا دکھائی دیا جس سے اس نے چند روز قبل کاغذات والا ہینڈ بیگ چھینا تھا۔ عمران اور زیادہ انہاک سے گفتگو کرنے لگا لیکن تھوڑی ہی دیر بعد اس نے اپنے داہنے شانے میں کسی چیز کی چبھن محسوس کی اس نے کنکھیوں سے داہنی طرف دیکھا! بوڑھا اس سے لگا ہوا کھڑا تھا اور اسکا بایاں ہاتھ کوٹ کی جیب میں تھا اور اسی جیب میں رکھی ہوئی کوئی سخت چیز عمران کے شانے میں چبھ رہی تھی! عمران کو یہ سمجھنے میں دشواری نہ ہوئی کہ وہ ریوالور کی نالی ہی ہو سکتی ہے۔

"عمران صاحب!" بوڑھا بڑی خوش اخلاقی سے بولا۔ "کیا آپ چند منٹ کیلئے باہر تشریف لے چلیں گے۔"

"آہا! چچا جان!" عمران چہک کر بولا۔ "ضرور ضرور! مگر مجھے آپ سے شکایت ہے اس لئے آپ کو بھی کوئی شکایت نہ ہونی چاہئے۔"

"آپ چلئے تو" بوڑھے نے مسکرا کر کہا۔ "مجھے اس گدھے کی حرکت پر افسوس ہے۔"

عمران کھڑا ہو گیا! لیکن اب ریوالور کی نال اس کے پہلو میں چبھ رہی تھی۔ وہ دونوں باہر آئے.... پھر جیسے ہی وہ پارک میں پہنچے بوڑھے کے دونوں ساتھی بھی پہنچ گئے۔

"کاغذات کہاں ہیں۔" بوڑھے نے عمران کا کالر پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ پارک میں سناٹا تھا۔ دفعتاً عمران نے بوڑھے کا بایاں ہاتھ پکڑ کر ٹھوڑی کے نیچے ایک زور دار گھونسہ رسید کیا۔ بوڑھے کا ریوالور عمران کے ہاتھ میں تھا اور بوڑھا لڑکھڑا کر گرنے ہی والا تھا کہ اس کے ساتھیوں نے اسے سنبھال لیا۔ "میں کہتا ہوں وہ دس ہزار کہاں ہیں۔" عمران نے چیخ کر کہا۔

اچانک مہندی کی باڑھ کے پیچھے سے آٹھ دس آدمی اچھل کر ان تینوں پر آ پڑے اور پھر ایک خطرناک جدوجہد کا آغاز ہو گیا۔ وہ تینوں بڑی بے جگری سے لڑ رہے تھے۔

"سوپر فیاض۔" عمران نے چیخ کر کہا "ڈاڑھی والا۔"

لیکن ڈاڑھی والا اچھل کر بھاگا۔ وہ مہندی کی باڑھ پھلانگنے ہی والا تھا کہ عمران کے ریوالور سے شعلہ نکلا گولی ٹانگ میں لگی اور بوڑھا مہندی کی باڑھ میں پھنس کر رہ گیا۔

"ارے باپ رے باپ" عمران ریوالور پھینک کر اپنا منہ پیٹنے لگا۔

وہ دونوں پکڑے جا چکے تھے! فیاض زخمی بوڑھے کی طرف جھپٹا جواب بھی بھاگ نکلنے کے لئے جدوجہد کر رہا تھا.... فیاض نے ٹانگ پکڑ کر مہندی کی باڑھ سے گھسیٹ لیا۔

"یہ کون؟" فیاض نے اس کے چہرے پر روشنی ڈالی۔ فائر کی آواز سن کر پارک میں بہت سے لوگ اکٹھے ہو گئے تھے۔

بوڑھا بے ہوش نہیں ہوا تھا وہ کسی زخمی سانپ کی طرح بل کھا رہا تھا۔ عمران نے جھک کر اسکی مصنوعی ڈاڑھی نوچ ڈالی۔

"ہائیں!" فیاض تقریباً چیخ پڑا۔ "سر جہانگیر!"

سر جہانگیر نے پھر اٹھ کر بھاگنے کی کوشش کی لیکن عمران کی ٹھوکر نے اسے باز رکھا۔

"ہاں سر جہانگیر!" عمران بڑبڑایا۔ "ایک غیر ملک کا جاسوس.... قوم فروش غدار...."

۱۷

دوسرے دن کیپٹن فیاض عمران کے کمرے میں بیٹھا اسے تحیر آمیز نظروں سے گھور رہا تھا اور عمران بڑی سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔ "مجھے خوشی ہے کہ ایک بڑا غدار اور وطن فروش میرے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچا۔ بھلا کون سوچ سکتا تھا کہ سر جہانگیر جیسا معزز اور نیک نام آدمی بھی کسی غیر ملک کا جاسوس ہو سکتا ہے۔"

"مگر وہ قبر کا مجاور کون تھا۔" فیاض نے بے صبری سے پوچھا۔

"میں بتاتا ہوں۔ لیکن درمیان میں ٹوکنا مت.... وہ بیچارہ اکیلے ہی یہ مرحلہ طے کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے اسکا کھیل بگاڑ دیا.... پچھلی رات وہ مجھے ملا تھا.... اس نے پوری داستان دہرائی.... اور اب شائد ہمیشہ کے لئے روپوش ہو گیا ہے۔ اسے بڑی زبردست شکست ہوئی ہے۔ اب وہ کسی کو منہ نہیں دکھانا چاہتا۔"

"مگر وہ ہے کون؟"

"ایاز!.... چونکو نہیں میں بتاتا ہوں!.... یہی ایاز وہ آدمی تھا جو فارن آفس کے سیکرٹری کے ساتھ کاغذات سمیت سفر کر رہا تھا! آدھے کاغذات اسکے پاس تھے اور آدھے سیکرٹری کے پاس! ان پر ڈاکہ پڑا۔ سیکرٹری مارا گیا اور ایاز کسی طرح بچ گیا۔ مجرموں کے ہاتھ صرف آدھے کاغذات لگے! ایاز فارن آفس کی سیکرٹ سروس کا آدمی تھا۔ وہ بچ گیا۔ لیکن اس نے آفس کو رپورٹ نہیں دی! وہ دراصل اپنے زمانے کا مانا ہوا آدمی تھا اسلئے اس شکست نے اسے مجبور کر دیا کہ وہ مجرموں سے آدھے کاغذات وصول کئے بغیر آفس میں نہ پیش ہو۔ وہ جانتا تھا کہ آدھے کاغذات مجرموں کے کسی کام کے نہیں! وہ بقیہ آدھے کاغذات کے لئے اسے ضرور تلاش کریں گے۔ کچھ دنوں کے بعد اس نے مجرموں کا پتہ لگا لیا۔ لیکن ان کے سرغنہ کا سراغ نہ مل سکا! وہ حقیقتاً سرغنہ ہی کو پکڑنا چاہتا تھا!.... دن گذرتے گئے لیکن ایاز کو کامیابی نہ ہوئی پھر اس نے ایک نیا

جال بچھایا! اس نے وہ عمارت خرید لی اور اس میں اپنے ایک وفادار نوکر کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگا۔ اس دوران میں اس نے اپنی اسکیم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک قبر دریافت کی اور وہ سارا میکنزم ترتیب دیا۔ اچانک اسی زمانے میں اس کا نوکر بیمار ہو کر مر گیا۔ ایاز کو ایک دوسری ترکیب سوجھ گئی اس نے نوکر پر میک اپ کر کے اسے دفن کر دیا اور اس کے بھیس میں رہنے لگا! اس کارروائی سے پہلے اس نے وہ عمارت قانونی طور پر جج صاحب کے نام منتقل کر دی اور صرف ایک کمرہ رہنے دیا!.... اس کے بعد ہی اس نے مجرموں کو اس عمارت کی طرف متوجہ کرنا شروع کر دیا۔ کچھ ایسے طریقے اختیار کئے کہ مجرموں کو یقین ہو گیا کہ مرنے والا سیکرٹ سروس ہی کا آدمی تھا اور بقیہ کاغذات وہ اسی عمارت میں کہیں چھپا کر رکھ گیا ہے۔ ابھی حال ہی میں ان لوگوں کی رسائی اس کمرے تک ہوئی جہاں ہم نے لاشیں پائیں! دیوار والے خفیہ خانے میں سچ مچ کاغذات تھے!.... اس کا اشارہ بھی انہیں ایاز کی ہی طرف سے ملا تھا۔ جیسے ہی کوئی آدمی خانے والی دیوار کے نزدیک پہنچتا تھا۔ ایاز قبر کے تعویذ کے نیچے سے ڈراؤنی آوازیں نکالنے لگتا تھا اور دیوار کے قریب پہنچا ہوا آدمی سہم کر دیوار سے چپک جاتا!.... ادھر ایاز قبر کے اندر سے میکنزم کو حرکت میں لاتا اور دیوار سے تین چھریاں نکل کر اس کی پشت میں پیوست ہو جاتیں.... یہ سب اس نے محض سرغنہ کو پکڑنے کے لئے کیا تھا.... لیکن سرغنہ میرے ہاتھ لگا.... اب ایاز شائد زندگی بھر اپنے متعلق کسی کو کوئی اطلاع نہ دے! اور کیپٹن فیاض.... میں نے اس سے وعدہ کیا ہے کہ اس کا نام کیس کے دوران میں کہیں نہ آنے پائے گا! سمجھے! اور تمہیں میرے وعدے کا پاس کرنا پڑے گا! اور تم اپنی رپورٹ اس طرح مرتب کرو کہ اس میں کہیں محبوبہ یک چشم کا نام بھی نہ آنے پائے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے۔" فیاض جلدی سے بولا! "وہ دس ہزار روپے کہاں ہیں جو تم نے سر جہانگیر سے وصول کئے تھے۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔" عمران اپنے دیدے پھرا کر بولا۔ "آدھا آدھا بانٹ لیں کیوں!"

"بکواس ہے اسے میں سرکاری تحویل میں دوں گا۔" فیاض نے کہا۔

"ہرگز نہیں!" عمران نے جھپٹ کر وہ چرمی ہینڈ بیگ میز سے اٹھا لیا جو اسے پچھلی رات سر جہانگیر کے ایک آدمی سے ملا تھا۔

فیاض نے اس سے ہینڈ بیگ چھین لیا.... اور پھر وہ اسے کھولنے لگا۔

"خبردار ہوشیار...." عمران نے چوکیداروں کی طرح ہانک لگائی لیکن فیاض ہینڈ بیگ کھول چکا تھا.... اور پھر جو اس نے "ارے باپ" کہہ کر چھلانگ لگائی ہے تو ایک صوفے ہی پر جا کر پناہ لی۔ ہینڈ بیگ سے ایک سیاہ رنگ کا سانپ نکل کر فرش پر رینگ رہا تھا۔

"ارے خدا تجھے غارت کرے عمران کے بچے.... کمینے!" فیاض صوفے پر کھڑا ہو کر دھاڑا۔

سانپ پھن کاڑھ کر صوفے کی طرف لپکا فیاض نے چیخ مار کر دوسری کرسی پر چھلانگ لگائی.... کرسی الٹ گئی اور وہ منہ کے بل فرش پر گرا.... اس بار اگر عمران نے پھرتی سے اپنے جوتے کی ایڑی سانپ کے سر پر نہ رکھ دی ہوتی تو اس نے فیاض کو ڈس ہی لیا ہوتا۔ سانپ کا بقیہ جسم عمران کی پنڈلی سے لپٹ گیا اور اسے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ جائے گی۔ اوپر سے فیاض اس پر گھونسوں اور تھپڑوں کی بارش کر رہا تھا۔ بڑی مشکل سے اس نے دونوں سے اپنا پیچھا چھڑایا۔

"تم بالکل پاگل ہو-- دیوانے.... وحشی۔" فیاض ہانپتا ہوا بولا۔

"میں کیا کروں جانِ من-- خیر اب تم اسے سرکاری تحویل میں دے دو اگر کہیں میں رات کو ذرا سا بھی چوک گیا ہوتا تو اس نے مجھے اللہ میاں کی تحویل میں پہنچا دیا تھا!"

"کیا سر جہانگیر....؟"

"ہاں!.... ہم دونوں میں مینڈکوں اور سانپوں کا تبادلہ ہوا تھا!" عمران نے کہا اور مغموم انداز میں چیونگم چبانے لگا! اور پھر اس کے چہرے پر وہی پرانی حماقت طاری ہو گئی--!

ختم شُد

عمران سیریز نمبر 2

چٹانوں میں فائر

(مکمل ناول)

کرنل ضرغام بے چینی سے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔

یہ ایک ادھیڑ عمر کا قوی الجثہ اور پر رعب چہرے والا آدمی تھا! مونچھیں گھنی اور نیچے کی طرف ڈھلکی ہوئی تھیں!.... بار بار اپنے شانوں کو اس طرح جنبش دیتا تھا جیسے اسے خدشہ ہو کہ اس کا کوٹ شانوں سے ڈھلک کر نیچے آ جائے گا۔ یہ اس کی بہت پرانی عادت تھی۔ وہ کم از کم ہر دو منٹ کے بعد اپنے شانوں کو اس طرح ضرور جنبش دیتا تھا!.... اس نے دیوار سے لگے ہوئے کلاک پر تشویش آمیز نظریں ڈالیں اور پھر کھڑکی کے پاس کھڑا ہو گیا۔

تیسرے ہفتہ کا چاند دور کی پہاڑیوں کے پیچھے سے ابھر رہا تھا.... موسم بھی خوشگوار تھا اور منظر بھی انتہائی دلکش!.... مگر کرنل ضرغام کا اضطراب!--- وہ ان دونوں سے بھی لطف اندوز نہیں ہو سکتا تھا۔

اچانک وہ کسی آہٹ پر چونک کر مڑا.... دروازے میں اس کی جوان العمر لڑکی صوفیہ کھڑی تھی۔

"اوہ ڈیڈی.... دس بج گئے.... لیکن....!"

"ہاں.... آں!" ضرغام کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "شاید گاڑی لیٹ ہے۔"

"وہ کھڑکی کے باہر دیکھنے لگا! صوفیہ آگے بڑھی اور اس نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

لیکن کرنل ضرغام بدستور باہر ہی دیکھتا رہا۔

"آپ اتنے پریشان کیوں ہیں۔" صوفیہ آہستہ سے بولی۔

"اف فوہ!" کرنل ضرغام مڑ کر بولا۔ "میں کہتا ہوں کہ آخر تمہاری نظروں میں ان واقعات کی کوئی اہمیت کیوں نہیں۔"

"میں نے یہ کبھی نہیں کہا!" صوفیہ بولی۔ "میرا مطلب تو صرف یہ ہے کہ بہت زیادہ تشویش کرکے ذہن کو تھکانے سے کیا فائدہ۔"

"اب میں اسے کیا کروں کہ ہر لحظہ میری الجھنوں میں اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے۔"

"کیا کوئی نئی بات۔" صوفیہ کے لہجے میں تحیر تھا!

"کیا تم نے کیپٹن فیاض کا تار نہیں پڑھا۔"

"پڑھا ہے! اور میں اس وقت اسی کے متعلق گفتگو کرنے آئی ہوں۔"

"ہوں! تو تم بھی اس کی وجہ سے الجھن میں مبتلا ہو گئی ہو۔"

"جی ہاں!.... آخر اس کا کیا مطلب ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ایک ایسا آدمی بھیج رہا ہوں جس سے آپ لوگ تنگ نہ آگئے تو کافی فائدہ اٹھا سکیں گے.... میں کہتی ہوں ایسا آدمی ہی کیوں جس سے ہم تنگ آجائیں---! اور پھر وہ کوئی سرکاری آدمی بھی نہیں ہے۔"

"بس یہی چیز-- مجھے بھی الجھن میں ڈالے ہوئے ہے۔" کرنل نے کلاک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "آخر وہ کسی قسم کا آدمی ہے! ہم تنگ کیوں آجائیں گے۔"

"انہوں نے اپنے ہی محکمہ کا کوئی آدمی کیوں نہیں بھیجا۔" صوفیہ نے کہا۔

"بھیجنا چاہتا تو بھیج ہی سکتا تھا! لیکن فیاض بڑا با اصول آدمی ہے۔ ایک پرائیویٹ معاملے کے لئے اس نے سرکاری آدمی بھیجنا مناسب نہ سمجھا۔"

۲

کرنل ضرغام کے دونوں بھتیجے انور اور عارف ریلوے اسٹیشن پر ٹرین کی آمد کے منتظر تھے! محکمہ سراغ رسانی کے سپرنٹنڈنٹ کیپٹن فیاض نے ان کے چچا کی درخواست پر ایک آدمی بھیجا تھا جسے وہ لینے کے لئے اسٹیشن آئے تھے! گاڑی ایک گھنٹہ لیٹ تھی۔

ان دونوں نے بھی کیپٹن فیاض کا تار دیکھا تھا اور آنے والے کے متعلق سوچ رہے تھے!

یہ دونوں جوان، خوش شکل، سمارٹ اور تعلیم یافتہ تھے۔ انور عارف سے صرف دو سال بڑا تھا۔ اس لئے ان میں دوستوں کی سی بے تکلفی تھی اور عارف، انور کو اس کے نام ہی سے مخاطب کرتا تھا۔

"کیپٹن فیاض کا تار کتنا عجیب تھا۔" عارف نے کہا۔

"اس کم بخت ٹرین کو بھی آج ہی لیٹ ہونا تھا!" انور بڑبڑایا۔

"آخر وہ کس قسم کا آدمی ہوگا!" عارف نے کہا۔

"اونہہ! چھوڑو ہوگا کوئی چڑ چڑا، بد دماغ۔" انور بولا "کرنل صاحب خواہ مخواہ خود بھی بور ہوتے ہیں! اور دوسروں کو بھی بور کرتے ہیں۔"

"یہ تمہاری زیادتی ہے۔" عارف نے کہا۔ "ان حالات میں تم بھی وہی کرتے جو وہ کر رہے ہیں۔"

"ارے چھوڑو--! کہاں کے حالات اور کیسے حالات.... سب ان کا وہم ہے میں اکثر سوچتا ہوں ان جیسے وہمی آدمی کو ایک پوری بٹالین کی کمانڈ کیسے سونپ دی گئی تھی.... کوئی تک بھی ہے۔ آخر گھر میں بلیاں روئیں گی تو خاندان پر کوئی نہ کوئی آفت ضرور آئے گی.... الو کی آواز سن کر دم نکل جائے گا! اگر کھانا کھاتے وقت کسی نے پلیٹ میں چھری اور کانٹے کو کراس کر کے رکھ دیا تو بدشگونی!.... صبح ہی صبح اگر کوئی کانا آدمی دکھائی دے گیا تو مصیبت!"

"اس معاملہ میں تو مجھے ان سے ہمدردی ہے۔" عارف نے کہا۔

"مجھے تاؤ آتا ہے؟" انور بھنا کر بولا۔

"پرانے آدمیوں کو معاف کرنا ہی پڑتا ہے۔"

"یہ پرانے آدمی ہیں۔" انور نے جھنجلا کر کہا۔ "مجھے تو ان کی کسی بات میں پرانا پن نہیں نظر آتا۔ سوائے ضعیف الاعتقادی کے۔"

"یہی سہی! بہر حال وہ پچھلے دور کی وراثت ہے۔"

تیز قسم کی گھنٹی کی آواز سے وہ چونک پڑے.... یہ ٹرین کی آمد کا اشارہ تھا۔ یہ ایک چھوٹا سا پہاڑی اسٹیشن تھا۔ یہاں مسافروں کو ہوشیار کرنے کے لئے گھنٹی بجائی جاتی تھی پورے پلیٹ فارم پر آٹھ یا دس آدمی نظر آرہے تھے۔ ان میں نیلی وردی والے خلاصی بھی تھے جو اتنی شان سے اکڑ اکڑ کر چلتے تھے جیسے وہ اسٹیشن ماسٹر سے بھی کوئی بڑی چیز ہوں-- کھانا فروخت کرنے والے نے اپنا جالی دار لکڑی کا صندوق جس کے اندر ایک لالٹین جل رہی تھی۔ مونڈھے سے اٹھا کر کاندھے پر رکھ لیا؟-- اور پان بیڑی سگریٹ بیچنے والے لڑکے نے جو ابھی منہ سے طبلہ بجا بجا کر ایک فحش سا گیت گا رہا تھا اپنی ٹرے اٹھا کر گردن میں لٹکالی۔

ٹرین آہستہ آہستہ رینگتی ہوئی آکر پلیٹ فارم سے لگ گئی۔

انور اور عارف گیٹ پر کھڑے رہے۔

پوری ٹرین سے صرف تین آدمی اترے.... دو بوڑھے دیہاتی.... اور ایک جوان آدمی جس کے جسم پر خاکی گابرڈین کا سوٹ تھا.... بائیں شانے سے غلاف میں بند کی ہوئی بندوق لٹک رہی

تھی اور داہنے ہاتھ میں ایک بڑا سا سوٹ کیس تھا۔

غالباً یہ وہی آدمی تھا جس کے لئے انور اور عارف یہاں آئے تھے۔

وہ دونوں اس کی طرف بڑھے۔

"کیا آپ کو کیپٹن فیاض نے بھیجا ہے۔" انور نے اس سے پوچھا۔

"اگر میں خود ہی نہ آنا چاہتا تو اس کے فرشتے بھی نہیں بھیج سکتے تھے۔" مسافر نے مسکرا کر کہا۔

"جی ہاں! ٹھیک ہے۔" انور جلدی سے بولا۔

"کیا ٹھیک ہے!" مسافر پلکیں جھپکانے لگا۔

انور بوکھلا گیا۔ "یہی جو آپ کہہ رہے ہیں۔"

"اوہ!" مسافر نے اس طرح کہا جیسے وہ پہلے کچھ اور سمجھا ہو۔

"عارف اور انور نے معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"ہم آپ کو لینے کے لئے آئے ہیں۔" عارف نے کہا۔

"تو لے چلئے نا۔" مسافر نے سوٹ کیس پلیٹ فارم پر رکھ کر اس پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

انور نے قلی کو آواز دی۔

"کیا!" مسافر نے حیرت سے کہا۔ "یہ ایک قلی مجھے سوٹ کیس سمیت اٹھا سکے گا!"

پہلے دونوں بوکھلائے پھر ہنسنے لگے۔

"جی نہیں!" انور نے شرارت آمیز انداز میں کہا۔ "آپ ذرا کھڑے ہو جائیے۔"

مسافر کھڑا ہو گیا!--انور نے قلی کو سوٹ کیس اٹھانے کا اشارہ کرتے ہوئے مسافر کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "یوں چلئے!"

"لاحول ولا قوۃ!" مسافر گردن جھٹک کر بولا۔ "میں کچھ اور سمجھا تھا۔"

انور نے عارف کو مخاطب کر کے کہا۔ "غالباً اب تار کا مضمون تمہاری سمجھ میں آ گیا ہو گا۔"

عارف ہنسنے لگا! لیکن مسافر اتنی بے تعلقی اور سنجیدگی سے چل رہا تھا جیسے اسے اس بات سے کوئی سروکار ہی نہ ہو۔ وہ باہر آ کر کار میں بیٹھ گئے۔ پچھلی سیٹ پر انور مسافر کے ساتھ تھا اور عارف کار ڈرائیو کر رہا تھا۔

انور نے عارف کو مخاطب کر کے کہا۔ "کیا کرنل صاحب اور کیپٹن فیاض میں کوئی مذاق کا رشتہ بھی ہے۔"

عارف نے پھر قہقہہ لگایا.... وہ دونوں ہی سوچ رہے تھے کہ اس احمق مسافر کے ساتھ وقت اچھا گذرے گا۔

"جناب کا اسم شریف۔" اچانک انور مسافر سے مخاطب ہوا۔

"کلیر شریف۔" مسافر نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔

دونوں ہنس پڑے۔

"ہائیں! اس میں ہنسنے کی کیا بات!" مسافر بولا۔

"میں نے آپ کا نام پوچھا تھا۔" انور نے کہا۔

"علی عمران۔ ایم ایس سی، پی ایچ ڈی۔"

"ایم-ایس-سی-پی-ایچ-ڈی بھی۔" عارف ہنس پڑا۔

"آپ ہنسے کیوں۔" عمران نے پوچھا۔

"اوہ--میں دوسری بات پر ہنسا تھا۔" عارف جلدی سے بولا۔

"اچھا تو اب مجھے تیسری بات پر ہنسنے کی اجازت دیجئے۔" عمران نے کہا اور احمقوں کی طرح ہنسنے لگا۔

وہ دونوں اور زور سے ہنسے! عمران نے ان سے بھی تیز قہقہہ لگایا.... اور تھوڑی ہی دیر بعد انور اور عارف نے محسوس کیا جیسے وہ خود بھی احمق ہو گئے ہوں۔

کار پہاڑی راستوں میں چکراتی آگے بڑھ رہی تھی۔

تھوڑی دیر کے لئے خاموشی ہو گئی........ عمران نے ان دونوں کے نام نہیں پوچھے تھے۔

انور سوچ رہا تھا کہ خاصی تفریح رہے گی! کرنل صاحب کی جھلاہٹ قابل دید ہو گی! یہ احمق آدمی ان کا ناطقہ بند کر دے گا۔ اور وہ پاگلوں کی طرح سر پیٹتے پھریں گے۔

انور ٹھیک ہی سوچ رہا تھا! کرنل تھا بھی جھلے مزاج کا آدمی! اگر اسے کوئی بات دوبارہ دہرانی پڑتی تھی تو اس کا پارہ چڑھ جاتا تھا!.... چہ جائیکہ عمران جیسے آدمی کا ساتھ!

آدھے گھنٹے میں کار نے کرنل کی کوٹھی تک کی مسافت طے کر لی!.... کرنل اب بھی بے چینی سے اسی کمرے میں ٹہل رہا تھا اور صوفیہ بھی وہیں موجود تھی۔

کرنل نے عمران کو اوپر سے نیچے تک تنقیدی نظروں سے دیکھا!--پھر مسکرا کر بولا۔

"کیپٹن فیاض تو اچھے ہیں۔"

"اجی توبہ کیجئے! نہایت نامعقول آدمی ہے!" عمران نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اس نے کاندھے سے بندوق اتار کر صوفے کے ہتھے سے لٹکا دی۔

"کیوں نامعقول کیوں؟" کرنل نے حیرت سے کہا۔

"بس یونہی۔" عمران سنجیدگی سے بولا۔ "میرا خیال ہے کہ نامعقولیت کی کوئی وجہ نہیں ہوتی۔"

”خوب!“ کرنل اسے گھورنے لگا۔ ”آپ کی تعریف۔“

”اجی ہی--ہی--ہی اب اپنے منہ سے اپنی تعریف کیا کروں۔“ عمران شرما کر بولا--!

انور کسی طرح ضبط نہ کر سکا! اسے ہنسی آ گئی! اور اس کے پھوٹتے ہی عارف بھی ہنسنے لگا۔

”یہ کیا بدتمیزی۔“ کرنل ان کی طرف مڑا۔

دونوں یک بیک خاموش ہو کر بغلیں جھانکنے لگے.... صوفیہ عجیب نظروں سے عمران کو دیکھ رہی تھی۔

”میں نے آپ کا نام پوچھا تھا۔“ کرنل نے کھنکار کر کہا۔

”کب پوچھا تھا۔“ عمران چونک کر بولا۔

”ابھی“ کرنل کے منہ سے بے ساختہ نکلا اور وہ دونوں بھائی اپنے منہ میں رومال ٹھونستے ہوئے باہر نکل گئے۔

”ان لونڈوں کی شامت آ گئی ہے۔“ کرنل نے غصیلی آواز میں کہا.... اور وہ بھی تیزی سے کمرے سے نکل گیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ ان دونوں کو دوڑ کر مارے گا۔

عمران احمقوں کی طرح بیٹھا رہا۔ بالکل ایسے ہی بے تعلقانہ انداز میں جیسے اس نے کچھ دیکھا سنا ہی نہ ہو.... صوفیہ کمرے ہی میں رہ گئی تھی اور اسکی آنکھوں میں شرارت آمیز چمک لہرانے لگی تھی۔

”آپ نے اپنا نام نہیں بتایا۔“ صوفیہ بولی۔

اس پر عمران نے اپنا نام ڈگریوں سمیت دہرا دیا۔ صوفیہ کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے اس پر یقین نہ آیا ہو۔

”کیا آپ کو اپنے یہاں آنے کا مقصد معلوم ہے۔“ صوفیہ نے پوچھا۔

”مقصد!“ عمران چونک کر بولا۔ ”جی ہاں مقصد مجھے معلوم ہے۔ اسی لئے میں اپنی ائیر گن ساتھ لایا ہوں۔“

”ائیر گن!“ صوفیہ نے حیرت سے دہرایا۔

”جی ہاں۔“ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔ ”میں ہاتھ سے مکھیاں نہیں مارتا۔“

کرنل جو پشت کے دروازے میں کھڑا ان کی گفتگو سن رہا تھا جھلا کر آگے بڑھا۔

”میں نہیں سمجھ سکتا کہ فیاض نے بیہودگی کیوں کی!“ اس نے سخت لہجے میں کہا اور عمران کو کھڑا گھورتا رہا۔

”دیکھئے ہے نا--نامعقول آدمی! میں نے تو پہلے ہی کہا تھا!“ عمران چہک کر بولا۔

”آپ کل پہلی گاڑی سے واپس جائیں گے۔“ کرنل نے کہا۔

”نہیں!“ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔ ”میں ایک ہفتے کا پروگرام بنا کر آیا ہوں۔“

”جی نہیں۔ شکریہ!“ کرنل بیزاری سے بولا۔ ”میں آدھا معاوضہ دے کر آپ کو رخصت کرنے پر تیار ہوں۔ آدھا معاوضہ کیا ہوگا؟“

”یہ تو مکھیوں کی تعداد پر منحصر ہے۔“ عمران نے سر ہلا کر کہا۔ ”ویسے ایک گھنٹے میں ڈیڑھ درجن مکھیاں مارتا ہوں--اور....“

”بس--بس۔“ کرنل ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”میرے پاس فضولیات کے لئے وقت نہیں!“

”ڈیڈی---پلیز!“ صوفیہ نے جلدی سے کہا۔ ”کیا آپ کو تار کا مضمون یاد نہیں۔“

”ہوں!“ کرنل کچھ سوچنے لگا! اس کی نظریں عمران کے چہرے پھر تھیں جو احمقوں کی طرح بیٹھا پلکیں جھپکا رہا تھا۔

”ہوں۔ تم ٹھیک کہتی ہو۔“ کرنل بولا۔ اور اب اس کی نظریں عمران کے چہرے سے ہٹ کر اس کی بندوق پر جم گئیں۔

اس نے آگے بڑھ کر بندوق اٹھا لی اور پھر اسے غلاف سے نکالتے ہی بری طرح بپھر گیا!

”کیا بیہودگی ہے۔“ وہ حلق کے بل چیخا۔ ”یہ تو سچ مچ ائیر گن ہے۔“

عمران کے اطمینان میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا۔

اس نے سر ہلا کر کہا۔ ”میں کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔“

کرنل کا پارہ اتنا چڑھا کہ اس کی لڑکی اسے دھکیلتی ہوئی کمرے کے باہر نکال لے گئی! کرنل صوفیہ کے علاوہ اور کسی کو خاطر میں نہ لاتا تھا اگر اس کی بجائے کسی دوسرے نے یہ حرکت کی ہوتی تو وہ اس کا گلا گھونٹ دیتا--ان کے جاتے ہی عمران اس طرح مسکرانے لگا جیسے وہ واقعہ بڑا خوشگوار رہا ہو۔

تھوڑی دیر بعد صوفیہ واپس آئی اور اس نے اس سے دوسرے کمرے میں چلنے کو کہا۔

عمران خاموشی سے اٹھ کر اس کے ساتھ ہو لیا۔ صوفیہ نے بھی اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں کی۔ شاید وہ کمرہ پہلے ہی سے عمران کے لئے تیار رکھا گیا تھا۔

۳

کلاک نے ایک بجایا اور عمران بستر سے اٹھ گیا۔ دروازہ کھول کر باہر نکلا۔
تھا.... لیکن کوٹھی کے کسی کمرے کی بھی روشنی نہیں بجھائی گئی تھی۔

برآمدے میں رک کر اس نے آہٹ لی! پھر تیر کی طرح اس کمرے کی طرف بڑھا جہاں کرنل کے خاندان والے اکٹھا تھے! صوفیہ کے علاوہ ہر ایک کے آگے ایک ایک رائفل رکھی ہوئی تھی۔ انور اور عارف شدت سے بور نظر آرہے تھے! صوفیہ کی آنکھیں نیند کی وجہ سے سرخ تھیں اور کرنل اس طرح صوفے پر اکڑا بیٹھا تھا جیسے وہ کوئی بت ہو۔ اس کی پلکیں تک نہیں جھپک رہی تھیں۔

عمران کو دیکھ اس کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی۔

"کیا بات ہے! کیوں آئے ہو۔" اس نے گرج کر پوچھا۔

"ایک بات سمجھ میں نہیں آرہی!" عمران نے کہا

"کیا!" کرنل کے لہجے کی سختی دور نہیں ہوئی۔

"اگر آپ چند نامعلوم آدمیوں سے خائف ہیں تو پولیس کو اس کی اطلاع کیوں نہیں دیتے۔"

"میں جانتا ہوں کہ پولیس کچھ نہیں کر سکتی۔"

"کیا وہ لوگ سچ مچ آپ کے لئے نامعلوم ہیں۔"

"ہاں۔"

"بات سمجھ میں نہیں آئی۔"

"کیوں۔"

"سیدھی سی بات ہے۔ اگر آپ انہیں جانتے ہیں تو ان سے خائف ہونے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔"

کرنل جواب دینے کی بجائے عمران کو گھورتا رہا۔

"بیٹھ جاؤ!" اس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ عمران بیٹھ گیا۔

"میں انہیں جانتا ہوں۔" کرنل بولا۔

"تب پھر! پولیس... ظاہر سی بات ہے۔"

"کیا تم مجھے احمق سمجھتے ہو۔" کرنل بگڑ کر بولا۔

"جی ہاں!" عمران نے سنجیدگی سے سر ہلا دیا۔

"کیا؟" کرنل اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"بیٹھ جایئے!" عمران نے لاپروائی سے ہاتھ اٹھا کر کہا! "میں نے یہ بات اس لئے کہی تھی کہ آپ لوگ کسی وقت بھی ان کی گولیوں کا نشانہ بن سکتے ہیں۔"

"کیوں؟"

"وہ کسی وقت بھی اس عمارت میں داخل ہو سکتے ہیں۔"

"نہیں داخل ہو سکتے.... باہر کئی پہاڑی پہرہ دے رہے ہیں۔"

"پھر اس طرح رائفلیں سامنے رکھ کر بیٹھنے کا کیا مطلب ہے!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "نہیں کرنل صاحب! اگر آپ بھی عمران ایم ایس سی۔ پی ایچ ڈی سے کوئی کام لینا چاہتے ہیں تو آپ کو اسے سارے حالات سے آگاہ کرنا پڑے گا۔ میں یہاں آپ کے باڈی گارڈ کے فرائض انجام دینے کے لئے نہیں آیا۔"

"ڈیڈی بتا دیجئے نا!-- ٹھیک ہی تو ہے!" صوفیہ بولی۔

"کیا تم اس آدمی کو قابل اعتماد سمجھتی ہو۔"

"ان کی ابھی عمر ہی کیا ہے۔" عمران نے صوفیہ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "ساٹھ ساٹھ سال کی بڑھیاں بھی مجھ پر اعتماد کرتی ہیں۔"

صوفیہ بوکھلا کر عمران کو گھورنے لگی۔ اس کی سمجھ ہی میں کچھ نہیں آیا۔

انور اور عارف ہنسنے لگے۔

"دانت بند کرو!" کرنل نے انہیں ڈانٹا.... اور وہ دونوں برا سامنہ بنا کر خاموش ہو گئے۔

"آپ مجھے ان آدمیوں کے متعلق بتایئے۔" عمران نے کہا۔

کرنل کچھ دیر خاموش رہا!.... پھر بڑبڑایا۔ "میں نہیں جانتا کیا بتاؤں۔"

"کیا آپ نے اس دوران میں ان میں سے کسی کو دیکھا ہے۔"

"نہیں۔"

"پھر شاید میں پاگل ہو گیا ہوں!" عمران نے کہا۔

کرنل اسے گھورنے لگا۔ وہ کچھ دیر چپ رہا پھر بولا۔

"میں ان لوگوں کے نشان سے واقف ہوں!.... اس نشان کا میری کوٹھی میں پایا جانا اس چیز کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ میں خطرہ میں ہوں۔"

"اوہ!" عمران نے سیٹی بجانے والے انداز میں اپنے ہونٹ سکوڑے پھر آہستہ سے پوچھا۔ "وہ نشان آپ کو کب ملا۔"

"آج سے چار دن قبل۔"

"خوب! کیا میں اسے دیکھ سکتا ہوں۔"

"بھئی یہ تمہارے بس کا روگ نہیں معلوم ہوتا۔" کرنل اکتا کر بولا۔ "تم کل صبح واپس جاؤ!"

"ہو سکتا ہے میں بھی روگی ہو جاؤں۔ آپ مجھے دکھایئے نا۔"

کرنل چپ چاپ بیٹھا رہا! پھر اس نے بیزاری کے اظہار میں برا سامنہ بنایا اور اٹھ کر ایک میز

کی دراز کھولی! عمران اسے توجہ اور دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

کرنل نے دراز سے کوئی چیز نکالی.... پھر اپنے صوفے پر واپس آ گیا۔ عمران نے اس کی طرف ہاتھ بڑھا دیا.... انور اور عارف نے معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کی طرف اس انداز سے دیکھا جیسے وہ عمران سے کسی حماقت آمیز جملے کی توقع رکھتے ہوں۔

کرنل نے وہ چیز چھوٹی گول میز پر رکھ دی۔ ایک تین انچ لمبا لکڑی کا بندر تھا! عمران اسے میز سے اٹھا کر الٹنے پلٹنے لگا.... وہ اسے تھوڑی دیر تک دیکھتا رہا پھر اسی میز پر رکھ کر کرنل کو گھورنے لگا۔

"کیا میں کچھ پوچھ سکتا ہوں۔" عمران بولا۔

"پوچھو.... بور مت کرو۔"

"ٹھہریئے!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ پھر صوفیہ وغیرہ کی طرف دیکھ کر کہنے گا۔ "ہو سکتا ہے کہ آپ ان لوگوں کے سامنے میرے سوالات کا جواب دینا پسند نہ کریں۔"

"اونہہ! بور مت کرو!" کرنل اکتائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"خیر.... میں نے احتیاطاً یہ خیال ظاہر کیا تھا۔" عمران نے لاپروائی سے کہا۔ پھر کرنل کو گھورتا ہوا بولا۔ "کیا کبھی آپ کا تعلق منشیات کی ناجائز تجارت سے بھی رہا ہے۔"

کرنل بے ساختہ اچھل پڑا پھر وہ عمران کی طرف اس طرح گھورنے لگا جیسے اس نے اسے ڈنک مار دیا ہو۔ پھر وہ جلدی سے لڑکوں کی طرف مڑ کر بولا۔ "جاؤ تم لوگ آرام کرو۔"

اس کے بھتیجوں کے چہرے کھل اٹھے لیکن صوفیہ کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ نہیں جانا چاہتی۔

"تم بھی جاؤ۔" کرنل بے صبری سے ہاتھ ہلا کر بولا۔

"کیا یہ ضروری ہے۔" صوفیہ نے کہا۔

"جاؤ!" کرنل چیخا! وہ تینوں کمرے سے نکل گئے۔

"ہاں تم نے کیا کہا تھا!" کرنل نے عمران سے کہا۔

عمران نے پھر اپنا جملہ دہرا دیا۔

"تو کیا تم اس کے متعلق کچھ جانتے ہو۔" کرنل نے لکڑی کے بندر کی طرف اشارہ کیا۔

"بہت کچھ!" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

"تم کیسے جانتے ہو۔"

"یہ بتانا بہت مشکل ہے۔" عمران مسکرا کر بولا۔ "لیکن آپ نے میرے سوال کا کوئی جواب نہیں دیا۔"

"نہیں میرا تعلق منشیات کی تجارت سے کبھی نہیں رہا۔"

"تب پھر!" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "آپ ان لوگوں کے متعلق کچھ جانتے ہیں ورنہ یہ نشان اس کوٹھی میں کیوں آیا۔"

"خدا کی قسم۔" کرنل مضطربانہ انداز میں اپنے ہاتھ ملتا ہوا بولا۔ "تم بہت کام کے آدمی معلوم ہوتے ہو۔"

"لیکن میں کل صبح واپس جا رہا ہوں۔"

"ہرگز نہیں.... ہرگز نہیں۔"

"اگر میں کل واپس نہ گیا تو اس مرغی کو کون دیکھے گا جسے میں انڈوں پر بٹھا آیا ہوں۔"

"اچھے لڑکے مذاق نہیں!.... میں بہت پریشان ہوں۔"

"آپ لی یوکا سے خائف ہیں۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

اس بار پھر کرنل اسی طرح اچھلا جیسے عمران نے ڈنک مار دیا ہو۔

"تم کون ہو!" کرنل نے خوفزدہ آواز میں کہا۔

"علی عمران۔ ایم۔ ایس۔ سی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی؟"

"کیا تمہیں سچ مچ کیپٹن فیاض نے بھیجا ہے۔"

"اور میں کل صبح واپس چلا جاؤں گا۔"

"ناممکن -- ناممکن.... میں تمہیں کسی قیمت پر نہیں چھوڑ سکتا! لیکن تم لی یوکا کے متعلق کیسے جانتے ہو۔"

"یہ میں نہیں بتا سکتا!" عمران نے کہا۔ "لیکن لی یوکا کے متعلق میں آپ کو بہت کچھ بتا سکتا ہوں! وہ ایک چابی ہے اس کے نام سے منشیات کی ناجائز تجارت ہوتی ہے لیکن اسے آج تک کسی نے نہیں دیکھا!"

"بالکل ٹھیک.... لڑکے تم خطرناک معلوم ہوتے ہو۔"

"میں دنیا کا احمق ترین آدمی ہوں۔"

"بکواس ہے -- لیکن تم کیسے جانتے ہو۔" کرنل بڑبڑایا۔ "مگر -- کہیں تم اسی کے آدمی نہ ہو۔" کرنل کی آواز حلق میں پھنس گئی۔

"بہتر ہے.... میں کل صبح....!"

"نہیں نہیں!" کرنل ہاتھ اٹھا کر چیخا۔

”اچھا یہ بتائیے کہ یہ نشان آپ کے پاس کیوں آیا۔“ عمران نے پوچھا۔

”میں نہیں جانتا۔“ کرنل بولا۔

”شاید آپ اس احمق ترین آدمی کا امتحان لینا چاہتے ہیں۔“ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

”خیر تو سنئے.... لی یوکا.... دو سو سال پرانا نام ہے۔“

”لڑکے! تم نے یہ ساری معلومات کہاں سے بہم پہنچائی ہیں۔“ کرنل اسے تعریفی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ ”یہ بات لی یوکا کے گروہ والوں کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔“

”تو میں یہ سمجھ لوں کہ آپ کا تعلق بھی اس کے گروہ سے رہ چکا ہے۔“ عمران نے کہا۔

”ہرگز نہیں -- تم غلط سمجھے۔“

”پھر یہ نشان آپ کے پاس کیسے پہنچا!... آخر وہ لوگ آپ سے کس چیز کا مطالبہ کر رہے ہیں۔“

”اوہ تم یہ بھی جانتے ہو!“ کرنل تقریباً چیخ کر بولا.... اور پھر اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگا۔

عمران کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ تھی

”لڑکے!“ دفعتاً کرنل ٹہلتے ٹہلتے رک گیا! ”تمہیں ثابت کرنا پڑے گا کہ تم وہی آدمی ہو! جسے کیپٹن فیاض نے بھیجا ہے۔“

”آپ بہت پریشان ہیں۔“ عمران ہنس پڑا۔ ”میرے پاس فیاض کا خط موجود ہے لیکن ابھی سے آپ اتنا کیوں پریشان ہیں۔ یہ تو پہلی وارننگ ہے۔ بندر کے بعد سانپ آئے گا! اگر آپ نے اس دوران میں بھی ان کا مطالبہ پورا نہ کیا تو پھر وہ مرغ بھیجیں گے اور اس کے دوسرے ہی دن آپ کا صفایا ہو جائے گا۔ آخر وہ کون سا مطالبہ ہے۔“

کرنل کچھ نہ بولا! اس کا منہ حیرت سے کھلا ہوا تھا اور آنکھیں عمران کے چہرے پر تھیں۔

”لیکن۔“ وہ آخر کار اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔ ”اتنا کچھ جاننے کے بعد تم اب تک کیسے زندہ ہو!“

”محض کوکا کولا کی وجہ سے۔“

”سنجیدگی! سنجیدگی!“ کرنل نے بے صبری سے ہاتھ اٹھایا۔ ”مجھے فیاض کا خط دکھاؤ۔“

عمران نے جیب سے خط نکال کر کرنل کی طرف بڑھا دیا....

کرنل کافی دیر تک اس پر نظر جمائے رہا پھر عمران کو واپس کرتا ہوا بولا۔

”میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم کس قسم کے آدمی ہو۔“

”میں ہر قسم کا آدمی ہوں۔ فی الحال آپ میرے متعلق کچھ نہ سوچئے۔“ عمران نے کہا۔

”جتنی جلدی آپ مجھے اپنے بارے میں بتا دیں گے اتنا ہی اچھا ہو گا۔“

کرنل کے چہرے سے ہچکچاہٹ ظاہر ہو رہی تھی۔ وہ کچھ نہ بولا۔

”اچھا ٹھہریئے!“ عمران نے کچھ دیر بعد کہا۔ ”لی یوکا کے آدمی صرف ایک ہی صورت میں اس قسم کی حرکتیں کرتے ہیں۔ وہ ایک ایسا گروہ ہے جو منشیات کی ناجائز تجارت کرتا ہے!.... لی یوکا کون ہے یہ کسی کو معلوم نہیں لیکن تجارت کا سارا نفع اس کو پہنچتا ہے۔ کبھی اس کے بعض ایجنٹ بے ایمانی پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ وہ لی یوکا کے مطالبات نہیں ادا کرتے۔ اس صورت میں انہیں اس قسم کی وارننگز ملتی ہیں.... پہلی دھمکی بندر دوسری دھمکی سانپ.... اور تیسری دھمکی مرغ.... اگر آخری دھمکی کے بعد بھی وہ مطالبات ادا نہیں کرتے تو ان کا خاتمہ کر دیا جاتا ہے۔“

”تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں لی یوکا کا ایجنٹ ہوں۔“ کرنل کھنکار کر بولا۔

”ایسی صورت میں اور کیا سمجھ سکتا ہوں۔“

”نہیں یہ غلط ہے۔“

”پھر؟“

”میرا خیال ہے کہ میرے پاس لی یوکا.... کا سراغ ہے۔“ کرنل بڑبڑایا۔

”سراغ! وہ کس طرح۔“

”کچھ ایسے کاغذات ہیں! جو کسی طرح لی یوکا کے لئے مخدوش ثابت ہو سکتے ہیں۔“

”مخدوش ہونا اور چیز ہے -- لیکن سراغ!“ عمران نفی میں سر ہلا کر رہ گیا۔

”یہ میرا اپنا خیال ہے!....“

”آخر آپ نے کس بنا پر یہ رائے قائم کی!“ عمران نے پوچھا۔

”یہ بتانا مشکل ہے؟ ویسے میں ان کاغذات میں سے کچھ کو بالکل ہی نہیں سمجھ سکا!“

”لیکن وہ کاغذات آپ کو ملے کہاں سے۔“

”بہت ہی حیرت انگیز طریقے سے!“ کرنل سگار سلگاتا ہوا بولا۔ ”پچھلی جنگ عظیم کے دوران میں ہانگ کانگ میں تھا.... وہیں یہ کاغذات میرے ہاتھ لگے.... اور یہ حقیقت ہے کہ جس سے مجھے کاغذات ملے وہ مجھے غلط سمجھا تھا.... ہوا یہ کہ ایک رات میں ہانگ کانگ کے ایک ہوٹل میں کھانا کھا رہا تھا! کہ ایک دبلا پتلا چینی آ کر میرے سامنے بیٹھ گیا!.... میں نے محسوس کیا کہ وہ بہت زیادہ خوفزدہ ہے۔ اس کا پورا جسم کانپ رہا تھا! اس نے جیب سے ایک بڑا سا لفافہ نکال کر میز کے نیچے سے میرے گھٹنوں پر رکھ دیا اور آہستہ سے بولا، میں خطرے میں ہوں۔ اسے بی فورٹین پہنچا دینا۔ پھر قبل اس کے کہ میں کچھ کہتا وہ تیزی سے باہر نکل گیا.... بات حیرت انگیز تھی میں نے چپ چاپ لفافہ جیب میں ڈال لیا.... میں نے سوچا ممکن ہے وہ چینی ملٹری سیکرٹ سروس

کا آدمی رہا ہو اور کچھ اہم کاغذات میری وساطت سے کسی ایسے سیکشن میں پہنچانا چاہتا ہو جس کا نام بی فورٹین ہو!....

میں اس وقت اپنی پوری وردی میں تھا ہوٹل سے اپنی قیام گاہ پر واپس آنے کے بعد میں نے لفافہ جیب سے نکالا وہ سیل کیا ہوا تھا! میں نے اسے اسی حالت میں رکھ دیا۔ دوسرے دن میں نے "بی فورٹین" کے متعلق پوچھ گچھ شروع کی لیکن ملٹری کی سیکرٹ سروس میں اس نام کا کوئی ادارہ نہیں تھا!.... پورے ہانگ کانگ میں بی فورٹین کا کوئی سراغ نہ مل سکا! آخر میں نے تنگ آ کر اس لفافہ کو کھول ڈالا۔"

"تو کیا اس میں لی یوکا کے متعلق پوری رپورٹ تھی۔" عمران نے پوچھا۔

"نہیں.... وہ تو کچھ تجارتی قسم کے کاغذات ہیں! لیکن تجارت کی نوعیت صاف ظاہر ہو جاتی ہے۔ لی یوکا کا نام ان میں کئی جگہ دہرایا گیا ہے۔ کئی کاغذات چینی اور جاپانی زبانوں میں بھی ہیں۔ جنہیں میں سمجھ نہ سکا۔"

"پھر آپ کو لی یوکا کی ہسٹری کس طرح معلوم ہوئی۔"

"اوہ! وہ تو پھر میں نے ہانگ کانگ میں لی یوکا کے متعلق چھان بین کی تھی مجھے سب کچھ معلوم ہو گیا تھا لیکن یہ نہ معلوم ہو سکا کہ لی یوکا کون ہے اور کہاں ہے۔ اس کے ایجنٹ آئے دن گرفتار ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن ان میں سے آج تک کوئی لی یوکا کا پتہ نہ بتا سکا۔ ویسے نام دو سو سال سے زندہ ہے۔"

عمران تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "یہ لوگ کب سے آپ کے پیچھے لگے ہیں۔"

"آج کی بات نہیں!" کرنل بجھا ہوا سگار سلگا کر بولا۔ "کاغذات ملنے کے چھ ماہ بعد ہی سے وہ میرے پیچھے لگ گئے تھے لیکن میں نے انہیں واپس نہیں کئے! کئی بار وہ چوری چھپے میری قیام گاہ میں بھی داخل ہوئے لیکن انہیں کاغذات کی ہوا بھی نہ لگ سکی۔ اب انہوں نے آخری حربہ استعمال کیا ہے۔ یعنی موت کے نشان بھیجنے شروع کئے ہیں۔ جس کا یہ مطلب ہے کہ اب وہ مجھے زندہ نہ چھوڑیں گے۔"

"اچھا وہ چینی بھی کبھی دکھائی دیا تھا جس سے کاغذات آپ کو ملے تھے۔"

"کبھی نہیں — وہ کبھی نہیں دکھائی پڑا۔"

کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر عمران بڑبڑانے لگا۔

"آپ اسی وقت تک زندہ ہیں جب تک کاغذات آپ کے قبضے میں ہیں۔"

"بالکل ٹھیک ہے!" کرنل چونک کر بولا۔ "تم واقعی بہت ذہین ہو!.... یہی وجہ ہے کہ میں ان کاغذات کو واپس نہیں کرنا چاہتا ورنہ مجھے ان سے ذرہ برابر بھی دلچسپی نہیں! بس یہ سمجھ لو کہ میں نے ایک سانپ کا سر پکڑ رکھا ہے۔ اگر چھوڑتا ہوں تو وہ پلٹ کر یقیناً ڈس لے گا۔"

"کیا میں ان کاغذات کو دیکھ سکتا ہوں۔"

"ہرگز نہیں۔ تم مجھ سے سانپ کی گرفت ڈھیلی کرنے کو کہہ رہے ہو۔"

عمران ہنسنے لگا! — پھر اس نے کہا۔ "آپ نے کیپٹن فیاض کو کیوں درمیان میں ڈالا۔"

"اس کے فرشتوں کو بھی اصل واقعات کی اطلاع نہیں۔ وہ تو صرف یہ جانتا ہے کہ مجھے کچھ آدمیوں کی طرف سے خطرہ ہے لیکن میں کسی وجہ سے براہ راست پولیس کو اس معاملے میں دخل دینے کی دعوت نہیں دے سکتا!"

"تو آپ مجھے بھی یہ ساری باتیں نہ بتاتے۔" عمران نے کہا۔

"بالکل یہی بات ہے! — لیکن تمہارے اندر شیطان کی روح معلوم ہوتی ہے۔"

"عمران کی!" عمران سنجیدگی سے سر ہلا کر بولا۔ "بہرحال آپ نے مجھے بحیثیت باڈی گارڈ طلب فرمایا ہے!"

"میں کسی کو بھی نہ طلب کرتا! یہ سب کچھ صوفیہ نے کیا ہے! اسے حالات کا علم ہے۔"

"اور آپ کے بھتیجے!"

"انہیں کچھ بھی نہیں معلوم!"

"آپ نے انہیں کچھ بتایا تو ہوگا ہی۔"

"صرف اتنا کہ بعض دشمن میری تاک میں ہیں۔ اور بندر ان کا نشان ہے۔"

"لیکن اس طرح بھری ہوئی رائفلوں کے ساتھ شب بیداری کا کیا مطلب ہے! کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ آپ کے سامنے آ کر حملہ کریں گے۔"

"میں یہ بھی بچوں کو بہلانے کے لئے کرتا ہوں۔"

"خیر ماریئے گولی!" عمران نے بے پروائی سے شانوں کو جنبش دیتے ہوئے کہا۔ "میں صبح کی چائے کے ساتھ بتاشے اور لیمن ڈراپس استعمال کرتا ہوں۔"

۴

دوسری صبح!.... صوفیہ کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب اس نے دیکھا کہ کرنل اس خبطی آدمی کی ضرورت سے زیادہ خاطر مدارت کر رہا ہے۔

انور اور عارف اپنے کمروں ہی میں ناشتہ کرتے تھے! وجہ یہ تھی کہ کرنل کو وٹامنز کا خبط تھا۔ اس کے ساتھ انہیں بھی ناشتہ میں کچھ ترکاریاں اور بھیگے ہوئے چنے زہر مار کرنے پڑتے تھے! اس

لئے انہوں نے دیر سے سو کر اٹھنا شروع کر دیا تھا۔ آج کل تو ایک اچھا خاصا بہانہ ہاتھ آیا تھا کہ وہ کافی رات گئے تک رائفلیں لئے ٹہلا کرتے تھے۔

آج ناشتے کی میز پر صرف صوفیہ، عمران اور کرنل تھے!.... اور عمران کرنل سے بھی کچھ زیادہ "وٹامن زدہ" نظر آرہا تھا!.... کرنل تو بھیگے ہوئے چنے ہی چبار رہا تھا مگر عمران نے یہ حرکت کی کہ چنوں کو چھیل چھیل کر چھلکے الگ اور دانے الگ رکھتا گیا! صوفیہ اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی جب چھلکوں کی مقدار زیادہ ہو گئی تو عمران نے انہیں چبانا شروع کر دیا!

صوفیہ کو ہنسی آگئی!.... کرنل نے شائد ادھر دھیان نہیں دیا تھا! صوفیہ کے ہنسنے پر وہ چونکا اور پھر اس کے ہونٹوں پر بھی خفیف سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

عمران احمقوں کی طرح ان دونوں کو باری باری دیکھنے لگا۔ لیکن چھلکوں سے اس کا شغل اب بھی جاری تھا!

"شائد آپ کچھ غلط کھا رہے ہیں۔" صوفہ نے ہنسی ضبط کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"ہائیں!" عمران آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ "غلط کھا رہا ہوں۔"

پھر وہ گھبرا کر اسی طرح اپنے دونوں کان جھاڑنے لگا جیسے وہ اب تک سارے نوالے کانوں ہی میں رکھتا رہا ہو.... صوفیہ کی ہنسی تیز ہو گئی۔

"میرا.... مطلب.... یہ ہے کہ آپ چھلکے کھا رہے ہیں۔" اس نے کہا۔

"اوہ-- اچھا اچھا!...." عمران ہنس کر سر ہلانے لگا! پھر اس نے سنجیدگی سے کہا۔ "میری صحت روز بروز خراب ہوتی جا رہی ہے.... اس لئے میں غذا کا وہ حصہ استعمال کرتا ہوں جس میں صرف وٹامن پائے جاتے ہیں۔ یہ چھلکے وٹامن سے لبریز ہیں! میں صرف چھلکے کھاتا ہوں! آلو کا چھلکا! پیاز کا چھلکا.... گیہوں کا بھوسی.... وغیرہ وغیرہ...."

"تم شیطان ہو!" کرنل ہنسنے لگا۔ "میرا مذاق اڑا رہے ہو!"

عمران اپنا منہ پیٹنے لگا۔ "ارے توبہ توبہ.... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" کرنل بدستور ہنستا رہا۔

صوفیہ حیرت میں پڑ گئی! اگر یہ حرکت کسی اور سے سرزد ہوئی ہوتی تو کرنل شائد جھلاہٹ میں رائفل نکال لیتا! کبھی وہ عمران کو گھورتی تھی اور کبھی کرنل کو جو بار بار اچھی طشتریوں کی طرف عمران کی توجہ مبذول کراتا جا رہا تھا۔

"کیا وہ دونوں گدھے ابھی سو رہے ہیں۔" دفعتاً کرنل نے صوفیہ سے پوچھا۔

"جی ہاں--!"

"میں تنگ آگیا ہوں ان سے، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کا مستقبل کیا ہو گا۔"

صوفیہ کچھ نہ بولی-- کرنل بڑبڑاتا رہا۔

ناشتے سے فارغ ہو کر عمران باہر آگیا۔

پہاڑیوں میں دھوپ پھیلی ہوئی تھی! عمران کسی سوچ میں ڈوبا ہوا دور کی پہاڑیوں کی طرف دیکھ رہا تھا! سوناگری کی شاداب پہاڑیاں گرمیوں میں کافی آباد ہو جاتی ہیں! نزدیک و دور کے میدانی علاقوں کی تپش سے گھبرائے ہوئے ذی حیثیت لوگ عموماً یہیں پناہ لیتے ہیں۔ ہوٹل آباد ہو جاتے ہیں اور مقامی لوگوں کے چھوٹے چھوٹے مکانات بھی رشک ارم بن جاتے ہیں! وہ عموماً گرمیوں میں انہیں کرایہ پر اٹھا دیتے ہیں اور خود چھوٹی چھوٹی جھونپڑیاں بنا کر رہتے ہیں.... اپنے کرایہ داروں کی خدمات بھی انجام دیتے ہیں۔ جس کے صلے میں انہیں اچھی خاصی آمدنی ہو جاتی اور پھر سردیوں کا زمانہ اسی کمائی کے بل بوتے پر تھوڑی بہت آسائش کے ساتھ ضرور گذارتے ہیں۔

کرنل ضرغام کی مستقل سکونت یہیں کی تھی اور اس کا شمار یہاں کے سربر آوردہ لوگوں میں ہوتا تھا! صوفیہ اس کی اکلوتی لڑکی تھی!.... انور اور عارف بھتیجے تھے جو گرمیاں عموماً اسی کے ساتھ گذارا کرتے تھے!....

عمران نے ایک طویل انگڑائی لی اور سامنے سے نظریں ہٹا کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ شہتوتوں کی میٹھی میٹھی بو چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی! عمران جہاں کھڑا تھا اسے پائیں باغ تو نہیں کہا جا سکتا لیکن یہ تھا باغ ہی.... آڑو، خوبانی، سیب اور شہتوت کے درخت عمارت کے چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے۔ زمین پر گرے ہوئے شہتوت نہ جانے کب سے سڑ رہے تھے اور ان کی میٹھی بو ذہن پر گراں گزرتی تھی۔

عمران اندر جانے کے لئے مڑا ہی تھا کہ سامنے سے صوفیہ آتی دکھائی دی۔ انداز سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ عمران ہی کے پاس آرہی ہے! عمران رک گیا۔

"کیا آپ پرائیویٹ سراغرساں ہیں!" صوفیہ نے آتے ہی سوال کیا۔

"سراغرساں۔" عمران نے حیرت زدہ لہجے میں دہرایا۔ "نہیں تو-- ہمارے ملک میں تو پرائیویٹ سراغرساں قسم کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔"

"پھر آپ کیا ہیں؟"

"میں" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں کیا ہوں.... مرزا غالب نے میرے لئے ایک شعر کہا تھا....

حیران ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں
مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں!!

میں حقیقتاً کرایہ کا ایک نوحہ گر ہوں! صاحب مقدر لوگ دل یا جگر کو پٹوانے کے لئے مجھے کرایہ پر حاصل کرتے ہیں!.... اور پھر میں انہیں حیران ہونے کا بھی.... وہ نہیں دیتا کیا کہتے ہیں اسے.... موقعہ، موقعہ...."

صوفیہ نے نیچے سے اوپر تک اسے گھور کر دیکھا! عمران کے چہرے پر برسنے والی حماقت کچھ اور زیادہ ہو گئی۔

"آپ دوسروں کو الو کیوں سمجھتے ہیں۔" صوفیہ بھنا کر بولی۔

"مجھے نہیں یاد پڑتا کہ میں نے کبھی کسی الو کو بھی الو سمجھا ہو۔"

"آپ آج جا رہے تھے۔"

"چہ چہ! مجھے افسوس ہے!.... کرنل صاحب نے تسلی کے لئے میری خدمات حاصل کر لی ہیں!.... میرا اسائیڈ بزنس تسلی اور دلاسہ دینا بھی ہے۔"

صوفیہ کچھ دیر خاموش رہی پھر اس نے کہا۔ "تو اس کا یہ مطلب ہے کہ آپ نے سارے معاملات سمجھ لئے ہیں۔"

"میں اکثر کچھ سمجھے بوجھے بغیر بھی تسلیاں دیتا رہتا ہوں۔" عمران نے مغموم لہجے میں کہا ایک بار کا ذکر ہے کہ ایک آدمی نے میری خدمات حاصل کیں!.... میں رات بھر اسے تسلیاں دیتا رہا لیکن جب صبح ہوئی تو میں نے دیکھا کہ اس کی کھوپڑی میں دو سوراخ ہیں اور وہ نہ دل کو رو سکتا ہے اور نہ جگر کو پیٹ سکتا ہے۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"ان سوراخوں سے بعد کو ریوالور کی گولیاں بر آمد ہوئی تھیں!.... معجزہ تھا جناب معجزہ...! سچ مچ یہ معجزوں کا زمانہ ہے! پرسوں ہی اخبار میں میں نے پڑھا تھا کہ ایران میں ایک ہاتھی نے مرغی کے انڈے دیئے ہیں۔"

"آپ بہت اذیت پسند معلوم ہوتے ہیں۔" صوفیہ منہ بگاڑ کر بولی۔

"آپ کی کوٹھی بڑی شاندار ہے۔" عمران نے موضوع بدل دیا۔

"میں پوچھتی ہوں آپ ڈیڈی کے لئے کیا کر سکیں گے!" صوفیہ جھنجھلا گئی۔

"دلاسہ دے سکوں گا...."

صوفیہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ بر آمدے کی طرف سے کرنل کی آواز آئی۔

"ارے.... تم یہاں ہو...!"

پھر وہ قریب آکر بولا۔ "گیارہ بجے ٹرین آتی ہے۔ وہ دونوں گدھے کہاں ہیں تم لوگ اسٹیشن چلے جاؤ-- میں نہ جا سکوں گا!"

"کیا یہ واپس نہیں جائیں گے۔" صوفیہ نے عمران کی طرف دیکھ کر کہا۔

"نہیں!" کرنل نے کہا "جلدی کرو ساڑھے نو بج گئے ہیں!"

صوفیہ چند لمحے کھڑی عمران کو گھورتی رہی پھر اندر چلی گئی!

"کیا آپ کے یہاں مہمان آ رہے ہیں۔" عمران نے کرنل سے پوچھا۔

"ہاں میرے دوست ہیں!" کرنل بولا۔ "کرنل ڈکسن!.... یہ ایک انگریز ہے مس ڈکسن اس کی لڑکی اور مسٹر بارتوش...."

"بارتوش!" عمران بولا۔ "کیا زیکوسلویکیا کا باشندہ ہے۔"

"ہاں-- کیوں؟ تم کیسے جانتے ہو!"

"اس قسم کے نام صرف ادھر ہی پائے جاتے ہیں۔"

"بارتوش ڈکسن کا دوست ہے۔ میں نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا ہے وہ مصور بھی ہے۔"

"کیا وہ کچھ دن ٹھہریں گے!"

"ہاں شائد گرمیاں یہیں گذاریں!"

"کیا آپ ان لوگوں سے لی یوکا والے معاملے کا تذکرہ کریں گے۔"

"ہرگز نہیں!" کرنل نے کہا۔ "لیکن تمہیں اس کا خیال کیسے پیدا ہوا۔"

"یونہی!-- البتہ میں ایک خاص بات سوچ رہا ہوں۔"

"کیا؟"

"وہ لوگ آپ پر ابھی تک قریب قریب سارے حربے استعمال کر چکے ہیں لیکن کاغذات حاصل کرنے میں ناکام رہے۔ کاغذات حاصل کئے بغیر وہ آپ کو قتل بھی نہیں کر سکتے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اسکے بعد وہ کسی اور کے ہاتھ لگ جائیں-- اب میں یہ سوچ رہا ہوں.... کیا آپ لڑکی یا بھتیجوں کی موت برداشت کر سکیں گے۔"

"کیا بک رہے ہو!" کرنل کانپ کر بولا۔

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں!...." عمران نے سر ہلا کر کہا۔ "فرض کیجئے وہ صوفیہ کو پکڑ لیں!.... پھر آپ سے کاغذات کا مطالبہ کریں-- اس صورت میں آپ کیا کریں گے!"

"میرے خدا۔" کرنل نے آنکھیں بند کر کے ایک ستون سے ٹیک لگا لی۔

عمران خاموش کھڑا رہا پھر کرنل آنکھیں کھول کر مردہ سی آواز میں بولا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو! میں کیا کروں۔ میں نے اس کے متعلق کبھی نہیں سوچا تھا۔"

"صوفیہ کو اسٹیشن نہ بھیجئے۔"

"اب میں انور اور عارف کو بھی نہیں بھیج سکتا۔"

"ٹھیک ہے!.... آپ خود کیوں نہیں جاتے۔"

"میں ان لوگوں کو تنہا بھی نہیں چھوڑ سکتا۔"

"اس کی فکر نہ کیجئے! میں موجود رہوں گا۔"

"تم" کرنل نے اسے اس طرح دیکھا جیسے وہ بالکل خالی الذہن ہو! "تم -- کیا تم کسی خطرے کا مقابلہ کر سکو گے!"

"ہاہا -- کیوں نہیں.... کیا آپ نے میری ہوائی بندوق نہیں دیکھی!"

"سنجیدگی! میرے لڑکے.... سنجیدگی۔" کرنل بے صبری سے ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"کیا آپ کیپٹن فیاض کو بھی احمق سمجھتے ہیں!"

"آں --- نہیں۔"

"تب پھر آپ بے کھٹکے جا سکتے ہیں! میری ہوائی بندوق ایک چڑے سے لے کر ہرن تک شکار کر سکتی ہے۔"

"تم میرا ریوالور پاس رکھو!"

"ارے توبہ توبہ۔" عمران اپنا منہ پیٹنے لگا! "اگر وہ سچ مچ چل ہی گیا تو کیا ہوگا!"

کرنل چند لمحے عمران کو گھورتا رہا۔ پھر بولا -- "اچھا میں انہیں روکے دیتا ہوں!"

"ٹھہرئیے! ایک بات اور سنیئے!" عمران نے کہا.... اور پھر آہستہ آہستہ کچھ کہتا رہا!....

کرنل کے چہرے کی رنگت کبھی پیلی پڑ جاتی تھی اور کبھی وہ پھر اپنی اصل حالت پر آ جاتا تھا۔

"مگر!" تھوڑی دیر بعد اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔ "میں نہیں سمجھ سکتا۔"

"آپ سب کچھ سمجھ سکتے ہیں! اب جائیے...."

"اوہ --- مگر!"

"نہیں کرنل.... میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔"

"تم نے مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے۔"

"کچھ نہیں -- بس آپ جائیے۔"

کرنل اندر چلا گیا!.... عمران وہیں کھڑا کچھ دیر تک اپنے ہاتھ ملتا رہا! پھر اس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

۵

انور اور عارف دونوں کو اس کا بڑا افسوس تھا کہ کرنل نے انہیں اسٹیشن جانے سے روک دیا۔ انہیں اس سے پہلے کرنل ڈکسن یا اس کی لڑکی سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ صوفیہ بھی اسٹیشن جانا چاہتی تھی.... اسے بھی بڑی کوفت ہوئی۔

"آپ نہیں گئے کرنل صاحب کے ساتھ۔" عارف نے عمران سے پوچھا۔

"نہیں۔" عمران نے لاپرواہی سے کہا اور چیونگم چوسنے لگا۔

"میں نے سنا ہے کہ کرنل صاحب آپ سے بہت خوش ہیں۔"

"ہاں -- آں میں انہیں رات بھر لطیفے سناتا رہا۔"

"لیکن ہم لوگ کیوں ہٹا دیئے گئے تھے۔"

"لطیفے بچوں کے سننے کے لائق نہیں تھے۔"

"کیا کہا بچے!" عارف جھلا گیا۔

"ہاں بچے!" عمران مسکرا کر بولا۔ "کرنل صاحب مجھے جوانی کی معاشقوں کا حال بتا رہے تھے۔"

"کیا بکواس ہے۔"

"ہاں بکواس تو تھی ہی!" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔ "ان کی جوانی کے زمانے میں فوجیوں پر عاشق ہونے کا رواج نہیں تھا! اس وقت کی لڑکیاں صرف عاشقوں سے عشق کرتی تھیں!"

"سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کس قسم کے آدمی ہیں۔"

"ہائیں۔ اب آپ یہ سمجھتے ہیں کہ قصور میرا ہے۔" عمران نے حیرت سے کہا۔ "کرنل صاحب خود ہی سنا رہے تھے۔"

عارف ہنسنے لگا۔ پھر اس نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"وہ بندر کیسا تھا۔"

"اچھا تھا!"

"خدا سمجھے!" عارف نے بھنا کر کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

پھر عمران ٹہلتا ہوا اس کمرے میں آیا جہاں انور اور صوفیہ شطرنج کھیل رہے تھے۔ وہ چپ چاپ کھڑا ہو کر دیکھنے لگا!.... اچانک انور نے صوفیہ کو شہ دی!.... اس نے بادشاہ کو اٹھا کر دوسرے خانے میں رکھا!.... دوسری طرف سے انور نے فیل اٹھا کر پھر شہ دی!.... صوفیہ نیچے ہی جا رہی تھی کہ عمران بول پڑا۔

"اوں.... ہونہہ! یہاں رکھیئے!"

"کیا...." صوفیہ جھلا کر بولی۔ "آپ کو شطرنج آتی ہے یا یونہی.... بادشاہ ایک گھر سے زیادہ چل سکتا۔"

"تب وہ بادشاہ ہوا یا کیچوا.... بادشاہ تو مرضی کا مالک ہوتا ہے! یہ کھیل ہی غلط ہے! گھوڑے کی چھلانگ ڈھائی گھر کی!.... فیل ترچھا سپاٹا بھرتا ہے چاہے جتنی دور چلا جائے!.... رخ ایک سرے سے دوسرے سرے تک سیدھا دوڑتا ہے اور فرزیں جدھر چاہے چلے کوئی روک ٹوک نہیں! گویا بادشاہ گھوڑے سے بھی بدتر ہے.... کیوں نہ اسے گدھا کہا جائے جو اس طرح ایک خانے میں رینگتا پھرتا ہے۔"

"یار تم واقعی بقراط ہو۔" انور ہنس کر بولا۔

"چلو--چال چلو!" صوفیہ نے جھلا کر انور سے کہا۔

صوفیہ سوچ سمجھ کر نہیں کھیلتی تھی اس لئے اسے جلدی ہی مات ہو گئی۔

انور اسے چڑانے کے لئے ہنسنے لگا تھا!.... صوفیہ اسکی اس حرکت کی طرف دھیان دیئے بغیر عمران سے مخاطب ہو گئی۔

"آپ نے ڈیڈی کو تنہا کیوں جانے دیا۔"

"میں نہتا ہو کر کہیں نہیں جانا چاہتا۔" عمران نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"میں ان سے کہہ رہا تھا کہ میں اپنی ہوائی بندوق ساتھ لے چلوں گا لیکن وہ اس پر تیار نہیں ہوئے۔"

"کیا آپ واقعی ہوائی بندوق سے مکھیاں مارتے ہیں۔" انور نے شوخ مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

"جناب!" عمران سینے پر ہاتھ رکھ کر تھوڑا سا جھکا پھر سیدھا کھڑا ہو کر بولا۔ "پچھلی جنگ میں مجھے وکٹوریہ کراس ملتے ملتے رہ گیا! میں ہسپتالوں میں مکھیاں مارنے کے فرائض انجام دیتا رہا! اتفاق سے ایک دن ایک ڈاکٹر کی ناک پر بیٹھی ہوئی مکھی کا نشانہ لیتے وقت ذرا سی چوک ہو گئی.... قصور میرا نہیں مکھی ہی کا تھا کہ وہ ناک سے اُڑ کر آنکھ پر جا بیٹھی!.... بہر حال اس حادثہ کے بعد میری ساری پچھلی خدمات پر سوڈا واٹر پھیر دیا گیا۔"

"سوڈا واٹر!" انور نے قہقہہ لگایا!.... صوفیہ بھی ہنسنے لگی!

"جی ہاں! اس زمانے میں خالص پانی نہیں ملتا تھا! ورنہ میں یہ کہتا کہ میرے سابقہ کارناموں پر پانی پھیر دیا گیا!"

"خوب! آپ بہت دلچسپ آدمی ہیں!" صوفیہ بولی۔

"میرا دعوٰی ہے کہ میرا نشانہ بہت صاف ہے۔"

"تو پھر دکھائیے نا۔" انور نے کہا۔

"ابھی لیجئے!"

عمران اپنے کمرے سے ایئر گن نکال لایا.... پھر اس میں چھرہ لگا کر بولا۔

"جس مکھی کو کہیئے!"

سامنے والی دیوار پر کئی مکھیاں نظر آ رہی تھی۔ انور نے ایک کی طرف اشارہ کر دیا--!

"جتنے فاصلے سے کہیئے!" عمران بولا۔

"آخری سرے پر چلے جایئے۔"

"بہت خوب۔" عمران آگے بڑھ گیا! فاصلہ اٹھارہ فٹ ضرور رہا ہو گا۔

عمران نے نشانہ لے کر ٹریگر دبا دیا!-- مکھی دیوار سے چپک کر رہ گئی صوفیہ دیکھنے کے لئے دوڑی-- پھر اس نے انور کی طرف مڑ کر تحیر آمیز لہجے میں کہا۔

"سچ مچ کمال ہے! ڈیڈی کا نشانہ بہت اچھا ہے.... لیکن شائد وہ بھی..."

"اوہ کونسی بڑی بات ہے!" انور شیخی میں آگیا۔ "میں خود لگا سکتا ہوں۔"

اس نے عمران کے ہاتھ سے بندوق لی تھوڑی دیر بعد صوفیہ بھی اس شغل میں شامل ہو گئی.... دیواروں کا پلاسٹر برباد ہو رہا تھا.... اور ان پر گویا مکھیاں مارنے کا بھوت سوار ہو گیا تھا۔ پھر عارف بھی آکر شریک ہو گیا۔ کافی دیر تک یہ کھیل جاری رہا.... لیکن کامیابی کسی کو بھی نہ ہوئی اچانک صوفیہ بڑبڑائی۔

"لاحول ولا قوۃ--- کیا حماقت ہے.... دیواریں برباد ہو گئیں۔"

پھر وہ سب جھینپی ہوئی ہنسی ہنسنے لگے.... لیکن عمران کی حماقت آمیز سنجیدگی میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آیا۔

"واقعی دیواریں برباد ہو گئیں!" عارف بولا "کرنل صاحب ہمیں زندہ دفن کر دیں گے۔"

"سب آپ کی بدولت!" انور نے عمران کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"میری بدولت کیوں! میں نے تو صرف ایک ہی مکھی پر نشانہ لگایا تھا۔"

انور ہنسنے لگا! پھر اس نے عمران کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"یار سچ بتانا کیا تم واقعی احمق ہو۔"

عمران نے بڑے مغموم انداز میں سر ہلا دیا۔

"لیکن کل رات تم نے منشیات کی ناجائز تجارت کے متعلق کیا بات کہی تھی!"

"مجھے یاد نہیں!" عمران نے حیرت سے کہا۔

"پھر کرنل صاحب نے ہمیں ہٹا کیوں دیا تھا۔"

"ان سے پوچھ لیجئے گا!" عمران نے عارف کی طرف اشارہ کیا اور عارف ہنسنے لگا۔

"کیا بات تھی!" انور نے عارف سے پوچھا۔

"ارے کچھ نہیں-- بکواس!" عارف ہنستا ہوا بولا۔

"آخر بات کیا تھی۔"

"پھر بتاؤں گا۔"

صوفیہ عمران کو گھورنے لگی۔

"وہ بندر کیسا تھا!" انور نے عمران سے پوچھا۔

"اچھا خاصا تھا!.... آرٹ کا ایک بہترین نمونہ۔"

"گھاس کھا گئے ہو شاید!" انور جھلا گیا!

"ممکن ہے لنچ میں گھاس ہی ملے۔" عمران نے مسکین صورت بنا کر کہا۔ "ناشتے میں تو چنے کے چھلکے کھائے تھے۔"

تینوں بے تحاشہ ہنسنے لگے! لیکن صوفیہ جلدی سے سنجیدہ ہو گئی اور اس نے غصیلی آواز میں کہا۔

"آپ ڈیڈی کا مذاق اڑانے کی کوشش کر رہے تھے۔ پتہ نہیں وہ کیوں خاموش رہ گئے۔"

"ممکن ہے انہیں خیال آ گیا ہو کہ میرے پاس بھی ہوائی بندوق موجود ہے۔" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔ "اور حقیقت یہ ہے کہ میں ان کا مذاق اڑانے کی کوشش ہرگز نہیں کر رہا تھا!-- میں بھی وٹامن پر جان چھڑکتا ہوں! وٹامنز کو خطرے میں دیکھ کر مجھے پوری قوم خطرے میں نظر آنے لگتی ہے۔"

"کیا بات تھی۔" انور نے صوفیہ سے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔" صوفیہ نے بات ٹالنی چاہی۔ لیکن انور پیچھے پڑ گیا! جب صوفیہ نے محسوس کیا کہ جان چھڑانی مشکل ہے تو اس نے ساری بات دہرا دی.... اس پر قہقہہ پڑا....

"یار کمال کے آدمی ہو۔" انور ہنستا ہوا بولا۔

"پہلی بار آپ کے منہ سے سن رہا ہوں، ورنہ میرے ڈیڈی تو مجھے بالکل بدھو سمجھتے ہیں۔"

"تو پھر آپ کے ڈیڈی ہی...."

"اررر!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ایسا نہ کہئے! وہ بہت بڑے آدمی ہیں.... ڈائریکٹر جنرل آف انٹیلی جنس بیورو!"

"کیا؟" انور حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ "یعنی رحمان صاحب!"

"جی ہاں۔" عمران نے لاپروائی سے کہا۔

"ارے تو آپ وہی عمران ہیں.... جس نے لندن میں امریکی غنڈے مکلارنس کا گروہ توڑا تھا!"

"پتہ نہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں!" عمران نے حیرت کا اظہار کیا۔

"نہیں نہیں! آپ وہی ہیں۔" انور کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں وہ صوفیہ کی طرف مڑ کر ندامت آمیز لہجے میں بولا۔ "ہم ابھی تک ایک بڑے خطرناک آدمی کا مذاق اڑا رہے ہیں۔"

صوفیہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے عمران کی طرف دیکھنے لگی اور عمران نے ایک حماقت آمیز قہقہہ لگا کر کہا۔ "آپ لوگ نہ جانے کیا ہانک رہے ہیں۔"

"نہیں صوفی!" انور بولا۔ "میں ٹھیک کہہ رہا ہوں میرا ایک دوست راشد آکسفورڈ میں ان کے ساتھ تھا! اس نے مجھے مکلارنس کا واقعہ سنایا تھا۔ وہ مکلارنس جس کا وہاں کی پولیس کچھ نہیں بگاڑ سکی تھی۔ عمران صاحب سے ٹکرانے کے بعد اپنے گروہ سمیت فنا ہو گیا تھا!"

"خوب ہوائی چھوڑی ہے کسی نے!" عمران نے مسکرا کر کہا۔

"مکلارنس کے سر کے دو ٹکڑے ہو گئے تھے۔" انور بولا۔

"ارے توبہ توبہ!" عمران اپنا منہ پیٹنے لگا! "اگر میں نے اسے مارا ہو تو میری قبر میں کنڑ گھسے.... نہیں بکھو.... بھگو.... ہائیں نہیں غلط.... کیا کہتے ہیں اس چھوٹے سے جانور کو جو قبروں میں گھستا ہے!"

"بجو!" عارف بولا۔

"خدا جیتا رکھے.... بجو، بجو!"

"عمران صاحب میں معافی چاہتا ہوں!" انور نے کہا

"ارے آپ کو کسی نے بہکایا ہے۔"

"نہیں جناب مجھے یقین ہے۔"

صوفیہ اس دوران میں کچھ نہیں بولی۔ وہ برابر عمران کو گھورے جا رہی تھی۔ آخر اس نے تھوک نگل کر کہا۔

"مجھے کچھ کچھ یاد پڑتا ہے کہ ایک بار کیپٹن فیاض نے آپ کا تذکرہ کیا تھا۔

"کیا ہو گا.... مجھے وہ آدمی سخت ناپسند ہے! اس نے پچھلے سال مجھ سے ساڑھے پانچ روپے ادھار لئے تھے۔ آج تک واپس نہیں کئے!...."

۶

پونے بارہ بجے کرنل ڈکسن اس کی لڑکی اور مسٹر بارتوش کرنل کی کوٹھی میں داخل ہوئے لیکن کرنل ان کے ساتھ نہیں تھا۔

کرنل ڈکسن ادھیڑ عمر کا ایک دبلا پتلا آدمی تھا! آنکھیں نیلی مگر دھندلی تھیں۔ مونچھوں کا نچلا حصہ تمباکو نوشی کی کثرت سے براؤن رنگ کا ہوگیا تھا! اس کی لڑکی نوجوان اور کافی حسین تھی!.... ہنستے وقت اس کے گالوں میں خفیف سے گڑھے پڑ جاتے تھے۔

بارتوش اچھے تن و توش کا آدمی تھا اگر اسے بارتوش کی بجائے صرف تن و توش کہا جاتا تو غیر مناسب نہ ہوتا اس کے چہرے پر بڑے آرٹسٹک قسم کی ڈاڑھی تھی! چہرے کی رنگت میں پھیکا پن تھا! مگر اس کی آنکھیں بڑی جاندار تھیں! اور وہ اتنی جاندار نہ ہوتیں تو چہرے کی رنگت کی بنا پر کم از کم پہلی نظر میں تو اسے ورم جگر کا مریض ضرور ہی سمجھا جاسکتا تھا!

”ہیلو بے بی!“ کرنل ڈکسن نے صوفیہ کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ ”اچھی تو ہو! مجھے خیال تھا کہ تم لوگ اسٹیشن ضرور آؤ گے۔“

قبل ازیں کہ صوفیہ کچھ کہتی! ڈکسن کی لڑکی اس سے لپٹ گئی!

پھر تعارف شروع ہوا.... جب عمران کی باری آئی تو صوفیہ کچھ جھجکی!

عمران آگے بڑھ کر خود بولا۔ ”میں کرنل ضرغام کا سیکرٹری ہوں انادان.... ار.... مسٹر نادان!“ پھر وہ بڑے بے تکے پن سے ہنسنے لگا! کرنل ڈکسن نے لاپروائی کے انداز میں اپنے شانے سکوڑے اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔

”ضرغی کہاں ہے“ کرنل ڈکسن نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”کیا وہ آپ کے ساتھ نہیں ہیں۔“ صوفیہ چونک کر بولی۔

”میرے ساتھ!“ کرنل ڈکسن نے حیرت سے کہا۔ ”نہیں تو!“

”اوہ نہیں.... اوہ نہیں۔“

”کیا وہ آپ کو اسٹیشن پر نہیں ملے۔“ صوفیہ کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں!

صوفیہ نے عمران کی طرف دیکھا اور اس نے اپنی بائیں آنکھ دبادی! لیکن صوفیہ کی پریشانی میں کمی واقع نہیں ہوئی! اس نے بہت جلد اس سے تنہائی میں ملنے کا موقع نکال لیا!....

”ڈیڈی کہاں گئے!“

”پتہ نہیں!“

”اور آپ اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہیں!“

”ہاں--- آں!“

”خدا کے لئے سنجیدگی اختیار کیجئے!“

”فکر مت کیجئے! میں کرنل کا ذمہ دار ہوں۔“

”میں انہیں تلاش کرنے جارہی ہوں۔“

”ہرگز نہیں! آپ کوٹھی سے باہر قدم نہیں نکال سکتیں۔“

” آخر کیوں؟“

”کرنل کا حکم۔“

”آپ عجیب آدمی ہیں!“ صوفیہ جھنجھلا گئی!

”موجودہ حالات کا علم مہمانوں کو نہ ہونا چاہئے!.... ان دونوں کو بھی منع کر دیجئے۔“

”انہیں اس کا علم نہیں ہے۔“ صوفیہ نے کہا۔

”اتنا تو جانتے ہی ہیں کہ کرنل کسی خطرے میں ہیں۔“

”ہاں۔“

”اس کا تذکرہ بھی نہ ہونا چاہئے!“

”میرے خدا میں کیا کروں۔“ صوفیہ روہانسی آواز میں بولی۔

”مہمانوں کی خاطر!“ عمران پرسکون لہجے میں بولا۔

”آپ سے خدا سمجھے! میں پاگل ہو جاؤں گی!“

”ڈرنے کی بات نہیں! کرنل بالکل خطرے میں نہیں ہیں۔“

”آپ پاگل ہیں۔“ صوفیہ جھنجھلا کر بولی۔

عمران نے اس طرح سر ہلادیا جیسے اسے اپنے پاگل پن کا اعتراف ہو۔

۷

شام ہوگئی لیکن کرنل ضرغام واپس نہ آیا.... صوفیہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے! ڈکسن بار بار ضرغام کے متعلق پوچھتا تھا۔ ایک آدھ بار اس نے یہ بھی کہا کہ شاید اب ضرغی اپنے دوستوں سے گھبرانے لگا ہے! اگر یہ بات تھی تو اس نے صاف صاف کیوں نہیں لکھ دیا۔

صوفیہ اس بوکھلاہٹ میں یہ بھی بھول گئی کہ عمران نے اسے کچھ ہدایات دی تھیں۔ جن میں

سے ایک یہ بھی تھی کہ انور اور عارف موجودہ حالات کے متعلق مہمانوں سے کوئی گفتگو نہ کریں۔

صوفیہ انور اور عارف سے اس کا تذکرہ کرنا بھول گئی....

اور پھر جس وقت عارف سے حماقت سرزد ہوئی تو صوفیہ وہاں موجود نہیں تھی.... وہ باورچی خانے میں باورچیوں کا ہاتھ بٹا رہی تھی اور عمران باتیں بنا رہا تھا۔

ڈکسن وغیرہ برآمدے میں تھے!.... انور بارتوش سے رافیل کی تصویروں کے متعلق گفتگو کر رہا تھا!.... عارف ڈکس کی لڑکی مارتھا کو اپنے البم دکھا رہا تھا اور ڈکسن دور کے پہاڑوں کی چوٹیوں میں شفق کے رنگین لہریئے دیکھ رہا تھا! اچانک اس نے عارف کی طرف مڑ کر کہا۔

”ضرغی سے ایسی امید نہیں تھی!“

عارف اس وقت موج میں تھا! اس میں نہ جانے کیوں ان لوگوں کے لئے اپنائیت کا احساس بڑی شدت سے پیدا ہو گیا! ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ کرنل کی شوخ اور خوبصورت لڑکی مارتھا رہی ہو۔

”کرنل صاحب! یہ ایک بڑا گہرا راز ہے!“ عارف نے البم بند کرتے ہوئے کہا!

”راز....“ کرنل ڈکسن بڑبڑا کر اسے گھورنے لگا۔

”جی ہاں.... وہ تقریباً پندرہ بیس دن سے سخت پریشان تھے اس دوران میں ہم لوگ رات رات بھر جاگتے رہے ہیں!.... انہیں کسی کا خوف تھا! وہ کہتے تھے کہ میں کسی وقت بھی کسی حادثے کا شکار ہو سکتا ہوں!.... اور نہ جانے کیوں وہ اسے راز ہی رکھنا چاہتے تھے!“

”بڑی عجیب بات ہے! تم لوگ اس پر بھی اتنے اطمینان سے بیٹھے ہو!....“ کرنل اچھل کر کھڑا ہوتا ہوا بولا۔

بارتوش اور انور انہیں گھورنے لگے! انور نے شائد ان کی گفتگو سن لی تھی اسی لئے وہ عارف کو کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا! حالانکہ اسے بھی اس بات کو مہمانوں سے چھپانے کی تاکید نہیں کی تھی لیکن اسے کم از کم اس کا احساس تھا کہ خود کرنل ضرغام ہی اسے راز رکھنا چاہتا ہے!....

”صوفیہ کہاں ہے!“ کرنل ڈکسن نے عارف سے کہا۔

”شاید کچن میں!“

کرنل ڈکسن نے کچن کی راہ لی.... بقیہ لوگ وہیں بیٹھے رہے۔

صوفیہ فرائینگ پین میں کچھ تل رہی تھی! اور عمران اس کے قریب خاموش کھڑا تھا۔

”صوفی!“ کرنل ڈکسن نے کہا۔ ”یہ کیا معاملہ ہے۔“

”اوہ آپ!“ صوفیہ چونک پڑی۔ ”یہاں تو بہت گرمی ہے میں ابھی آتی ہوں۔“

”پرواہ نہ کرو! یہ بتاؤ ضرغی کا کیا معاملہ ہے۔“

عمران نے اُلوؤں کی طرح اپنے دیدے پھرائے

”مجھے خود تشویش ہے کہ ڈیڈی کہاں چلے گئے!“ صوفیہ نے کہا۔

”جھوٹ مت بولو۔ ابھی مجھے عارف نے بتایا ہے۔“

”اوہ---وہ“ صوفیہ تھوک نگل کر رہ گئی۔ پھر اس نے عمران کی طرف دیکھا۔

”بات یہ ہے کہ کرنل صاحب! وہ ساری باتیں بڑی مضحکہ خیز ہیں۔“ عمران نے کہا۔

”ایسی صورت میں بھی جب ضرغام اس طرح غائب ہو گیا ہے؟“ کرنل نے سوال کیا!

”وہ اکثر یہی کر بیٹھتے ہیں کئی کئی دن گھر سے غائب رہتے ہیں! کوئی خاص بات نہیں۔“ عمران بولا۔

”میں مطمئن نہیں ہوا۔“

”آہ.... کنفیوشس نے بھی ایک بار یہی کہا تھا۔“

کرنل نے اسے غصیلی نظروں سے دیکھا اور صوفیہ سے بولا۔ ”جلدی آنا۔ میں برآمدے میں تمہارا انتظار کروں گا۔“

ڈکسن چلا گیا!

”بڑی مصیبت ہے!“ صوفیہ بڑبڑائی۔ ”میں کیا کروں۔“

”یہ مصیبت تم نے خود ہی مول لی ہے۔ عارف کو منع کیوں نہیں کیا تھا؟“ عمران بولا۔

”انہی الجھنوں میں بھول گئی تھی۔“

”میں نے تمہیں اطمینان دلایا تھا.... پھر کیسی الجھن.... یہاں تک بتا دیا کہ کرنل کو میں نے ہی ایک محفوظ مقام پر بھجوا دیا ہے۔“

”لیکن یہ الجھن کیا کم تھی کہ مہمانوں کو کیا بتاؤں گی!“

”کیا مہمان اس اطلاع کے بغیر مر جاتے؟ تمہارے دونوں کزن مجھے سخت ناپسند ہیں سمجھیں!“

”اب میں کیا کروں! عارف بالکل اُلو ہے!“

”خیر---“ عمران کچھ سوچنے لگا! پھر اس نے کہا! ”جلدی کرو.... میں نہیں چاہتا کہ اب میرے متعلق مہمانوں سے کچھ کہا جائے!“

وہ دونوں برآمدے میں آئے! یہاں انور اردو میں عارف کی خاصی مرمت کر چکا تھا!.... اور اب وہ خاموش بیٹھا تھا۔

”مجھے پورے واقعات بتاؤ!“ کرنل نے صوفیہ سے کہا۔

”پورے واقعات کا علم کرنل کے علاوہ اور کسی کو نہیں۔“ عمران بولا۔

”کس بات کا خوف تھا اسے!“ ڈکسن نے پوچھا۔

”وہ لکڑی کے ایک بندر سے بُری طرح خائف تھے۔“

”کیا بکواس ہے!“

”اسی لئے میں کہتا تھا کہ واقعات نہ پوچھئے!.... مجھے کرنل صاحب کی ذہنی حالت پر شبہ ہے۔“ عمران بولا۔

”اس کے باوجود بھی تم لوگوں نے اسے تنہا گھر سے باہر نکلنے دیا۔“

”ان کی ذہنی حالت بالکل ٹھیک تھی۔“ عارف نے کہا۔

”تو پھر بکواس کئے جارہا ہے۔“ انور نے اسے اردو میں ڈانٹا۔

کرنل ڈکسن انور کو گھورنے لگا۔

”تم لوگ بڑے پراسرار معلوم ہو رہے ہو۔“ اس نے کہا۔

”یہ دونوں واقعی بڑے پراسرار ہیں۔“ عمران نے مسکرا کر کہا۔ ” آج یہ دن بھر ائیر گن سے مکھیاں مارتے رہے ہیں!“

مارتھا اس جملے پر بے ساختہ ہنس پڑی۔

”ان سے زیادہ پراسرار تم ہو!“ کرنل نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”جی ہاں!“ عمران نے آہستہ سے سر ہلا کر کہا۔ ”مکھیاں مارنے کا مشورہ میں نے ہی دیا تھا۔“

”دیکھئے! میں بتاتی ہوں!“ صوفیہ نے کہا ”مجھے حالات کا زیادہ علم نہیں.... ڈیڈی کو ایک دن ڈاک سے ایک پارسل ملا جسے کسی نامعلوم آدمی نے بھیجا تھا۔ پارسل سے لکڑی کا ایک چھوٹا سا بندر برآمد ہوا اور اسی وقت سے ڈیڈی پریشان نظر آنے لگے! اس رات انہوں نے ٹہل کر صبح کی اور پوری طرح مسلح تھے دوسرے دن انہوں نے آٹھ پہاڑی ملازم رکھے جو رات بھر رائفلیں لئے عمارت کے گرد پہرہ دیا کرتے تھے! ڈیڈی نے ہمیں صرف اتنا ہی بتایا کہ وہ کسی قسم کا خطرہ محسوس کر رہے ہیں۔“

”اور اس بندر کا مطلب کیا تھا؟“ بارتوش نے پوچھا جو اب تک خاموشی سے ان کی گفتگو سن رہا تھا۔

”ڈیڈی نے اسکے متعلق ہمیں کچھ نہیں بتایا! ہم اگر زیادہ اصرار کرتے تو وہ خفا ہو جایا کرتے تھے۔“

”لیکن تم نے ہم سے یہ بات کیوں چھپانی چاہی تھی۔“ ڈکسن نے پوچھا۔

”ڈیڈی کا حکم!.... انہوں نے کہا تھا کہ اس بات کے پھیلنے پر خطرہ اور زیادہ بڑھ جائے گا۔“

”عجیب بات ہے!“ ڈکسن کچھ سوچتا ہوا بولا! ”کیا میں ان حالات میں اس چھت کے نیچے چین سے رہ سکوں گا۔“

”میرا خیال ہے کہ خطرہ صرف کرنل کے لئے تھا!“ عمران بولا۔

”تم احمق ہو!“ ڈکسن جھنجھلا گیا۔ ”میں خطرہ کی بات نہیں کر رہا ضرغام کے لئے فکر مند ہوں۔“

”کنفیوشس نے کہا ہے....“

”جب تک میں یہاں مقیم رہوں تم کنفیوشس کا نام نہ لینا سمجھے!“ کرنل بگڑ گیا۔

”اچھا!“ عمران نے کسی سعادت مند بچے کی طرح سر ہلا کر کہا اور جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکال کر اس کا کاغذ پھاڑنے لگا!.... مارتھا پھر ہنس پڑی۔

۸

پولیس ہیڈ کوارٹر کے ایک کمرے میں انسپکٹر خالد میز پر بیٹھا اپنی ڈاک کھول رہا تھا!.... یہ ایک تنومند اور جواں سال آدمی تھا۔ پہلے فوج میں تھا اور جنگ ختم ہونے کے بعد محکمہ سراغرسانی میں لے لیا گیا تھا!.... آدمی ذہین تھا اس لئے اسے اس محکمہ میں کوئی دشواری نہیں پیش آئی تھی!.... کارکردگی کی بناء پر وہ ہر دلعزیز بھی تھا!.... اس کے خدوخال تیکھے ضرور تھے لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کے چہرہ کا دل سے کوئی تعلق ہی نہ ہو! چہرے کی بناوٹ سخت دل آدمیوں کی سی تھی! مگر عادات و اطوار سے سخت گیری نہیں ظاہر ہوتی تھی!....

اپنی ڈاک دیکھنے کے بعد اس نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی ہی تھی کہ میز پر رکھے ہوئے فون کا بزر بول اٹھا۔

”لیں“ اس نے ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں کہا۔ ”اوہ.... اچھا! میں ابھی حاضر ہوا۔“

وہ اپنے کمرے سے نکل کر محکمے کے ڈی ایس کے کمرے کی طرف روانہ ہو گیا!.... اس نے دروازے کی چق ہٹائی....

” آجاؤ!“ ڈی ایس نے کہا۔ پھر اس نے کرسی کی طرف اشارہ کیا!

انسپکٹر خالد بیٹھ گیا!

”میں نے ایک پرائیویٹ کام کے لئے تمہیں بلایا ہے۔“

”فرمائیے؟“

”فیڈرل ڈیپارٹمنٹ کے کیپٹن فیاض کا ایک نجی خط میرے پاس آیا ہے۔“

”کیپٹن فیاض!“ خالد کچھ سوچتا ہوا بولا ”جی ہاں! شائد میں انہیں جانتا ہوں۔“

”ان کا ایک آدمی یہاں آیا ہوا ہے!.... وہ چاہتے ہیں کہ اسے جس قسم کی مدد کی ضرورت دی جائے! اس کا نام علی عمران ہے!.... اور وہ کرنل ضرغام کے ہاں مقیم ہے۔“

”کس سلسلہ میں آیا ہے۔“

”یہ بھی اسی آدمی سے معلوم ہو سکے گا! اور یہ رہا اس کا فوٹو۔“ ڈی ایس نے میز کی دراز سے ایک تصویر نکال کر خالد کی طرف بڑھائی۔

”بہت اچھا!“ خالد تصویر پر نظر جمائے بولا! ”میں خیال رکھوں گا۔“

”اچھا دوسری بات!.... “ ڈی ایس نے اپنے پائپ میں تمباکو بھرتے ہوئے کہا!” شفٹن کے کیس میں کیا ہو رہا ہے۔“

”یہ ایک مستقل دردسر ہے۔“ خالد نے طویل سانس لے کر کہا۔ ”میرا خیال ہے کہ اس میں جلدی کامیابی نہیں ہو گی۔“

”کیوں؟“

”ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ شفٹن کوئی ایک فرد ہے یا جماعت!.... اور اس شفٹن کی طرف سے جتنے لوگوں کو بھی دھمکی کے خطوط ملے ہوئے ہیں!.... وہ اب تک تو زندہ ہیں اور نہ ان میں سے ابھی تک کسی نے یہ اطلاع دی کہ ان سے کوئی رقم وصول کر لی گئی ہے!-- میں سوچتا ہوں ممکن ہے کوئی شریر طبیعت آدمی خواہ مخواہ سنسنی پھیلانے کے لئے ایسا کر رہا ہے!.... قریب قریب شہر کے ہر بڑے آدمی کو اس قسم کے خطوط ملے ہیں!.... اور ان میں کسی بڑی رقم کا مطالبہ کیا گیا ہے۔“

”کوئی ایسا بھی ہے جس نے اس قسم کی کوئی شکایت نہ کی ہو....“ ڈی ایس نے مسکرا کر پوچھا۔

”میرا خیال ہے کہ شائد ہی کوئی بچا ہو!“ خالد نے کہا۔

”ذہن پر زور دو۔“

”ہو سکتا ہے کہ کوئی شائد رہ ہی گیا ہو!“

”کرنل ضرغام!“ ڈی ایس نے مسکرا کر کہا۔ ”اس کی طرف سے ابھی تک اس قسم کی کوئی اطلاع نہیں ملی.... حالانکہ وہ بہت مالدار آدمی ہے!“

”اوہ---!“

”اور اب سمجھنے کی کوشش کرو!“ ڈی ایس نے کہا۔ ”کرنل ضرغام اس قسم کی کوئی اطلاع نہیں دیتا! اور فیڈرل ڈیپارٹمنٹ کا سپرنٹنڈنٹ ایک ایسے آدمی کے لئے ہم سے امداد کا طالب ہے جو کرنل ضرغام ہی کے یہاں مقیم ہے! کیا سمجھے!“

”تب تو ضرور کوئی خاص بات ہے۔“

”بہت ہی خاص!“ ڈی ایس نے منہ سے پائپ نکال کر کہا۔ ”میرا خیال ہے کہ تم خود ہی اس آدمی سے.... کیا نام.... عمران سے ملو۔“

”میں ضرور ملوں گا!.... مگر معلوم نہیں وہ کون اور کس قسم کا آدمی ہے۔“

”بہرحال-- یہ تو ملنے ہی پر معلوم ہو سکے گا!....“ ڈی ایس نے کہا-- اور اپنے میز پر رکھے ہوئے کاغذات کی طرف متوجہ ہو گیا!

۹

رات کے کھانے پر میز کی فضا بڑی سوگوار رہی! انہوں نے بڑی خاموشی سے کھانا ختم کیا اور پھر کافی پینے کے لئے برآمدے میں جا بیٹھے۔

”صوفی۔“ کرنل ڈکسن بولا۔ ”میں کہتا ہوں کہ پولیس کو اس کی اطلاع ضرور دینی چاہئے!--“

”میری بھی یہی رائے ہے۔“ بارتوش نے کہا.... وہ بہت کم بولتا تھا۔

”میں کیا کروں--!“ صوفیہ نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔ ”ڈیڈی اس معاملہ کو عام نہیں کرنا چاہتے!.... پولیس کے تو سرے سے خلاف ہیں!.... انہوں نے ایک بار یہ بھی کہا تھا کہ اگر میں کبھی اچانک غائب ہو جاؤں تو تم لوگ فکرمند مت ہونا.... میں خطرہ دور ہوتے ہی واپس آ جاؤں گا لیکن پولیس کو اس کی اطلاع ہرگز نہ ہو!“

عمران نے صوفیہ کی طرف تعریفی نظروں سے دیکھا۔

”ضرغام ہمیشہ پراسرار رہا ہے!“ کرنل ڈکسن بڑبڑایا۔

”یہاں سب ہی پراسرار ہیں۔“ عمران نے کہا اور مارتھا کی طرف دیکھ کر ہنسنے لگا۔

”میں سچ کہتا ہوں کہ تمہیں ابھی تک نہیں سمجھ سکا۔“ کرنل نے عمران سے کہا!” مجھے حیرت ہے کہ ضرغام نے تمہیں اپنا سیکرٹری کیسے بنا رکھا ہے۔ وہ تو بہت ہی غصہ ور ہے!“

”میں انہیں کنفیوشس کے اقوال سنایا کرتا ہوں۔“ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

”تم نے پھر اس کا نام لیا! کیا تم مجھے چڑاتے ہو!“ کرنل بھڑ گیا۔

”نہیں انکل!“ صوفیہ جلدی سے بولی۔ ”یہ ان کی عادت ہے۔“

”گندی عادت ہے!“

عمران لاپروائی سے کافی پیتا رہا!

”یہ ایم ایس سی اور پی ایچ ڈی ہیں!“ عارف ہنس کر بولا۔

”پھر تم نے بکواس شروع کی!“ انور نے دانت پیس کر کہا۔

”بولنے دو میں برا نہیں مانتا کنفیوشس.... ارر.... نہیں ہپ!“ عمران نے کہا اور بوکھلاہٹ کی ایکٹنگ کے ساتھ اپنا منہ دونوں ہاتھوں سے بند کر لیا۔ مارتھا اور صوفیہ ہنس پڑیں! اس بار کرنل بھی

ہنسنے لگا! بار توش کا چہرہ بنجر کا بنجر ہی رہا! خفیف سی مسکراہٹ کی جھلک بھی نہ دکھائی دی۔

دفعتاً انہوں نے پھاٹک پر قدموں کی آواز سنی! آنے والا ادھر ہی آرہا تھا۔ وہ اندھیرے میں آنکھیں پھاڑنے لگے! باغ کے آخری سرے پر کافی اندھیرا تھا برآمدے میں لگے ہوئے بلبوں کی روشنی وہاں تک نہیں پہنچتی تھی۔ پھر آنے والے کی ٹانگیں دکھائی دینے لگیں! کیونکہ اس نے راستہ دیکھنے کے لئے ایک چھوٹی سی ٹارچ روشن کر رکھی تھی آنے والا روشنی میں آگیا.... وہ ان سب کے لئے اجنبی ہی تھا! ایک تنومند آدمی جس نے کتھئی سرج کا سوٹ پہن رکھا تھا!

"معاف کیجئے گا۔" اس نے برآمدے کے قریب آکر کہا۔ "شائد میں مخل ہوا۔ کیا کرنل صاحب تشریف رکھتے ہیں۔"

"جی نہیں!" صوفیہ جلدی سے بولی۔ "تشریف لائیے۔"

آنے والا ایک کرسی پر بیٹھ گیا! صوفیہ بولی۔

"وہ باہر گئے ہیں!"

"کب تک تشریف لائیں گے۔"

"کچھ کہا نہیں جاسکتا! ہو سکتا ہے کل آجائیں.... ہو سکتا ہے ایک ہفتہ کے بعد!"

"اوہ.... یہ تو برا ہوا۔" اجنبی نے کہا اور اچٹتی سی نظریں حاضرین پر ڈالی! عمران کو دیکھ کر ایک لحظہ اس پر نظر جمائے رہا پھر بولا۔ "کہاں گئے ہیں۔"

"افسوس کہ وہ اپنا پروگرام کسی کو نہیں بتاتے۔" صوفیہ نے کہا۔ "آپ اپنا کارڈ چھوڑ جائیے۔ آتے ہی ان سے تذکرہ کر دیا جائے گا۔"

"بہت جلدی کا کام ہے۔" اجنبی نے افسوس ظاہر کیا۔

"آپ وہ کام مجھ سے کہہ سکتے ہیں!" عمران بولا! "میں کرنل کا پرائیویٹ سیکرٹری ہوں!"

"اوہ" اجنبی نے حیرت کا اظہار کیا! پھر سنبھل کر بولا۔ "تب تو ٹھیک ہے! کیا آپ الگ تھوڑی سی تکلیف کریں گے!"

"بس اتنا ہی سا کام تھا!" عمران نے احمقوں کی طرح کہا! "لیکن میں الگ تھوڑی سی تکلیف کا مطلب نہیں سمجھ سکا! وہ تکلیف کس قسم کی ہوگی۔ گلا تو نہ گھونٹوانا ہوگا۔"

"اوہ -- میرا مطلب ہے ذرا الگ چلیں گے!"

"میں الگ ہی چلتا ہوں! آج تک کسی سے ٹانگ باندھ کر نہیں چلا۔"

"ارے صاحب! کہنے کا مطلب یہ کہ ذرا میرے ساتھ آئیے!"

"اوہ تو پہلے کیوں نہیں کہا۔" عمران اٹھتا ہوا بولا "چلئے چلئے۔"

وہ دونوں اٹھ کر باغ کے پھاٹک پر آگئے۔

"آپ علی عمران صاحب ہیں!" اجنبی نے پوچھا۔

"میں کرنل کا سیکرٹری ہوں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے!.... دیکھئے میرا تعلق محکمہ سراغرسانی سے ہے اور خالد نام، ہمیں فیڈرل ڈیپارٹمنٹ کے کیپٹن فیاض کی طرف سے ہدایت ملی ہے کہ ہم آپ کی ہر طرح مدد کریں۔"

"اوہ.... فیاض! ہاہا.... بڑا گریٹ آدمی ہے اور یاروں کا یار ہے!.... مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ اتنی سی بات کے لئے اپنے محکمہ تک کے آدمیوں کو خطوط لکھ دے گا واہ بھئی!"

"بات کیا ہے؟" انسپکٹر خالد نے پوچھا۔

"کیا اس نے.... وہ بات نہیں لکھی۔"

"جی نہیں ----!"

"لکھتا ہی کیا!.... بات یہ ہے مسٹر خالد کہ مجھے بٹیر کھانے اور بٹیر لڑانے دونوں کا شوق ہے اور آپ کے یہاں بٹیروں کے شکار پر پابندی ہے فیاض نے کہا تھا کہ میں اجازت دلوا دوں گا!"

خالد چند لمحے حیرت سے عمران کو دیکھتا رہا پھر بولا۔ "آپ نے یہ کیوں کہا تھا کہ آپ کرنل کے سیکرٹری ہیں۔"

"پھر کیا کہتا --! وہ شائد آپ کو اس کے کہنے پر دوسری حیثیت سے اعتراض ہے۔ بالکل ٹھیک مسٹر خالد! بات دراصل یہ ہے کہ میں یہاں آیا تھا مہمان ہی کی حیثیت سے لیکن بعد کو نوکری مل گئی! --- کرنل نے مجھے بے حد پسند کیا ہے! میں ان کے لئے دن بھر ائیر گن سے مکھیاں مارتا رہتا ہوں۔"

"آپ مجھے ٹال رہے ہیں جناب۔" خالد ہنس کر بولا.... پھر اس نے سنجیدگی سے کہا "حالانکہ یہ معاملہ بہت اہم ہے۔"

"کیسا معاملہ۔" عمران نے حیرت سے کہا۔

"کچھ بھی ہو! آپ بہت گہرے آدمی معلوم ہوتے ہیں.... اس کا مجھے یقین ہے کہ آپ کیپٹن فیاض کے خاص آدمیوں میں سے ہیں! اچھا چلئے میں آپ سے صرف ایک سوال کروں گا۔"

"ضرور کیجئے!"

"کیا! کرنل نے براہ راست فیڈرل ڈیپارٹمنٹ سے مدد طلب کی تھی۔"

عمران چونک کر اسے گھورنے لگا۔

"مدد! میں نہیں سمجھا۔" اس نے کہا۔

"دیکھئے جناب!" خالد نے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ آپ اس محکمہ میں بہت دنوں سے ہوں؟ لیکن میں ابھی بالکل اناڑی ہوں۔ یقیناً آپ مجھ سے سینئر ہی ہوں گے!.... اس لئے میں آپ کے مقابلہ کا اہل نہیں ہو سکتا!.... لہٰذا اب کھل کر بات کیجئے تو شکر گذار ہوں گا!"

"اچھا میں کھل کر بات کروں گا لیکن پہلے مجھے بات کی نوعیت سمجھنے دیجئے آپ کے ذہن میں کرنل کے متعلق کیا ہے!"

"کچھ نہیں! لیکن ایک بات۔" خالد کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "ٹھہریئے! میں بتاتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ آپ سوناگری میں نووارد ہیں! ہم لوگ پچھلے ایک ماہ سے ایک پراسرار آدمی یا گروہ شفٹن نامی کی تلاش میں ہیں جس نے یہاں کے دولتمند لوگوں کو دھمکی کے خطوط لکھے ہیں! ان سے بڑی رقموں کا مطالبہ کیا ہے! دھمکی کے مطابق عدم ادائیگی کی صورت میں انہیں قتل کر دیا جائے گا.... ہاں تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ان سب نے اس کی رپورٹ کی ہے.... مگر...."

"مگر کیا؟" عمران جلدی سے بولا۔

"ہمیں کرنل ضرغام کی طرف سے اس قسم کی کوئی شکایت نہیں موصول ہوئی۔"

"تو آپ زبردستی شکایت موصول کرانا چاہتے ہیں۔" عمران ہنس پڑا۔

"اوہ۔ دیکھئے! آپ سمجھے نہیں! بات یہ ہے کہ آخر کرنل کو کیوں چھوڑا گیا اور اگر اسی طرح کی کوئی دھمکی اسے ملی ہے تو اس نے اسکی رپورٹ کیوں نہیں کی!"

"واقعی آپ بہت گہرے آدمی معلوم ہوتے ہیں!" عمران نے طنزیہ لہجے میں کہا!

"اچھا چلئے۔ فرض کیجئے کہ کرنل کو بھی دھمکی کا خط ملا.... تو کیا یہ ضروری ہے کہ آپ کے محکمہ کو اس کی اطلاع دے! ممکن ہے وہ اسے مذاق سمجھا ہو۔ اور مذاق نہ بھی سمجھا ہو تو کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں اپنی قوت بازو کے علاوہ اور کسی پر بھروسہ نہیں ہوتا!"

"میں صرف اتنا معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کرنل کو بھی اس قسم کا کوئی خط ملا ہے یا نہیں!"

"میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا!" عمران بولا! "مجھے اس کا علم ہی نہیں!"

"آپ کو کیپٹن فیاض نے یہاں کیوں بھیجا ہے۔"

"میری کھوپڑی کا مغز درمیان سے کریک ہو گیا ہے!.... اس لئے گرمیوں میں ٹھنڈی ہوا ہی مجھے راس آتی ہے!"

"اوہ-- آپ کچھ نہیں بتائیں گے.... خیر.... اچھا.... اس تکلیف کا بہت بہت شکریہ! مجھے کرنل کی واپسی ہی کا منتظر رہنا پڑے گا۔"

"ویسے ہم پھر بھی ملتے رہیں گے!" عمران نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اوہ.... ضرور.... ضرور!" خالد نے کہا اور مصافحہ کر کے رخصت ہو گیا!

عمران پھر برآمدے میں لوٹ آیا۔ یہاں سب لوگ بے چینی سے اس کی واپسی کے منتظر تھے۔

"کون تھا!" صوفیہ نے پوچھا۔

"محکمہ سراغرسانی کا انسپکٹر خالد۔"

"کیا؟" کرنل ڈکسن نے حیرت کا اظہار کیا۔

"کیا بات تھی!" صوفیہ نے مضطربانہ لہجے میں کہا۔

اس پر عمران نے پوری بات دہرا دی.... وہ سب حیرت سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اس نے صوفیہ سے پوچھا۔ "کیا کرنل کو شفٹن کی طرف سے کبھی کوئی خط ملا ہے۔"

"نہیں۔"

"یہی تو میں کہہ رہا تھا کہ آخر انہوں نے اپنے عزیز از جان سیکرٹری سے اس کا تذکرہ کیوں نہیں کیا!"

"تم نے دوسرے معاملہ کا تذکرہ نہیں کیا؟" کرنل ڈکسن نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں! بھلا کس طرح کر سکتا تھا۔"

"تم واقعی کریک معلوم ہوتے ہو۔"

"جی ہاں--! کنفیوشس.... ار نہیں میرا اپنا قول ہے کہ اچھا ملازم وہی ہے جو مالک کے حکم سے ایک انچ ادھر نہ ایک انچ اُدھر!"

"جہنم میں جاؤ۔" کرنل غرا کر بولا اور وہاں سے اٹھ گیا۔

۱۰

انسپکٹر خالد سوناگری کے جیفریز ہوٹل کی رقص گاہ میں کھڑا ناچتے ہوئے جوڑوں کا جائزہ لے رہا تھا.... اس کے ساتھ اس کے سیکشن کا ڈی ایس بھی تھا۔

"دیکھئے وہ رہا۔" خالد نے عمران کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ جو ڈکسن کی لڑکی مارتھا کے ساتھ ناچ رہا تھا....

آج صوفیہ اپنے مہمانوں سمیت یہاں آئی تھی! لیکن اس نے رقص میں حصہ نہیں لیا تھا۔

"اچھا!" ڈی ایس نے حیرت کا اظہار کیا۔ "یہ تو ابھی لونڈا ہی معلوم ہوتا ہے! خیر میں نے کیپٹن فیاض سے اس کی حیثیت کے متعلق پوچھا ہے! اوہ ادھر غالباً ضرغام کی لڑکی صوفیہ ہے! اس کے ساتھ وہ ڈاڑھی والا کون ہے۔"

”کوئی مہمان ہے۔ بار توش-- زیکو سلواکیہ کا باشندہ!.... اور وہ کرنل ڈکسن ہے!.... اس کی لڑکی مارتھا عمران کے ساتھ ناچ رہی ہے۔“

• ”اس عمران پر گہری نظر رکھو۔“ ڈی ایس نے کہا۔ ”اچھا اب میں جاؤں گا۔“ ڈی ایس چلا گیا۔

رقص بھی ختم ہو گیا! عمران اور مارتھا اپنی میزوں کی طرف لوٹ آئے!.... خالد چند لمحے انہیں گھورتا رہا پھر وہ بھی رقص گاہ سے چلا گیا۔

عمران بڑی موج میں تھا! مارتھا دو تین ہی دنوں میں اس سے کافی بے تکلف ہو گئی تھی! وہ تھی ہی کچھ اس قسم کی! عارف اور انور سے بھی وہ کچھ اس طرح گھل مل گئی تھی جیسے برسوں پرانی جان پہچان ہو!

”تم اچھا ناچتے ہو۔“ اس نے عمران سے کہا۔

”واقعی!“ عمران نے حیرت سے کہا! ”اگر یہ بات ہے! تو اب میں دن رات ناچا کروں گا۔ میرے پاپا بہت گریٹ آدمی ہیں۔ انہیں بڑی خوشی ہو گی۔“

”کیا تم واقعی بے وقوف آدمی ہو۔“ مارتھا نے مسکرا کر پوچھا۔

”پاپا یہی کہتے ہیں۔“

”اور بچے کی ممی کا کیا خیال ہے۔“

”ممی جوتیوں سے مرمت کرنے کی اسپیشلسٹ ہیں۔ اس لئے خاص ہی خاص مواقع پر اپنے خیالات کا اظہار کرتی ہیں۔“

”میں نہیں سمجھی۔“

”نہ سمجھی ہو گی.... انگلینڈ میں جوتیوں سے اظہار خیال کا رواج نہیں ہے۔“

اتنے میں عارف کی کسی بات پر مارتھا اس کی طرف متوجہ ہو گئی ویٹر ان کے لئے کافی کی ٹرے لا رہا تھا۔ اس میں ایک گلاس آرینج اسکوائش کا بھی تھا یہ صوفیہ نے اپنے لئے منگوایا تھا! ویٹر ابھی دور ہی تھا کہ اس کے قریب سے گذرتا ہوا ایک آدمی اس سے ٹکرا گیا! ویٹر لڑکھڑایا ضرور مگر سنبھل گیا! اور اس نے ٹرے بھی سنبھال لی....!

عمران سامنے ہی دیکھ رہا تھا! اس کے ہونٹ ذرا سا کھلے اور پھر برابر ہو گئے وہ اس آدمی کو دیکھ رہا تھا جو ویٹر سے ٹکرانے کے بعد اس سے معافی مانگ کر آگے بڑھ گیا تھا۔

جیسے ہی ویٹر نے ٹرے میز پر رکھی! عمران اس طرح دوسری طرف مڑا کہ اس کا ہاتھ آرینج اسکوائش کے گلاس سے لگا اور گلاس الٹ گیا....

”اوہو!.... کیا مصیبت ہے!“ عمران بوکھلا کر بولا اور گلاس سیدھا کرنے لگا۔

”تم شاید کبھی شریف آدمیوں کے ساتھ نہیں رہے!“ کرنل ڈکسن جھنجھلا گیا! لیکن بارتوش اسے عجیب نظروں سے گھور رہا تھا۔

”میں ابھی دوسرا لاتا ہوں!“ عمران نے صوفیہ کی طرف دیکھ کر کہا اور گلاس اٹھا کر کھڑا ہو گیا! صوفیہ کچھ نہ بولی اس کے چہرے پر بھی ناگواری کے اثرات نظر آ رہے تھے۔

عمران نے کاؤنٹر پر پہنچ کر دوسرا گلاس طلب کیا!.... اتنی دیر میں ویٹر میز صاف کر چکا تھا! عمران گلاس لے کر واپس آ گیا.... صوفیہ کی شلوار اور مارتھا کے اسکرٹ پر آرینج اسکوائش کے دھبے پڑ گئے تھے اس لئے وہ دونوں ہی بڑی شدت سے بور نظر آ رہی تھیں! ایسی صورت میں وہاں زیادہ دیر تک ٹھہرنا قریب قریب ناممکن تھا!.... لیکن اب سوال یہ تھا کہ وہ اٹھیں کس طرح؟ ظاہر ہے کہ اسکرٹ اور شلوار کے دھبے کافی بڑے. تھے اور دور سے صاف نظر آ رہے تھے۔

”تم جیسے بدحواس آدمیوں کا انجام میں نے ہمیشہ برا دیکھا۔“ کرنل عمران سے کہہ رہا تھا۔

”ہاں۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”مجھے اس کا تجربہ ہو چکا ہے! ایک بار میں نے سنکھیا کے دھوکے میں لیمن ڈراپ کھا لیا تھا۔“

مارتھا جھلاہٹ کے باوجود مسکرا پڑی۔

”پھر کیا ہوا تھا۔“ عارف نے پوچھا۔

”بچہ ہوا تھا!.... اور مجھے انکل کہتا تھا!“ عمران نے اردو میں کہا۔ ”تم بہت چہکتے ہو لیکن مارتھا تم پر ہرگز عاشق نہیں ہو سکتی۔“

”کیا فضول بکواس کرنے لگے۔“ صوفیہ بگڑ کر بولی۔

عمران کچھ نہ بولا.... وہ کچھ سوچ رہا تھا اور اس کی آنکھیں اس طرح پھیل گئی تھیں جیسے کوئی الو یک بیک روشنی میں پکڑ لایا گیا ہو....

تھوڑی دیر بعد وہ سب واپسی کے لئے اٹھے۔

صوفیہ کی شلوار کا دھبہ تو لمبے فراک کے نیچے چھپ گیا! لیکن مارتھا کے سفید اسکرٹ کا دھبہ بڑا بدنما معلوم ہو رہا تھا۔ جوں توں وہ اسٹیشن ویگن تک آئی۔

عمران کی وجہ سے جو بے لطفی ہو گئی تھی اس کا احساس ہر ایک کو تھا! لیکن سلواتیں سنانے کے علاوہ اور اس کا کوئی کر ہی کیا سکتا تھا!....

اسٹیشن ویگن کرنل ضرغام کی کوٹھی کی طرف روانہ ہو گئی! رات کافی خوشگوار تھی اور مارتھا انور کے قریب ہی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس لئے انور نے گاڑی کی رفتار ہلکی ہی رکھی تھی۔

اچانک ایک سنسان سڑک پر انہیں تین باوردی پولیس والے نظر آئے جو ہاتھ اٹھائے گاڑی

کو رکوانے کا اشارہ کر رہے تھے۔ انور نے رفتار اور کم کر دی، اسٹیشن ویگن ان کے قریب پہنچ کر رک گئی!.... ان میں ایک سب انسپکٹر تھا اور دو کانسٹیبل!.....

سب انسپکٹر آگے بڑھ کر گاڑی کے قریب پہنچتا ہوا بولا۔

”اندر کی بتی جلاؤ۔“

”کیوں؟“ عمران نے پوچھا۔

”ہمیں اطلاع ملی ہے کہ اس گاڑی میں بے ہوش لڑکی ہے۔“

”ہاہا!“ عمران نے قہقہہ لگایا۔ ”بے شک ہے۔ بے شک ہے۔“

انور نے اندر کا بلب روشن کر دیا اور سب انسپکٹر چندھیائی ہوئی آنکھوں سے ایک ایک کی طرف دیکھنے لگا.... عمران بڑی دلچسپی سے اس کے چہرے پر نظر جمائے ہوئے تھا!

”کہاں ہے؟“ سب انسپکٹر گرجا!....

”کیا میں بیہوش نہیں ہوں۔“ عمران ناک پر انگلی رکھ کر لچکتا ہوا بولا۔ ”میں بیہوش ہوں تبھی تو مردانہ لباس پہنتی ہوں!.... اے ہٹو بھی!“

صوفیہ انور اور عارف بے تحاشہ ہنسنے لگے۔

”کیا بیہودگی ہے۔“ سب انسپکٹر جھلا گیا۔

”لیکن کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اس قسم کی اطلاع کہاں سے آئی ہے۔“ عمران نے پوچھا۔

”کچھ نہیں! جاؤ-- وہ کوئی دوسری گاڑی ہو گی!“ سب انسپکٹر گاڑی کے پاس سے ہٹ گیا!... گاڑی چل پڑی!....

مارتھا صوفیہ سے قہقہوں کی وجہ پوچھنے لگی!.... پھر وہ بھی ہنسنے لگی!

”پتہ نہیں کس قسم کا آدمی ہے!“ اس نے کہا۔

اسے توقع تھی کہ عمران اس پر کچھ کہے گا ضرور! لیکن عمران خاموش ہی رہا وہ کسی گہری سوچ میں معلوم ہوتا تھا!

ابھی زیادہ رات نہیں گذری تھی۔ اس لئے گھر پہنچ کر وہ سب کے سب کسی نہ کسی تفریح میں مشغول ہو گئے۔ انور اور بارتوش بلیرڈ کھیل رہے تھے! کرنل اور عارف برج کھیلنے کے لئے صوفیہ اور مارتھا کا انتظار کر رہے تھے جو لباس تبدیل کرنے کے لئے اپنے کمروں میں چلی گئی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد عمران نے مارتھا کے کمرے کے دروازے پر دستک دی!

”کون ہے؟“ اندر سے آواز آئی۔

”عمران دی گریٹ فول۔“

”کیا بات ہے۔“ مارتھا نے دروازہ کھولتے ہوئے پوچھا۔ وہ اپنا اسکرٹ تبدیل کر چکی تھی۔

”مجھے افسوس ہے کہ میری وجہ سے تمہارا اسکرٹ خراب ہو گیا۔“

”کوئی بات نہیں!“

”اوہ نہیں! لاؤ.... اسکرٹ مجھے دو۔ ورنہ وہ دھبہ مستقل ہو جائے گا!“

”ارے نہیں تم اس کی فکر نہ کرو۔“

”لاؤ-- تو.... ورنہ مجھے اور زیادہ افسوس ہو گا!“

”تم سے تو پیچھا چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے۔“

تھوڑی ردوقدح کے بعد مارتھا نے اپنا اسکرٹ عمران کے حوالے کر دیا اب وہ صوفیہ کے کمرے میں پہنچا۔ اس کے ایک ہاتھ میں مارتھا کا اسکرٹ تھا اور دوسرے ہاتھ میں دودھ کی بوتل!

”یہ کیا؟“ صوفیہ نے حیرت سے پوچھا۔

”دھبہ چھڑانے جا رہا ہوں! لاؤ تم بھی شلوار دے دو۔“

”کیا بے تکی بات ہے! عمران صاحب سچ مچ آپ بعض اوقات بہت بور کرتے ہیں۔“

”نہیں لاؤ!.... پانی نہیں لگے گا! دودھ سے صاف کروں گا!“

”میں کچھ نہیں جانتی!“ صوفیہ بھنا گئی!

عمران نے شلوار اٹھالی جو ابھی کرسی کے ہتھے پر پڑی ہوئی تھی۔

صوفیہ اکتائے ہوئے انداز میں اس کی حرکتیں دیکھتی رہی۔ اس نے ایک بڑے پیالے میں دودھ الٹ کر دھبوں کو ملنا شروع کیا! تھوڑی دیر بعد دھبے صاف ہو گئے صوفیہ کی بڑے بالوں والی ایرانی بلی بار بار پیالے پر جھپٹ رہی تھی! عمران اسے ہٹاتا جاتا تھا! جب وہ اپنے کام سے فارغ ہو چکا تو بلی دودھ پر ٹوٹ پڑی۔ اس بار عمران نے اسے نہیں روکا۔

”کیا پانی سے نہیں دھو سکتے تھے آخر آپ کو اپنی بے وقوفی ظاہر کرنے کا اتنا شوق کیوں ہے!“ صوفیہ بولی۔

”ہائیں تو کیا مجھ سے کوئی بے وقوفی سرزد ہوئی ہے!“ عمران نے حیرت کا اظہار کیا۔

”خدا کے لئے بور مت کیجئے!“ صوفیہ نے بیزاری سے کہا!

”آدم نے جب اس درخت کے قریب جانے سے ہچکچاہٹ ظاہر کی تھی حوا نے بھی یہی کہا تھا!“

صوفیہ کچھ نہ بولی!... اس نے بلی کی طرف دیکھا جو دودھ پیتے پیتے ایک طرف لڑھک گئی تھی!

”ہائیں! یہ اسے کیا ہو گیا۔“ وہ اٹھتی ہوئی بولی۔

”کچھ نہیں!“ عمران نے بلی کی ٹانگ پکڑ کر اسے ہاتھ میں لٹکا لیا!....

”کیا ہوا اسے!“ صوفیہ چیخ کر بولی۔

”کچھ نہیں۔ صرف بیہوش ہو گئی ہے... اللہ نے چاہا تو صبح سے پہلے ہوش میں نہیں آئے گی۔“

”آخر یہ آپ کر کیا رہے ہیں۔“ صوفیہ کا لہجہ جارحانہ تھا۔

”وہ نقلی پولیس والے! ایک بیہوش لڑکی ہماری گاڑی میں ضرور پاتے! مگر میں اس طرح لٹکا نہ سکتا۔“

”کیا؟“ صوفیہ آنکھیں پھاڑ کر بولی!”تو یہ دھبے---“

”ظاہر ہے کہ وہ امرت دھارا کے دھبے نہیں تھے۔“

”لیکن اس کا مطلب؟“

”تمہارا---اغوا.... لیکن میں نے ان کی نہیں چلنے دی۔“

”آپ نے جان بوجھ کر گلاس میں ہاتھ مارا تھا۔“

”ہاں!“ عمران سر ہلا کر بولا ”کبھی کبھی ایسی حماقت بھی سرزد ہو جاتی ہے۔“

”آپ کو معلوم کیسے ہوا تھا!“

عمران نے ایک نامعلوم آدمی کے ویٹر سے ٹکرانے کی داستان دہراتے ہوئے کہا ”میری بائیں آنکھ ہمیشہ کھلی رہتی ہے.... میں نے اسے گلاس میں کچھ ڈالتے دیکھا تھا!“

صوفیہ خوفزدہ نظر آنے لگی۔ عمران نے کہا۔

”اوہ--ڈرو نہیں!.... لیکن تمہیں ہر حال میں میرا پابند رہنا پڑے گا!“

صوفیہ کچھ نہ بولی.... وہ اس احمق ترین عقلمند آدمی کو حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

”اور ہاں دیکھو! اس واقعہ کا تذکرہ کسی سے نہ کرنا!“ عمران نے بیہوش بلی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”عارف اور انور سے بھی نہیں!“

”نہیں کروں گی عمران صاحب! آپ واقعی گریٹ ہیں۔“

”کاش میرے پاپا بھی یہی سمجھتے!“ عمران نے مغموم لہجے میں کہا۔

II

انسپکٹر خالد نے بہت عجلت میں فون کا ریسیور اٹھایا!....

”میں خالد ہوں!“ اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ ”کیا آپ فوراً مجھے وقت دے سکیں گے؟ اوہ شکریہ میں ابھی حاضر ہوا!“

اس نے تیزی سے ریسیور رکھا اور کمرے سے نکل گیا!....

ڈی-ایس کے آفس کے اردلی نے اس کے لئے چق اٹھائی اور وہ اندر چلا گیا!....

ڈی ایس نے سر کے اشارے سے بیٹھنے کو کہا اور پائپ کو دانتوں سے نکال کر آگے جھک آیا۔

”کرنل ضرغام کا معاملہ بہت زیادہ الجھ گیا ہے۔“ خالد بولا۔

”کیوں؟.... کوئی نئی بات!“

”جی ہاں اور بہت زیادہ اہم! میں نے کرنل کے نوکروں کو ٹٹولنے کی کوشش کی تھی! آخر ایک نے اگل ہی دیا! کرنل کہیں باہر نہیں گیا بلکہ یک بیک غائب ہو گیا ہے۔“

”خوب!“ ڈی ایس نے پائپ ایش ٹرے میں الٹتے ہوئے کہا اور خالد کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

”وہ اپنے مہمانوں کے استقبال کے لئے تنہا اسٹیشن گیا تھا! پھر واپس نہیں آیا!“

”واہ!“ ڈی ایس انگلی سے میز کھٹکھٹاتا ہوا کچھ سوچنے لگا پھر اس نے کہا۔ ”اس کے گھر والوں کو تو بڑی تشویش ہو گی۔“

”قطعی نہیں! یہی تو حیرت کی بات ہے۔“

”آہم!“ ڈی-ایس نے پیر پھیلا کر طویل انگڑائی لی.... اور کرسی کی پشت سے ٹک گیا۔

”پھر تمہارا کیا خیال ہے۔“ ڈی ایس نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

”میں ابھی تک کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا۔“

”واہ یہ بھی کیا کوئی مشکل مسئلہ ہے!“ ڈی ایس مسکرایا.... ”کرنل ضرغام بھی شفٹن کی دھمکیوں سے نہ بچا ہوگا!.... لیکن وہ غائب ہو گیا.... اس نے پولیس کو اطلاع نہیں دی! دوسروں نے پولیس کو اطلاع دی تھی اور وہ سب موجود ہیں اس لائن پر سوچنے کی کوشش کرو۔“

”میں سوچ چکا ہوں!“

”اور پھر بھی کسی خاص نتیجے پر نہیں پہنچے۔“

”جی نہیں!“

”کمال ہے!.... ارے بھئی یہ تو ایک بہت ہی واضح قسم کا اشارہ ہے۔“

”آپ ہی رہنمائی کیجئے!.... میں تو ابھی بقول شخصے مبتدی ہوں!.... آپ ہی سے سیکھنا ہے مجھے۔“ خالد نے کہا۔

”دیکھو!.... تم دو ایسے آدمیوں کے نام دھمکی کے خطوط لکھو جن میں سے ایک تم سے واقف ہو اور دوسرا ناواقف!....“ فرض کرو تم اپنی موجودہ حیثیت میں دونوں کو لکھتے ہو کہ وہ خطرے میں ہیں اور کسی وقت بھی گرفتار کئے جا سکتے ہیں! وہ شخص جو تمہیں نہیں جانتا اسے مذاق سمجھے گا۔ یہی سوچے گا کہ کسی نے اسے بیوقوف بنایا ہے!.... لیکن اس شخص پر اس کا کیا اثر ہو گا جو

تم سے اور تمہارے عہدے سے بخوبی واقف ہے!"

"بدحواس ہو جائے گا۔" خالد بولا۔

"ٹھیک! اسی طرح شفٹن کے معاملہ کو لے لو.... ہمارے لئے بھی یہ نام نیا ہے! چہ جائیکہ وہ لوگ جنہیں خطوط موصول ہوئے ہیں!.... کرنل ہمارے پاس شکایت لے کر نہیں آیا! اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ شفٹن سے واقف ہے اور اس طرح غائب ہو جانے کے یہ معنی ہوئے کہ شفٹن انتہائی خطرناک ہے!.... اتنا خطرناک کہ پولیس بھی اس کا کچھ نہیں کر سکتی!"

"میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ کہیں کرنل ضرغام ہی شفٹن نہ ہو!" خالد نے کہا۔

"اگر وہ شفٹن ہی ہے تو اس کے احمق ہونے میں کوئی شبہ نہیں!" ڈی-ایس بولا۔

"اگر وہ شفٹن ہی ہے تو اسے ہمارے پاس ضرور آنا چاہئے تھا!.... نہیں.... خالد وہ شفٹن نہیں ہے۔ ورنہ اس طرح غائب نہ ہوتا!"

"تو پھر اب مجھے کیا کرنا چاہئے!"

"کرنل ضرغام کو تلاش کرو۔"

کچھ دیر خاموشی رہی پھر ڈی-ایس نے پوچھا۔ "عمران کا کیا رہا۔"

"کچھ نہیں! اس کی شخصیت بھی بڑی پراسرار ہے۔"

ڈی-ایس ہنسنے لگا! پھر اس نے کہا "کیپٹن فیاض نے میرے تار کا جواب دیا ہے! عمران کے متعلق اس نے لکھا ہے کہ وہ ایک پرلے سرے کا احمق آدمی ہے۔ فیاض کا دوست ہے۔ یہاں تفریحاً آیا ہے! اکثر حماقتوں کے سلسلے میں مصیبتیں مول لے بیٹھتا ہے اسی لئے فیاض نے مجھے خط لکھ دیا تھا کہ اگر ایسی کوئی بات ہو تو اس کی مدد لی جائے!"

"مگر صاحب! وہ کرنل ضرغام کا پرائیویٹ سیکرٹری کیسے ہو گیا۔"

"مجھے بھی فیاض کی کہانی پر یقین نہیں!" ڈی-ایس نے کہا! "یہ فیڈرل والے کبھی کھل کر کوئی بات نہیں بتاتے!"

اس کے بعد کمرے میں گہری خاموشی مسلط ہو گئی!

۱۲

مہمانوں کی وجہ سے عارف اور انور کو ایک ہی کمرے میں رہنا پڑتا تھا! یہ کمرہ صوفیہ کے کمرے سے ملا ہوا تھا اور درمیان میں صرف ایک دروازہ حائل تھا!

عمران نے عارف کے سامنے ایک تجویز پیش کی!.... اسے یقین تھا کہ عارف فوراً تیار ہو جائے گا۔ تجویز یہ تھی کہ عارف عمران کے کمرے میں چلا جائے اور عمران عارف کی جگہ انور کے ساتھ رہنا شروع کر دے۔ عارف اس تجویز پر کھل اٹھا۔ کیونکہ عمران کا کمرہ مارتھا کے کمرے کے برابر تھا انور کو اس تبدیلی پر بڑی حیرت ہوئی اور ساتھ ہی افسوس بھی! وہ سوچ رہا تھا کہ کاش عمران نے اپنی جگہ اسے بھیجا ہوتا!....

"آخر آپ نے وہ کمرہ کیوں چھوڑ دیا۔" انور نے اس سے پوچھا۔

"ارے بھئی.... کیا بتاؤں! بڑے ڈراؤنے خواب آنے لگے تھے" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

"ڈراؤنے خواب!" انور نے حیرت کا اظہار کیا۔

"آہا! کیوں نہیں!.... مجھے انگریز لڑکیوں سے بڑا خوف معلوم ہوتا ہے۔"

انور ہنسنے لگا! لیکن عمران کی سنجیدگی میں کوئی فرق نہیں آیا!

تھوڑی دیر بعد انور نے کہا۔ "لیکن آپ نے عارف کو وہاں بھیج کر اچھا نہیں کیا!"

"اچھا تو تم چلے جاؤ۔"

"میرا.... یہ مطلب نہیں!" انور ہکلایا۔

"پھر کیا مطلب ہے۔"

"عارف کوئی کام سوچ سمجھ کر نہیں کرتا۔"

"ہائیں! تو کیا میں نے اسے وہاں کوئی کام کرنے کے لئے بھیجا ہے۔"

"مطلب یہ نہیں--بات یہ ہے...."

"تو وہی بات بتاؤ----بتاؤ نا۔"

"کہیں وہ کوئی حرکت نہ کر بیٹھے۔"

"کیسی حرکت!" عمران کی آنکھیں اور زیادہ پھیل گئیں۔

"اوہ! آپ سمجھے ہی نہیں! یا پھر بن رہے ہیں! میرا مطلب ہے کہ کہیں وہ اس پر ڈورے نہ ڈالے۔"

"اوہ سمجھا!" عمران نے سنجیدگی سے سر ہلا کر کہا۔ "مگر ڈورے ڈالنے میں کیا نقصان ہے! فکر کی بات تو اس وقت تھی جب وہ رسیاں ڈالتا۔"

"ڈورے ڈالنا محاورہ ہے عمران صاحب!" انور جھلاہٹ میں اپنی ران پیٹ کر بولا۔

"میں نہیں سمجھا!" عمران نے احمقوں کی طرح کہا۔

"اف فوہ! میرا مطلب ہے کہ کہیں وہ اسے پھانس نہ لے!"

"لاحول ولا قوۃ--- تو پہلے کیوں نہیں بتایا تھا۔" عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"کہاں چلے!"

"ذرا مارتھا کو ہوشیار کر دوں!"

"کمال کرتے ہیں آپ بھی!" انور بھی کھڑا ہو گیا! "عجیب بات ہے!"

"پھر تم کیا چاہتے ہو!"

"کچھ بھی نہیں!" انور اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا۔

"یار تم اپنے دماغ کا علاج کرو!" عمران بیٹھتا ہوا ناراضگی کے لہجے میں بولا۔

"جب کچھ بھی نہیں تھا تو تم نے میرا اتنا وقت کیوں برباد کرایا!"

"چلئے سو جائیے!" انور پلنگ پر گرتا ہوا بولا۔ "آپ سے خدا سمجھے۔"

"نہیں بلکہ تم سے خدا سمجھے اور پھر مجھے اردو میں سمجھائے۔ تمہاری باتیں تو میرے پلے ہی نہیں پڑتیں۔"

انور نے چادر سر تک گھسیٹ لی۔

عمران بدستور آرام کرسی پر پڑا رہا.... انور نے سونے کی کوشش شروع کر دی تھی! لیکن ایسے میں نیند کہاں! اسے یہ سوچ سوچ کر کوفت ہو رہی تھی کہ عارف مارتھا کو لطیفے سنا سنا کر ہنسا رہا ہو گا۔ مارتھا خود بھی بڑی باتونی تھی اور بکواس کرنے والے اسے پسند تھے!.... انور میں سب سے بڑی کمزوری یہ تھی کہ وہ جس لڑکی کے متعلق زیادہ سوچتا تھا اس سے کھل کر بات نہیں کر سکتا تھا!.... آج کل مارتھا ہر وقت اس کے ذہن پر چھائی رہتی تھی اس لئے وہ اس سے گفتگو کرتے وقت ہکلاتا ضرور تھا! اس نے عمران کی طرف کروٹ بدلتے وقت چادر چہرے سے ہٹا دی!

"آخر کرنل صاحب کہاں گئے!" اس نے عمران سے پوچھا۔

"آہا--- بہت دیر میں چونکے!" عمران نے مسکرا کر کہا۔ "میرا خیال ہے کہ انہیں کوئی حادثہ پیش آ گیا!"

"کیا؟" انور اچھل کر بیٹھ گیا!....

"او ہو! فکر نہ کرو! حادثہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ تمہیں پریشان ہونا پڑے۔"

"دیکھئے عمران صاحب! اب یہ معاملہ ناقابلِ برداشت ہوتا جا رہا ہے! میں کل صبح کسی بات کی پرواہ کئے بغیر کرنل صاحب کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرا دوں گا۔"

عمران کچھ نہ بولا! وہ کسی گہری سوچ میں تھا!.... انور بڑبڑاتا رہا۔

"کرنل صاحب! بوڑھے ہو گئے ہیں! مجھے تو اب ان کے صحیح الدماغ ہونے میں بھی شبہ ہے۔"

"ہاں! اچھا تو وہ رپورٹ کیا ہو گی!" اس نے پوچھا۔

"یہی کہ کرنل صاحب کسی نامعلوم آدمی یا گروہ سے خائف تھے اور اچانک غائب ہو گئے۔"

"ہوں اور رپورٹ کرنے میں تاخیر کی وجہ کیا بتاؤ گے!"

"یہ بھی بڑی بات نہیں! کہہ دوں گا کہ کرنل صاحب کے خوف کی وجہ سے حیص بیص میں تاخیر ہوئی! وہ پولیس کو رپورٹ دینے کے خلاف تھے۔"

"ٹھیک ہے!" عمران نے کہا۔ تھوڑی دیر کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "ضرور رپورٹ کر دو۔"

انور متحیرانہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"لیکن" عمران نے کہا۔ "تم میرے متعلق ہرگز کچھ نہ کہو گے! سمجھے! میں صرف کرنل کا پرائیویٹ سیکرٹری ہوں۔"

"کیا آپ اس وقت سنجیدہ ہیں۔"

"میں غیر سنجیدہ کب رہتا ہوں۔"

"آخر اب آپ رپورٹ کے حق میں کیوں ہو گئے۔"

"ضرورت!.... حالات ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں۔"

"ہا!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "میں ایک چھوٹا سا بنگلہ بنوانا چاہتا ہوں! ایک خوبصورت سی بیوی چاہتا ہوں اور ڈیڑھ درجن بچے!"

انور پھر جھلا کر لیٹ گیا اور چادر کھینچ لی۔

۱۳

عمران نے سنجیدہ صورت بارتوش کو حیرت سے دیکھا جو زمین پر دو زانو بیٹھا ایک ننھے سے خودرو پودے پر جھکا ہوا شائد اسے سونگھ رہا تھا!....

پھر شاید بارتوش نے بھی عمران کو دیکھ لیا!.... اس نے سیدھے کھڑے ہو کر اپنے کپڑے جھاڑے اور مسکرا کر بولا۔

"مجھے جڑی بوٹیوں کا خبط ہے۔"

"اچھا!" عمران نے حیرت ظاہر کی! "تب تو آپ اس بوٹی سے ضرور واقف ہوں گے جسے کھا کر آدمی کتوں کی طرح بھونکنے لگتا ہے۔"

بارتوش مسکرا پڑا.... اس نے کہا! "میرا خیال ہے کہ میں نے کسی ایسی بوٹی کے متعلق آج تک نہیں سنا۔"

"نہ سنا ہو گا.... لیکن میں نے سنا ہے۔ مجھے جڑی بوٹیوں سے عشق ہے۔"

”اوہو!“ بارتوش نے حیرت کا اظہار کیا! ”اگر یہ بات ہے تو آپ ضرور میری مدد کریں گے۔“

”مدد“ عمران اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھنے لگا....

”ہاں! ایک بوٹی ہی کی تلاش مجھے سونا گری لائی ہے!“ بارتوش بولا!

”اگر وہ مل جائے....“

عمران نے پہلی بار اس کے چہرے سے سنجیدگی رخصت ہوتے دیکھی! اس کی سپاٹ آنکھوں میں ہلکی سی چمک آ گئی تھی اور ایک پل کے لئے ایسا معلوم ہوا جیسے وہ کسی بچے کا چہرہ ہو۔

”اگر وہ بوٹی مل جائے!“ بارتوش نے گلا صاف کر کے کہا۔ ”میں نے سنا ہے کہ وہ یہاں کسی مقام پر بکثرت ملتی ہے۔“

”لیکن اس کی خاصیت کیا ہے؟“ عمران نے پوچھا۔

”ابھی نہیں.... ابھی نہیں میں پھر بتاؤں گا!“

”خوب!“ عمران کچھ سوچنے لگا! پھر اس نے کہا ”کیا سونا بنتا ہے!.... اس سے!“

”اوہ--- تم سمجھ گئے!“ بارتوش نے قہقہہ لگایا۔

”بوٹی کی پہچان کیا ہے!“ عمران نے پوچھا۔

”پورے پودے میں صرف تین پتیاں ہوتی ہیں!.... گول گول سی!“

”ہم ضرور تلاش کریں گے۔“ عمران نے سر ہلا کر کہا۔

وہ کرنل کی کوٹھی سے زیادہ فاصلہ پر نہیں تھے!.... بارتوش نے ایک فرلانگ لمبے نشیب کی طرف اشارہ کر کے کہا! ”ہمیں وہاں سے اپنی تلاش شروع کرنی چاہئے! لمبی پتیوں والی کانٹے دار جھاڑیاں وہاں بکثرت معلوم ہوتی ہیں۔“

”مگر ابھی تو گول پتیوں کی بات تھی۔“ عمران بولا۔

”اوہ.... ٹھیک ہے! وہ بوٹی دراصل ایسی ہی جھاڑیوں کے قریب اُگتی ہے!“ بارتوش نے کہا۔

وہ دونوں نشیب میں اترنے لگے۔

”انور صاحب کہاں ہیں۔“ بارتوش نے پوچھا۔

”میں نہیں جانتا!“

”میں جانتا ہوں۔“ بارتوش مسکرا کر بولا۔ ”وہ کرنل ضرغام کی گمشدگی کی رپورٹ کرنے گئے ہیں۔“

”کیا؟“ عمران چلتے چلتے رک گیا۔

”ہاں! انہوں نے مجھ سے یہی کہا تھا۔“

”بیڑا غرق ہو گیا!“ عمران اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا۔

”آخر اس میں حرج ہی کیا ہے! میں نہیں سمجھ سکتا۔“

”آپ کبھی نہیں سمجھ سکتے مسٹر بارتوش!“ عمران زمین پر اکڑوں بیٹھتا ہوا بولا۔ پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا کسی ایسی بیوہ عورت کی طرح جس کی بیمہ کی پالیسی ضبط کر لی گئی ہو۔

”آپ بہت پریشان نظر آ رہے ہیں۔“ بارتوش بولا۔

”رنگ میں بھنگ ہو گیا!.... پیارے مسٹر بارتوش!“

”کیا ہوا؟“

”کچھ نہیں!“.... عمران گلوگیر آواز میں بولا۔ ”اب یہ شادی ہرگز نہ ہو سکے گی۔“

”کیسی شادی!“

”کرنل ضرغام کی شادی۔“

”صاف صاف بتایئے!“ بارتوش اسے گھورنے لگا۔

”وہ اپنی لڑکی سے چھپا کر شادی کر رہے ہیں۔“

”اوہ-- تب تو واقعی....“ بارتوش کچھ کہتے کہتے رک گیا! وہ چند لمحے سوچتا رہا پھر ہنس کر بولا۔ ”میرا خیال ہے کہ کرنل کافی معمر ہو گا.... بڑھاپے کی شادی بڑی بے لطف چیز ہے!.... مجھے دیکھئے میں نے آج تک شادی ہی نہیں کی....“

”یہ بہت اچھی بات ہے!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”ہم شائد کسی بوٹی کی تلاش میں نیچے جا رہے تھے۔“

”اوہ--- ہاں!“ بارتوش نے کہا اور پھر وہ نشیب میں اترنے لگے! نیچے پہنچ کر انہوں نے بوٹی کی تلاش شروع کر دی! عمران بڑے انہماک کا اظہار کر رہا تھا! ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے خود ہی بارتوش کو اس کام کے لئے اپنے ساتھ لایا ہو۔ وہ کوٹھی سے کافی دور نکل آئے تھے اور کچھ اس قسم کی چٹانیں درمیان میں حائل ہو گئی تھیں کہ کوٹھی بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔

”مسٹر بارتوش!“ عمران یک بیک بولا ”ابھی تو ہمیں ایک بھی خرگوش نہیں دکھائی دیا!.... میرا خیال ہے کہ اس طرف خرگوش پالے ہی نہیں جاتے۔“

”خرگوش۔“ بارتوش نے حیرت سے کہا۔

”بیکار ہے! واپس چلئے!“ عمران بولا۔ ”مجھے پہلے ہی سوچنا چاہئے تھا! یہاں خرگوش بالکل نہیں ہیں!“

”ہم بوٹی کی تلاش میں آئے تھے!“ بارتوش نے کہا۔

"اوہ-- لاحول ولا قوۃ.... میں ابھی تک خرگوش تلاش کرتا رہا۔" عمران نے برا سا منہ بنایا۔

لیکن وہ حقیقتاً اپنے گرد و پیش سے بے خبر نہیں تھا!.... اس نے دائیں ہاتھ والی چٹان کے پیچھے سے تین سر ابھرتے دیکھ لئے تھے!....

بار توش کی نظر خودرو پودوں میں بھٹک رہی تھی!....

اچانک پانچ چھ آدمیوں نے چٹانوں کی اوٹ سے نکل کر انہیں اپنے نرغے میں لے لیا! انہوں نے اپنے چہرے نقابوں سے چھپا رکھے تھے اور ان میں دو ایسے بھی تھے جن کے ہاتھ میں ریوالور تھے!

"یہ کیا ہے!" بار توش نے بوکھلا کر عمران سے پوچھا۔

"پتہ نہیں!" عمرن نے لاپروائی سے اپنے شانوں کو جنبش دی۔

"کیا چاہتے ہو تم لوگ!" دفعتاً بار توش چیخ کر ان لوگوں کی طرف جھپٹا.... لیکن دوسرے ہی لمحے میں ایک آدمی نے اس کی پیشانی پر مکا رسید کر دیا.... اور بار توش تیورا کر اس طرح گرا کہ پھر نہ اٹھ سکا! شائد وہ بیہوش ہو گیا تھا!

"چلو باندھ لو اسے!" ایک نے عمران کی طرف اشارہ کر کے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"ایک منٹ!" عمران نے ہاتھ اٹھا کر کہا چند لمحے انہیں گھورتا رہا پھر بولا "میں جھوٹ بول رہا تھا یہاں خرگوش پائے جاتے ہیں۔"

"کیا بکواس ہے۔"

"جی ہاں۔"

"پکڑو اسے!" اس نے پھر اپنے ساتھیوں کو للکارا!....

"بس ایک منٹ!" عمران نے لجاجت سے کہا۔ "میں ذرا وقت دیکھ لوں!.... مجھے ڈائری لکھنی پڑتی ہے۔"

اس نے اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کی طرف دیکھا اور پھر مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔

"مجھے افسوس ہے گھڑی بند ہو گئی! اب آپ لوگ پھر کبھی ملئے گا!"

تین آدمی اس پر ٹوٹ پڑے! عمران اچھل کر پیچھے ہٹ گیا! وہ تینوں اپنے ہی زور میں ایک دوسرے سے ٹکرا گئے!.... پھر ایک نے سنبھل کر عمران پر دوبارہ جست لگائی۔

"ارے-ارے.... یہ کیا مذاق ہے!" عمران نے کہتے ہوئے جھک کر اس کے سینے پر ٹکر ماری اور وہ چاروں شانے چت گرا۔

"خبر دار.... گولی مار دوں گا!" عمران نے جیب سے فاؤنٹین پن نکال کر بقیہ دو آدمیوں کو دھمکی دی جو اس کی طرف بڑھ رہے تھے! ان میں سے ایک کو ہنسی آ گئی!

"ہاتھ اٹھاؤ اپنے!" ریوالور والا گرجا۔

عمران نے چپ چاپ اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے!

اس کی طرف بڑھتے ہوئے آدمیوں میں سے ایک نے اپنی جیب میں سے ریشم کی ڈور کا لچھا نکالا اور جیسے ہی اس نے عمران کے ہاتھ پکڑنے کی کوشش کی عمران نے فاؤنٹین پن اس کے داہنے بازو پر رکھ دیا!....

وہ یک لخت چیخ کر نہ صرف پیچھے ہٹ گیا بلکہ اچھل کر ان دونوں کی طرف بھاگا جن کے پاس ریوالور تھے اور پھر اس نے ایک کے ہاتھ سے ریوالور چھین کر بے تحاشا عمران پر فائر کر دیا!

پھر انہوں نے عمران کی چیخ سنی! وہ زمین پر گر کر نشیب میں لڑھک رہا تھا!

"یہ کیا کیا تو نے!" وہ آدمی چیخا جس کے ہاتھ سے ریوالور چھینا گیا تھا!.... پھر وہ فائر کرنے والے کو ایک طرف دھکیل کر تیزی سے آگے بڑھا!....

چٹان کے سرے پر آ کر اس نے نیچے دیکھا!.... اسے عمران کی ٹانگیں دکھائی دیں۔ بقیہ جسم ایک بڑے سے پتھر کی اوٹ میں تھا!.... وہ تیزی سے نیچے اترنے لگا!

پھر جیسے ہی وہ پتھر پر ہاتھ ٹیک کر عمران کی لاش پر جھکا.... لاش نے دونوں ہاتھوں سے اس کی گردن پکڑ لی!....

حملہ آور نے بڑا زور مارا مگر اس کی گردن عمران کی گرفت سے نہ نکل سکی۔ اب عمران اٹھ کر بیٹھ گیا تھا!.... اوپر دوسرے حملہ آور بھی چٹان کے سرے پر آ گئے تھے۔

"خبر دار!.... چھوڑ دو! ورنہ گولی مار دوں گا۔" اوپر سے کسی نے چیخ کر کہا!

عمران کے شکار پر قریب قریب غشی سی طاری ہو گئی تھی۔ لہٰذا اس نے یہی مناسب سمجھا کہ اب اسے اپنی ڈھال ہی بنا لے!....

"مار دو گولی۔" عمران نے کہا! "مگر شرط یہ ہے کہ گولی اس کا سینہ چھیدتی ہوئی میرے کلیجے کے پار ہو جائے! یا پھر اپنے دونوں ریوالور یہاں میرے پاس پھینک دو ورنہ میں اسے جنت کی طرف روانہ کر دوں گا۔"

اس کی گرفت میں جکڑے ہوئے نقاب پوش کے ہاتھ پیر ڈھیلے ہو گئے تھے اوپر سے کسی نے کوئی جواب نہ دیا!

عمران نے پھر ہانک لگائی "تو میں ختم کرتا ہوں قصہ!"

"ٹھہرو!" اوپر سے آواز آئی۔

"کتنی دیر ٹھہروں! میں نے ایسا واہیات بزنس آج تک نہیں کیا! بھئی اس ہاتھ دے اس ہاتھ

لے۔"

"مار دو گولی پرواہ نہ کرو۔" کسی دوسرے نے کہا۔

اچانک ایک فائر ہوا اور وہ سب بوکھلا گئے!.... کیونکہ سامنے والی چٹانوں سے کسی نے دو فائر ان پر کئے۔

انہوں نے بھی ایک بڑے پتھر کی آڑ لے لی اور سامنے والی چٹانوں پر فائر کرنے لگے! عمران نے بیہوش آدمی کو تو وہیں چھوڑا اور خود ایک دوسرے پتھر کی اوٹ میں ہو گیا جو دونوں طرف کے مورچوں کی زد سے باہر تھا! وہ سوچ رہا تھا کہ آخر دوسری طرف سے فائر کرنے والا کون ہو سکتا ہے! کیا کوٹھی تک اس ہنگامے کی خبر پہنچ گئی! پھر اسے بارتوش کا خیال آیا جسے وہ اوپر ہی چھوڑ آیا تھا

کافی دیر تک دونوں طرف سے گولیاں چلتی رہیں! عمران بدستور پتھر کی اوٹ میں چھپا رہا! اگر وہ ذرا بھی سر ابھارتا تو کسی طرف کی گولی اس کے سر کے پرخچے ضرور اڑا دیتی!.... اس کے ہاتھ میں اب بھی فاؤنٹین پن دبا ہوا تھا لیکن اس میں نب کی بجائے ایک چھوٹا سا چاقو تھا!.... عمران نے جیب سے اس کا ڈھکن نکال کر اس پر فٹ کیا اور پھر اسے جیب میں ڈال لیا! اچانک فائر کی آوازیں بند ہو گئیں! شائد تین چار منٹ تک سناٹا رہا! پھر سامنے سے ایک فائر ہوا-- لیکن نقاب پوشوں کی طرف سے اس کا جواب نہیں دیا گیا! تھوڑے تھوڑے وقفے سے دو تین فائر اور ہوئے مگر نقاب پوشوں کی طرف خاموشی ہی رہی۔

عمران رینگتا ہوا پتھر کی اوٹ سے نکلا اور پھر اس طرف بڑھا جہاں اس نے بیہوش نقاب پوش کو چھوڑا تھا-- مگر-- وہ اب وہاں نہیں تھا۔

اس نے اپنے پیچھے قدموں کی آواز سنی! وہ تیزی سے مڑا! لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی کیونکہ آنے والا انسپکٹر خالد تھا۔

"کہیں چوٹ تو نہیں آئی۔" خالد نے آتے ہی پوچھا! پھر وہ اوپر کی طرف دیکھنے لگا۔

"آئی تو ہے!" عمران نے بسور کر کہا۔

"کہاں"

جواب میں عمران نے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوتے کہا۔ "یہاں!.... کیونکہ مقابلہ چند پردہ نشین خواتین سے تھا۔"

"خالد ہنستا ہوا اوپر چڑھنے لگا!" عمران اس کے پیچھے تھا!....

اوپر انہیں بیہوش بارتوش کے علاوہ اور کوئی نہ دکھائی دیا! قریب ہی ریوالور کے بہت سے خالی کارتوس پڑے ہوئے تھے!.... خالد چٹانیں پھلانگتا ہوا کافی دور نکل گیا تھا! عمران بارتوش پر نظر جمائے کھڑا رہا!....

"اتنی لمبی بیہوشی پیارے بارتوش!" عمران بڑبڑایا اور اس کے قریب ہی اس انداز میں بیٹھ گیا جیسے کوئی عورت اپنے شوہر کی لاش پر بین کرتے کرتے تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہو گئی ہو!

خالد ہانپتا ہوا واپس لوٹ آیا۔

"بھاگ گئے!" اس نے عمران کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا! پھر تھوڑی دیر بعد بولا! "اب آپ انکار نہیں کر سکتے۔"

"کس بات سے!" عمران نے مغموم لہجے میں پوچھا۔

"اسی سے کہ آپ ان سے واقف نہیں ہیں۔"

"اوہ--- میں نے بتایا نا کہ چند خواتین....!"

"عمران صاحب!" خالد احتجاجاً ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "آپ قانون سے ٹکرانے کی کوشش کر رہے ہیں!.... ہمیں مجبور نہ کیجئے کہ ہم آپ کے خلاف کوئی کارروائی کر بیٹھیں۔"

"یار عقل پر ناخن مارو! یا جو کچھ بھی محاورہ ہو!" عمران بیزاری سے بولا۔ "اگر میں انہیں جانتا ہی ہوتا تو وہ پردہ نشین بن کر کیوں آتے، واہ خوب اچھا پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں۔"

خالد کسی سوچ میں پڑ گیا....

"تم یہاں تک پہنچے کس طرح۔" عمران نے پوچھا!

"آپ کی تلاش میں کوٹھی کی طرف گیا تھا! وہاں معلوم ہوا کہ آپ ادھر آئے ہیں۔ یہاں آیا تو یہ معاملہ درپیش آیا! مجبوراً مجھے بھی گولیاں چلانی پڑیں۔"

"شکریہ!" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آئی؟"

"کیا...." خالد اسے گھورنے لگا۔

"کوٹھی یہاں سے بہت فاصلہ پر نہیں ہے کہ وہاں تک فائروں کی آوازیں نہ پہنچی ہوں گی۔"

"ضرور پہنچی ہوں گی۔"

"لیکن پھر بھی کوئی ادھر نہ آیا!.... حیرت کی بات ہے یا نہیں!"

"ہے تو۔" خالد بولا اور اسے استفہامیہ نظروں سے دیکھنے لگا!

بارتوش نے دو تین بار جنبش کی اور پھر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا! چاروں طرف پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ کر اس نے آنکھیں ملنی شروع کر دیں!.... پھر اچھل کر کھڑا ہو گیا!

"وہ.... وہ.... لوگ!" وہ عمران کی طرف دیکھ کر ہکلایا....

"وہ لوگ ساری بوٹیاں کھود کر لے گئے۔" عمران نے مغموم لہجے میں کہا پھر اٹھتا ہوا بولا!

"اب ہمیں واپس چلنا چاہئے۔"

وہ کوٹھی کی طرف چل پڑے! بارتوش سہارے کے لئے عمران کے کاندھے پر ہاتھ رکھے لنگڑاتا ہوا چل رہا تھا!....

"انہیں کیا ہوا تھا۔" خالد نے پوچھا۔

"انہیں بوٹی ہو گیا تھا۔" عمران بولا۔

۱۴

کوٹھی کے قریب پہنچ کر عمران اپنے نتھنے اس طرح سکوڑنے لگا جیسے کچھ سونگھنے کی کوشش کر رہا ہو! پھر وہ اچانک چلتے چلتے رک کر خالد کی طرف مڑا۔

"کیا آپ بھی کسی قسم کی بو محسوس کر رہے ہیں۔" اس نے پوچھا۔

"ہاں محسوس تو کر رہا ہوں! کچھ میٹھی میٹھی سی بو! غالباً یہ سڑتے ہوئے شہتوتوں کی بو ہے۔"

"ہرگز نہیں!" وہ کوٹھی کی طرف دوڑتا ہوا چلا گیا.... پھر پچھلے دروازے میں داخل ہوتے ہی دوبارہ اچھل کر باہر آ گیا اتنے میں خالد اور بارتوش بھی اس کے قریب پہنچ گئے۔

"کیا بات ہے۔" خالد نے گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"اندر کچھ گڑبڑ ضرور ہے۔" عمران آہستہ سے بولا۔ "نہیں اندر مت جاؤ وہاں سنتھیلک گیس بھری ہوئی ہے!.... یہ میٹھی میٹھی سی بو اسی کی ہے۔"

"سنتھیلک گیس!" خالد بڑبڑایا۔ "یہ ہے کیا بلا۔"

"ذہن کو وقتی طور پر معطل کر دینے والی گیس! میرا خیال ہے کہ اندر کوئی بھی ہوش میں نہ ہو گا۔" عمران بولا۔

دفعتاً انہوں نے ایک چیخ سنی اور ساتھ ہی کرنل ڈکسن عمارت کے عقبی دروازے سے اچھل کر نیچے آ رہا.... وہ بڑے کرب کے عالم میں اپنے ہاتھ پیر پٹخ رہا تھا.... چہرہ سرخ ہو گیا تھا آنکھوں اور ناک سے پانی بہہ رہا تھا۔

خالد نے اس سے کچھ پوچھنا چاہا لیکن عمران جلدی سے ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"اس کا وقت نہیں ہمیں اندر والوں کے لئے کچھ کرنا چاہئے ورنہ ممکن ہے ان میں سے کوئی مر ہی جائے۔" پھر اس نے بارتوش کو وہیں ٹھہرنے کو کہا اور خالد کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کر کے بے تحاشا دوڑنے لگا!.... وہ دونوں چکر کاٹ کر کوٹھی کے بیرونی برآمدے میں آئے۔ یہاں بو اور زیادہ تیز تھی!.... عمران نے اپنی ناک دبائی اور تیر کی طرح اندر گھستا چلا گیا!.... خالد نے بھی اس کی تقلید کی.... لیکن تھوڑی ہی دور چلنے کے بعد اس کا دم گھٹنے لگا! وہ پلٹنے کے متعلق سوچ ہی رہا تھا کہ اس نے عمران کو دیکھا جو کسی کو پیٹھ پر لادے ہوئے واپس آ رہا تھا خالد ایک طرف ہٹ گیا اور پھر وہ بھی اسی کے ساتھ باہر ہی چلا گیا۔

عمران نے بیہوش عارف کو باہر باغ میں ڈالتے ہوئے کہا۔ "یار ہمت کرو! ان سب کی زندگیاں خطرے میں ہیں! کیا تم دس پانچ منٹ سانس نہیں روک سکتے؟"

پھر کسی نہ کسی طرح انہوں نے ایک ایک کر کے ان سب کو کوٹھی سے نکالا مگر صوفیہ ان میں نہیں تھی! عمران نے پوری کوٹھی کا چکر لگا ڈالا.... لیکن صوفیہ کہیں نہ ملی۔

انہیں ہوش میں لانے اور کوٹھی کی فضا صاف ہونے میں قریب قریب دو گھنٹے لگ گئے.... ان میں سے کسی نے بھی کوئی ڈھنگ کی بات نہ بتائی!.... کسی کو اس کا احساس نہیں ہو سکا تھا کہ وہ سب کیوں اور کس طرح ہوا....

"عمران صاحب۔" خالد بڑے غصے میں بولا۔ "پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے! اب آپ کو بتانا ہی پڑے گا!.... یہ واقعہ ایسا پیچیدہ بھی نہیں ہے کہ میں کچھ سمجھ ہی نہ سکوں!.... آخر کرنل کی صاحبزادی کہاں غائب ہو گئیں!"

"اگر تم سمجھ گئے ہو تو مجھے بھی بتا دو! میں تو کچھ نہیں جانتا!" عمران نے خلافِ توقع بڑے خشک لہجے میں کہا!....

"یا تو یہ خود صاحبزادی ہی کی حرکت ہے یا پھر کسی اور کی جو اس طرح انہیں اٹھا لے گیا!" خالد بولا۔

"اسے شفٹن لے گیا ہے۔" عمران نے کہا۔

"تو آخر اب تک وقت برباد کرنے کی کیا ضرورت تھی۔" خالد جھنجھلا گیا۔

"وقت کی بربادی سے تمہاری کیا مراد ہے!" عمران نے خشک لہجے میں پوچھا!

"جب میں نے شفٹن کے متعلق پوچھا تھا تو آپ نے لاعلمی ظاہر کی تھی.... پھر آپ نے اس سلسلہ میں اس کا نام کیوں لیا۔"

"تو پھر کیا شہنشاہ باؤ ڈائی کا نام لیتا۔"

"دیکھئے آپ ایسی صورت میں بھی معاملات کو الجھانے سے باز نہیں آ رہے!"

"یار میں ہوں کون۔" عمران گردن جھٹک کر بولا۔ "تم سرکاری آدمی ہو! اس سلسلے میں ہم لوگوں کے بیانات نوٹ کرو۔ کچھ تسلی دلاسے کو راہ دو! مجھ پر چند پردہ نشین خواتین نے حملہ کیا تھا۔ اس کا حال پر ملال بھی لکھو! وغیرہ وغیرہ۔"

"میں آپ کو اپنے ساتھ آفس لے چلنا چاہتا ہوں!" خالد بولا۔

"دیکھو دوست میں وقت برباد کرنے کے لئے تیار نہیں۔"

"مجھے کسی سخت اقدام پر مجبور نہ کیجئے۔" خالد کا لہجہ کچھ تیز ہو گیا۔

"اچھا --- یہ بات ہے!" عمران طنزیہ انداز میں بولا۔ "کیا کریں گے جناب! کیا اس کوٹھی کے کسی فرد نے آپ سے مدد طلب کی ہے!.... آپ ہمارے معاملات میں مداخلت کرنے والے ہوتے ہی کون ہیں۔"

دوسرے لوگ صوفوں پر خاموش پڑے ان کی گفتگو سن رہے تھے! کسی میں بھی اتنی سکت نہیں رہ گئی تھی کہ اظہار خیال کے لئے زبان ہلا سکتا.... ان کی حالت بالکل غیر متعلق تماشائیوں کی سی تھی!.... انسپکٹر خالد نے ان پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالی اور عمران سے بولا۔

"عمران صاحب! مجھے محض کیپٹن فیاض کا خیال ہے.... ورنہ!"

اچانک بار توش نے مداخلت کی اس نے انگریزی میں کہا۔

"لڑکی کے لئے تم لوگ کیا کر رہے ہو! یقیناً یہ انہیں بدمعاشوں کی حرکت معلوم ہوتی ہے۔"

"ہاں مائی ڈیر مسٹر خالد۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "فی الحال ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ صوفیہ کہاں گئی۔"

خالد کچھ نہ بولا۔ عمران کمرے سے برآمدے میں آ گیا!.... خالد نے بھی اس کی تقلید کی۔

"کسی غیر آباد جگہ پر مکان تعمیر کرنا بہت برا ہے۔" بار توش نے کہا جو دروازے میں کھڑا چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔

اچانک عمران برآمدے سے اتر کر ایک طرف چلنے لگا.... پھر وہ خودرو گلاب کی جھاڑیوں کے پاس رک کر جھکا۔

یہ ایک سیاہ رنگ کا زنانہ سینڈل تھا جس نے اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائی تھی۔

خالد اور بار توش بھی اس کے قریب پہنچ گئے۔

"اوہ --- یہ تو لڑکی ہی کا معلوم ہوتا ہے۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ اس کی نظر سینڈل سے ہٹ کر کسی دوسری چیز پر جم گئی.... پھر وہ دفعتاً خالد کی طرف مڑا....

"تم تو سونا گری کے چپے چپے سے واقف ہو گے۔" اس نے خالد سے پوچھا۔

"نہ صرف سونا گری بلکہ مضافات پر بھی میری نظر ہے۔" خالد نے کہا لیکن اس کا لہجہ خوشگوار نہیں تھا۔

"کیا یہاں کوئی ایسا علاقہ بھی ہے جہاں کی مٹی سرخ رنگ کی ہو۔"

خالد سوچ میں پڑ گیا۔ کچھ دیر بعد اس نے کہا۔

"آپ یہ کیوں پوچھ رہے ہیں۔"

عمران نے زمین سے سرخ چکنی مٹی کا ایک ٹکڑا اٹھایا جس میں خفیف سے نمی بھی موجود تھی۔

"میرا خیال ہے۔" اس نے کہا۔ "یہ مٹی کسی جوتے کے سول اور ایڑی کی درمیانی جگہ میں چپکی ہوئی تھی اور یہاں کم از کم دو دو میل کے گھیرے میں میں نے کہیں نرم زمین نہیں دیکھی!.... اسے دیکھو اس میں ابھی نمی بھی باقی ہے۔

خالد نے اسے اپنے ہاتھ میں لے کر الٹتے پلٹتے ہوئے کہا۔

"پلٹن پڑاؤ کے علاقہ میں ایک جگہ ایسی نرم زمین ملتی ہے! وہاں دراصل ایک چھوٹی سی ندی بھی ہے۔ اس کے کنارے کی زمین.... اس کی مٹی میں ہمیشہ نمی موجود رہتی ہے۔"

"کیا وہ کوئی غیر آباد جگہ ہے۔"

"غیر آباد نہیں کہہ سکتے!.... کم آباد ضرور ہے! وہاں زیادہ تر اونچے طبقے کے لوگ آباد ہیں۔"

"کیا تم مجھے اپنی موٹر سائیکل پر وہاں لے چلو گے۔"

"ہو سکتا ہے!" خالد نے سوچتے ہوئے کہا۔

"اچھا تو ٹھہرو!" عمران نے کہا اور کوٹھی کے اندر چلا گیا.... اس نے انور کو مخاطب کیا جو ایک صوفے پر پڑا افیونیوں کی طرح اونگھ رہا تھا۔

"سنو! میں صوفیہ کی تلاش میں جا رہا ہوں! تم اگر اپنی جگہ سے ہل نہ سکو تو پولیس کو فون پر اس واقعہ کی اطلاع دے دینا! لیکن آخر یہ نوکر کہاں مر گئے۔"

"باہر ہیں۔" انور نے کمزور آواز میں کہا۔ "صبح ہی وہ شہر گئے تھے ابھی تک واپس نہیں آئے۔"

کرنل ضرغام کا یہ اصول تھا کہ وہ ہفتے میں ایک دن اپنے نوکروں کو آدھے دن کی چھٹی دیتا تھا۔

عمران چند لمحے کھڑا سوچتا رہا! پھر اس کمرے میں چلا آیا جہاں اس کا سامان رکھا ہوا تھا.... اس نے جلدی سے سوٹ کیس سے کچھ چیزیں نکالیں اور انہیں جیبوں میں ٹھونستا ہوا باہر نکل گیا۔

۱۵

آسمان میں صبح ہی سے سفید بادل تیرتے پھر رہے تھے اور اس وقت تو سورج کی ایک کرن بھی بادلوں کے کسی رخنے سے نہیں جھانک رہی تھی! موسم کافی خوشگوار تھا۔

انسپکٹر خالد کی موٹر سائیکل پلٹن پڑاؤ کی طرف جا رہی تھی.... عمران کیریئر پر بیٹھا اونگھ رہا تھا اور اسکے چہرے پر گہرے تفکر کے آثار تھے! خدوخال کی حماقت انگیز سادگی غائب ہو چکی تھی! پلٹن پڑاؤ کے قریب پہنچتے پہنچتے ترشح شروع ہو گیا! خالد نے موٹر سائیکل کی رفتار کم کر دی۔

"آخر ہم وہاں جاکر انہیں ڈھونڈیں گے کس طرح!" خالد نے عمران سے کہا!

"آخاہ! یہ ایک سی آئی ڈی انسپکٹر مجھ سے پوچھ رہا ہے۔"

"عمران صاحب! اس موقع پر مجھے آپ سے سنجیدگی کی امید ہے۔"

"آہا.... کسی نہ کسی نے ضرور کہا ہو گا کہ دنیا امید پر قائم ہے!.... ویسے اس علاقے میں کوئی ایسا ہوٹل بھی ہے جس میں نچلے طبقے کے لوگ بیٹھتے ہوں!.... اگر ایسا کوئی ہوٹل ہو تو مجھے وہاں لے چلو۔"

انسپکٹر خالد نے موٹر سائیکل ایک پتلی سی سڑک پر موڑ دی لیکن دفعتاً عمران نے اسے رکنے کو کہا!....

خالد نے بڑی عجلت سے موٹر سائیکل روکی کیونکہ عمران کے لہجے میں اسے گھبراہٹ کی جھلک محسوس ہوئی تھی!.... یہ ایک بڑی پر فضا جگہ تھی۔ سڑک کے دونوں طرف مسطح زمین تھی اور وہاں پھولوں کے باغات نظر آ رہے تھے! پلٹن پڑاؤ کے اس حصہ کا شمار تفریح گاہوں میں ہوتا تھا!....

خالد نے موٹر سائیکل روک کر اپنے پیر سڑک پر ٹکا دیئے۔

یکایک اس نے مشین بھی بند کر دی اور پھر وہ یہ بھول گیا کہ موٹر سائیکل عمران نے رکوائی تھی!.... اس نے داہنی طرف کے ایک باغ میں ایک لڑکی دیکھ لی تھی جو اسے متوجہ کرنے کے لئے رومال ہلا رہی تھی.... خالد موٹر سائیکل سے اترتا ہوا بولا۔

"عمران صاحب ذرا ٹھہریئے۔"

"کیا وہ تمہاری شناسا ہے!" عمران نے مسکرا کر پوچھا۔

"جی ہاں!...." خالد ہنستا ہوا بولا۔

"بہت اچھا! تم جا سکتے ہو! مگر موٹر سائیکل یہاں تنہا رہ جائے گی۔" عمران نے کہا اور بائیں طرف کے باغات میں نظر دوڑاتا ہوا بولا۔ "میں ادھر جاؤں گا.... ادھر میری ممدوحہ.... شائد میں غلط کہہ رہا ہوں.... کیا کہتے ہیں اسے جس سے محبت کی جاتی ہے۔"

"محبوبہ"

"محبوبہ.... محبوبہ!.... ادھر میری محبوبہ.... اچھا.... تو میں چلا۔" عمران موٹر سائیکل کے کیریئر سے اترتا ہوا بولا....!

بائیں طرف کے ایک باغ میں اسے چند ایسی شکلیں دکھائی دی تھیں جنہوں نے اچانک اس کے ذہن میں اس رات کی یاد تازہ کر دی! جب صوفیہ کو آرنج سکوئیش میں کوئی نشہ آور دوا دی گئی تھی!.... ان میں سے ایک کو تو اس نے بخوبی پہچان لیا!.... یہ وہی تھا جس کی ٹکر ہوٹل کے ویٹر سے ہوئی تھی! دو آدمیوں کے متعلق اسے شبہ تھا!.... وہ یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ دونوں اس سب انسپکٹر کے ساتھی تھے یا نہیں جس نے سنسان سڑک پر ان کی کار رکوا کر کسی بیہوش لڑکی کا مطالبہ کیا تھا!

عمران انہیں دیکھتا رہا.... وہ چار تھے.... ان کے ساتھ کوئی عورت نہیں تھی عمران نے باغ کے رکھوالے سے خوبانیوں اور سیبوں کی پیداوار کے متعلق گفتگو کرنے لگا۔

۱۶

صوفیہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھ رہی تھی! لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کہاں ہے!.... کمرہ اعلیٰ پیمانے پر آراستہ تھا.... اور وہ ایک آرام دہ بستر پر پڑی ہوئی تھی!.... اس نے اٹھنا چاہا مگر اٹھ نہ سکی اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے جسم میں جان ہی نہ رہ گئی ہو!.... ذہن کام نہیں کر رہا تھا.... اس پر دوبارہ غنودگی طاری ہو گئی اور پھر دوسری بار جب اس کی آنکھ کھلی تو دیوار سے لگا ہوا کلاک آٹھ بجا رہا تھا!.... اور سرہانے رکھا ہوا ٹیبل لیمپ روشن تھا....

اس مرتبہ وہ پہلی ہی کوشش میں اٹھ بیٹھی! تھوڑی دیر سر پکڑے بیٹھی رہی پھر کھڑی ہو گئی.... لیکن اس شدت سے چکر آیا کہ اسے سنبھلنے کے لئے میز کا کونا پکڑنا پڑا!.... سامنے کا دروازہ کھلا ہوا تھا.... وہ باہر جانے کا ارادہ کر رہی تھی کہ ایک آدمی کمرے میں داخل ہوا....

"آپ کو کرنل صاحب یاد فرما رہے ہیں۔" اس نے بڑے ادب سے کہا۔

"کیا؟ ڈیڈی!" صوفیہ نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔

"جی ہاں!"

نقاہت کے باوجود بھی صوفیہ کی رفتار کافی تیز تھی! اور اس آدمی کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ محض اسی کی وجہ سے جلدی جلدی قدم اٹھا رہا ہو!

وہ کئی راہداریوں سے گزرتے ہوئے ایک بڑے کمرے میں آئے اور پھر وہاں صوفیہ نے جو کچھ بھی دیکھا! وہ اسے نیم جاں کر دینے کے لئے کافی تھا!

اس نے کرنل ضرغام کو دیکھا جو ایک کرسی سے بندھا ہوا تھا اور اسکے گرد چار آدمی کھڑے اسے قہر آلود نظروں سے گھور رہے تھے!....

"تم" دفعتاً کرنل چیخ پڑا ساتھ ہی اس نے اٹھنے کی کوشش کی! لیکن ہل بھی نہ سکا! بندش بہت مضبوط تھی۔

وہ دونوں خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے!....

اچانک ایک بھاری جبڑوں والا آدمی بولا۔ "کرنل تم لی یوکا سے ٹکرانے کی کوشش کررہے ہو!.... لی یوکا.... جسے آج تک کسی نے بھی نہیں دیکھا...."

کرنل کچھ نہ بولا! اس کی آنکھیں صوفیہ کے چہرے سے ہٹ کر نیچے جھک گئی تھیں....

بھاری جبڑوں والا پھر بولا۔ "اگر تم نے کاغذات واپس نہ کئے تو تمہاری آنکھوں کے سامنے اس لڑکی کی بوٹیاں کاٹی جائیں گی! ایک.... ایک بوٹی.... کیا تم اس کے تڑپنے کا منظر دیکھ سکو گے!"

"نہیں!" کرنل بیساختہ چیخ پڑا۔ اس کے چہرے پر پسینے کی بوندیں پھوٹ آئی تھیں!....

صوفیہ کھڑی کانپتی رہی!.... اس کا سر دوبارہ چکرانے لگا تھا!.... ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کمرے کی روشنی پر غبار کی تہیں چڑھتی چلی جارہی ہوں!.... اور پھر اس آدمی نے جو اس کے ساتھ آیا تھا آگے بڑھ کر اسے سنبھال لیا! وہ پھر بیہوش ہو چکی تھی۔

"اسے آرام کرسی میں ڈال دو۔" بھاری جبڑوں والے نے کہا! پھر کرنل سے بولا۔ "اگر تمہیں اب بھی ہوش نہ آئے تو اسے تمہاری بدبختی ہی سمجھنا چاہئے!"

کرنل اسے چند لمحے گھورتا رہا پھر اپنا اوپری ہونٹ بھینچ کر بولا۔

"اڑا دو اس کی بوٹیاں! میں کرنل ضرغام ہوں!.... سمجھے!.... تمہیں کاغذات کا سایہ تک نہیں نصیب ہوگا۔"

بھاری جبڑوں والے نے قہقہہ لگایا!

"کرنل! تم لی یوکا کی قوتوں سے واقف ہونے کے باوجود بچوں کی سی باتیں کر رہے ہو۔" اس نے کہا۔ "لی یوکا کی قوت نے تمہیں کہاں سے کھود نکالا ہے! ویسے تم ایسی جگہ پر چھپے تھے جہاں فرشتے بھی پر نہیں مار سکتے تھے!.... وہ لی یوکا ہی کی قوت تھی جو دن دہاڑے تمہاری لڑکی کو یہاں اٹھا لائی---! میں کہتا ہوں آخر وہ کاغذات تمہارے کس کام کے ہیں؟.... یقین جانو تم ان سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے!.... ویسے تم عقلمند ضرور ہو کہ تم نے ابھی تک وہ کاغذات پولیس کے حوالے نہیں کئے.... مجھے بتاؤ تم چاہتے کیا ہو!"

"میں تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دینا چاہتا! تمہارا جو دل چاہے کرلو!" کرنل غرایا!....

"اچھا۔" بھاری جبڑے والے نے اپنے ایک آدمی کو اشارہ کرتے ہوئے کہا! "اس لڑکی کے پیر کا انگوٹھا کاٹ دو!"

اس آدمی نے میز پر سے ایک چمکدار کلہاڑی اٹھائی اور بیہوش صوفیہ کی طرف بڑھا۔

"ٹھہرو!" اچانک ایک گرجدار آواز سنائی دی۔ "لی یوکا آگیا!"

ساتھ ہی ایک زور دار دھماکہ بھی ہوا اور سامنے والی دیوار پر آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی چمک دکھائی دی!.... اور سارا کمرا دھوئیں سے بھر گیا!.... سفید رنگ کا گہرا دھواں جس میں ایک بالشت کے فاصلہ کی چیز بھی نہیں نظر آرہی تھی!....

دھڑادھڑ فرنیچر الٹنے لگا.... کرنل ضرغام کی بھی کرسی الٹ گئی!.... لیکن اسے اتنا ہوش تھا کہ اس نے اپنا سر فرش سے نہ لگنے دیا۔ کمرے کے دوسرے لوگ نیند سے چونکے ہوئے کتوں کی طرح شور مچا رہے تھے!.... اچانک کرنل کرسی چھوڑ کر کھڑا ہو گیا!.... کوئی اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے اسے ایک طرف کھینچ رہا تھا۔ کرنل دھوئیں کی گھٹن کی وجہ سے کچھ اس درجہ بدحواس ہو رہا تھا کہ وہ اس نامعلوم آدمی کے ساتھ کھینچتا چلا گیا۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد اس نے خود کو تازہ ہوا میں محسوس کیا! اس کے سر پر کھلا ہوا اور تاروں بھرا آسمان تھا! اس نے اندھیرے میں اس آدمی کو پہچاننے کی کوشش کی جو اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے تیزی سے نشیب میں اتر رہا تھا! اس نے اپنے کاندھے پر کسی کو لاد رکھا تھا! اس کے باوجود بھی اس کے قدم بڑی تیزی سے اٹھ رہے تھے۔

"تم کون ہو!" کرنل نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"علی عمران ایم ایس سی-پی ایچ ڈی۔" جواب ملا

"عمران....!"

"شش.... چپ چاپ چلے آیئے!"

وہ جلدی ہی چٹانوں میں ایک محفوظ جگہ پر پہنچ گئے!.... یہ چٹانیں کچھ اس قسم کی تھیں کہ ان میں گھنٹوں تلاش کرنے والوں کو چکر دیئے جا سکتے تھے۔

عمران نے بیہوش صوفیہ کو کاندھے سے اتار کر ایک پتھر پر لٹا دیا!....

"کیوں!.... کیا ہے؟" کرنل نے پوچھا۔

"ذرا ایک چیونگم کھاؤں گا۔" عمران نے اپنی جیبیں ٹٹولتے ہوئے کہا!....

"عجیب آدمی ہو!.... ارے وہ عمارت یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔" کرنل گھبرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"اسی لئے تو میں رک گیا ہوں! لگے ہاتھوں یہ تماشہ بھی دیکھ لوں! کیا یہاں سے فائر اسٹیشن نزدیک ہے۔"

"کیا وہاں آگ لگ گئی ہے۔" کرنل نے پوچھا۔

"جی نہیں! خواہ مخواہ بات کا بتنگڑ بنے گا! وہ تو صرف دھوئیں کا ایک معمولی سا بم تھا! ذرا دیکھئے گا۔ دھوئیں کا بادل۔"

کرنل نے عمارت کی طرف نظر ڈالی! اس کے بالائی حصے پر دھوئیں کا کثیف سا بادل منڈلا رہا تھا!....

"کیا وہ بم تم نے...."

"ارے توبہ.... لاحول ولا...." عمران اپنا منہ پیٹتا ہوا بولا۔ "میں تو اسے ٹوتھ پیسٹ کا ٹیوب سمجھے ہوئے تھا!.... مگر مجھے ان بیچاروں پر ترس آتا ہے کیونکہ عمارت سے باہر نکلنے کے سارے راستے بند ہیں! مجھے پچھلی رات خواب میں بشارت ہوئی تھی کہ قیامت کے قریب ایسا ضرور ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ۔"

"عمران! خدا کی قسم تم ہیرے ہو!" کرنل دبے ہوئے جوش کے ساتھ بولا۔

"اوہ ایسا نہ کہئے! ورنہ کسٹم والے ڈیوٹی وصول کر لیں گے!" عمران نے کہا۔

"لیکن آپ یہاں کیسے آ پھنسے۔"

"میں ایسی جگہ چھپا تھا عمران! کہ وہاں پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا!.... لیکن انہوں نے مجھے ایک طاعون زدہ چوہے کی طرح باہر نکال لیا۔"

"گیس!" عمران نے پوچھا۔

"ہاں! میں ایک غار میں تھا! انہوں نے باہر سے گیس ڈال کر مجھے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ لیکن صوفیہ یہاں کیسے پہنچی!"

"ٹھہریئے!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا اور شائد دور کی کوئی آواز سننے لگا.... پھر اس نے جلدی سے کہا! اس کے متعلق پھر کبھی بتاؤں گا!.... اٹھئے!.... گاڑیاں آ گئی ہیں۔

اس نے پھر صوفیہ کو اٹھانا چاہا! لیکن کرنل نے روک دیا! وہ اسے گود میں اٹھا کر عمران کے پیچھے چلنے لگا!.... اترائی بہت مخدوش تھی! لیکن پھر بھی وہ سنبھل سنبھل کر نیچے اترتے رہے!.... پھر انہیں پتلی سی بل کھاتی ہوئی سڑک نظر آئی.... مطلع ابر آلود نہ ہونے کی بنا پر تاروں کی چھاؤں میں سڑک صاف دکھائی دے رہی تھی!.... اچانک نیچے سے سرخ رنگ کی روشنی کی ایک شعاع آ کر چٹانوں میں پھیل گئی!.... کرنل کے منہ سے عجیب سے آواز نکلی۔

"اوہ --- فکر نہ کیجئے!.... پولیس ہے!" عمران نے کہا۔

پھر جلد ہی پانچ چھ آدمی ان کی مدد کے لئے اوپر چڑھ آئے!.... ان میں انسپکٹر خالد بھی تھا!....

"اس عمارت میں تو آگ لگ گئی ہے۔" اس نے عمران سے کہا۔

"ان لوگوں کو بھجوانے کا انتظام کرو۔" عمران بولا۔ "اور تم میرے ساتھ آؤ! صرف دس آدمی کافی ہوں گے۔"

پھر اس نے کرنل سے کہا۔ "آپ بہت کمزور ہو گئے ہیں۔ اس لئے اس وقت پولیس کو کوئی بیان نہ دیجئے گا۔"

"کیا مطلب۔" خالد بھنا کر بولا۔

"کچھ نہیں پیارے! تم میرے ساتھ آؤ! آدمیوں کو بھی لاؤ۔"

"سب وہیں موجود ہیں۔" خالد بولا۔

کرنل اور صوفیہ نیچے پہنچائے جا چکے تھے! عمران خالد کے ساتھ پھر اس عمارت کی طرف بڑھا! جس کی کھڑکیوں سے گہرا دھواں نکل کر فضا میں بل کھا رہا تھا! عمارت کے گرد کافی بھیڑ اکٹھا ہو گئی تھی!.... خالد کے آدمی جلد ہی آ ملے اور عمران انہیں ساتھ لے کر اندر گھستا چلا گیا! باہر کے سارے دروازے اس نے پہلے ہی بند کر دیئے تھے! اس لئے عمارت کے لوگ باہر نہیں نکل سکتے تھے اور باہر والوں کی ابھی تک ہمت نہیں پڑی تھی کہ عمارت میں قدم رکھ سکتے!....

عمارت میں کچھ کمرے ایسے بھی تھے جہاں ابھی تک دھواں گہرا نہیں ہوا تھا۔ ایسے کمروں میں سے ایک میں انہیں پانچوں آدمی مل گئے! وہ سب پسینے میں نہائے ہوئے بری طرح ہانپ رہے تھے!

"کیا بات ہے!" عمران نے پہنچتے ہی للکارا۔

اسے دیکھ کر ان سب کی حالت اور زیادہ ابتر ہو گئی!

"بولتے کیوں نہیں!" عمران پھر گرجا! ان میں سے کوئی کچھ نہ بولا۔ عمران نے خالد سے کہا۔

"یہ شفٹن کے آدمی ہیں!.... دھوئیں کے بم بنا رہے تھے! ایک بم پھٹ گیا!"

"بکواس ہے۔" بھاری جبڑوں والے نے چیخ کر کہا۔

"خیر پرواہ نہیں!" خالد گردن جھٹک کر بولا۔ "میں تمہیں حبس بیجا کے الزام میں حراست میں لیتا ہوں۔"

"یہ بھی ایک فضول سی بات ہو گی۔" بھاری جبڑوں والا مسکرا کر بولا "ہم نے کسی کو بھی حبس بیجا میں نہیں رکھا!"

"ہاں! خالد صاحب!" عمران حماقت آمیز انداز میں دیدے پھرا کر بولا۔ "اس سے کام نہیں چلے گا! حبس بیجا کا ثبوت تو شاید یہاں سے اڑ چکا ہے، نہیں.... نہیں یہ لوگ بم بنا رہے تھے۔"

"ہتھکڑیاں لگا دو!" خالد نے اپنے آدمیوں کی طرف مڑ کر کہا....

"دیکھو! مصیبت میں پھنس جاؤ گے تم لوگ!" بھاری جبڑے والا جھلا کر بولا۔

"فکر نہ کرو۔" خالد نے جیب سے ریوالور نکالتے ہوئے کہا! "چپ چاپ ہتھکڑیاں لگوا لو! ورنہ انجام بہت برا ہوگا!.... میں ذرا فوجی قسم کا آدمی ہوں۔"

ان سب کے ہتھکڑیاں لگ گئیں! جب وہ پولیس کی گاڑی میں بٹھائے جا چکے تو خالد نے عمران سے کہا۔ "اب بتایئے کیا چارج لگایا جائے ان کے خلاف....

"بم سازی!.... قرب و جوار کے لوگوں نے دھماکہ ضرور سنا ہوگا.... دس بارہ سیر گندھک اور دو ایک جار تیزاب کے عمارت سے برآمد کر لو سمجھے! بس اتنا ہی کافی ہے!"....

"اور وہ شفقن والا معاملہ!" خالد نے پوچھا۔

"فی الحال تمہارے فرشتے بھی اس کے لئے ثبوت نہیں مہیا کر سکتے!.... اچھا! میں چلا!.... کم از کم ان کی ضمانت تو ہونے ہی نہ دینا!"

۱۷

دوسری صبح کرنل ضرغام کی کوٹھی کی کمپاؤنڈ میں محکمہ سراغرسانی کے ڈی ایس کی کار کھڑی دکھائی دی!.... اور وہ اندر کرنل کا بیان لے رہا تھا! عمران نے رات ہی کرنل کو اچھی طرح پکا کر لیا تھا اور اس وقت کرنل نے وہی سب کچھ دہرایا تھا جو اسے عمران نے بتایا تھا! اس نے ڈی ایس کو بتایا کہ اسے بھی پراسرار شفقن کا خط موصول ہوا تھا اور وہ محض اسی کے خوف سے روپوش ہو گیا تھا! پھر اس نے ڈی ایس کی جرح کا جواب دیتے ہوئے بتایا کہ وہ اس سے قبل بھی ایک بار شفقن کا شکار ہو چکا ہے اور اس موقعہ پر اسے پچاس ہزار روپوں سے ہاتھ دھونے پڑے تھے! لیکن اسے آج تک یہ نہ معلوم ہو سکا کہ شفقن کسی تنہا فرد کا نام ہے یا کسی گروہ کا۔

بہر حال کرنل نے لی یوکا اور اس کے معاملات کی ہوا بھی نہیں لگنے دی! پچھلی رات کے واقعات کے متعلق اس نے بیان دیا کہ شفقن کے آدمی اس پر اور اس کی لڑکی پر تشدد کر کے ایک لاکھ روپے کا مطالبہ کر رہے تھے کہ اچانک عمارت میں ایک دھماکہ ہوا شفقن کے آدمی بدحواس ہوئے! اس طرح انہیں نکل آنے کا موقعہ مل گیا اور چونکہ اس کا سیکرٹری عمران پہلے ہی سے صوفیہ کی تلاش میں ادھر کے چکر کاٹ رہا تھا اس لئے اس نے فوراً ہی اس کی مدد کی۔

پتہ نہیں ڈی ایس اس بیان سے مطمئن بھی ہوا یا نہیں! بہر حال پھر وہ زیادہ دیر تک وہاں نہیں ٹھہرا....

صوفیہ ابھی تک خوفزدہ تھی اس نے عمران سے پوچھا۔

"عمران صاحب! اب کیا ہوگا؟"

"اب گانا ناچنا سبھی کچھ ہوگا! تم بالکل فکر نہ کرو۔" عمران نے کہا۔

"کیا آپ نے سچ مچ بم پھینکا تھا؟"

"ارے توبہ توبہ!" عمران اپنا منہ پیٹ کر بولا۔ "ایسی باتیں زبان سے نہ نکالئے ورنہ میری ممی مجھے گھر سے نکال دیں گی۔"

صوفیہ پھر کچھ کہنے والی تھی کہ کرنل نے اپنے کمرے سے عمران کو آواز دی!

عمران صوفیہ کو وہیں چھوڑ کر کرنل کے کمرے میں چلا گیا! کرنل تنہا تھا!.... اس نے عمران کے داخل ہوتے ہی کمرے کا دروازہ بند کر دیا!

"ادھر دیکھو!" کرنل نے میز کی طرف اشارہ کیا جس پر ایک بڑا سا خنجر پڑا ہوا تھا!

"غالباً.... لی یوکا کی طرف سے دھمکی؟" عمران مسکرا کر بولا۔

"خدا کی قسم تم بڑے ذہین ہو۔" کرنل نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ "ہاں لی یوکا کی طرف سے ایک کھلا خط.... اور وہ خنجر!.... اس کمرے میں.... مجھے حیرت ہے کہ انہیں کون لایا۔"

عمران نے آگے بڑھ کر خط میز سے اٹھا لیا.... خط کے مضمون کے نیچے "لی یوکا" تحریر تھا۔

عمران بلند آواز میں خط پڑھنے لگا۔

"کرنل ضرغام! تمہیں صرف ایک موقعہ اور دیا جاتا ہے! اب بھی سوچ لو! ورنہ تمہارا ایک بھتیجا کل شام تک قتل کر دیا جائے گا۔ خواہ تم اسے کہیں چھپا دو! اس پر بھی تمہیں ہوش نہ آیا تو پھر اپنی لڑکی کی لاش دیکھو گے! اگر تم کاغذات واپس کرنے پر تیار ہو تو آج شام کو پانچ بجے ایک گیس بھرا ہوا سرخ رنگ کا غبارا اپنی کوٹھی کی کمپاؤنڈ سے اڑا دینا۔"

خط ختم کر کے عمران کرنل کی طرف دیکھنے لگا!

"کرنل ڈکسن مجھ سے صحیح واقعہ سننا چاہتا ہے۔" کرنل نے کہا! "اسے شفقن والی داستان پر یقین نہیں آیا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ شفقن کون ہے اور کہاں سے آ ٹپکا!"

"شفقن....!" عمران مسکرا کر بولا "کچھ بھی نہیں ہے! اسے لی یوکا کی محض ایک معمولی سی چال کہہ لیجئے!.... اس نے یہ حرکت صرف اس لئے کی ہے کہ آپ پولیس کی مدد نہ حاصل کر

سکیں! ذرا اس طرح سوچئے! شہر کے سارے سر بر آوردہ لوگ پولیس سے کسی شفقن کی شکایت کرتے ہیں!.... اچانک آپ بھی پولیس کی مدد طلب کرتے ہیں اور آپ لی یوکا کی داستان سناتے ہیں! نتیجہ ظاہر ہے پولیس شفقن اور لی یوکا دونوں کو بکواس سمجھے گی! اس سے آپ مدد کی بجائے یہی جواب پائیں گے کہ شہر کے کسی شریر آدمی نے لوگوں کو پریشان کرنے کے لئے یہ سارا ڈھونگ رچایا ہے کیوں! کیا میں غلط کہہ رہا ہوں!"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو!" کرنل کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "مگر اب میری عقل جواب دے رہی ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ ڈکسن سے کیا کہوں ہم دونوں سالہا سال تک ہم نوالہ و ہم پیالہ رہے ہیں ہمارے درمیان میں کبھی کوئی راز---راز نہیں رہا...."

"میرا خیال ہے کہ اب آپ سب کچھ اسے بتا دیجئے اور ہم سب ایک جگہ پر بیٹھ کر آپس میں مشورہ کریں!.... گھر بھر کو اکٹھا کر لیجئے...."

"اس سے کیا ہو گا!"

"ہو سکتا ہے کہ ہم میں سے کوئی ایک معقول تدبیر سوچ سکے۔"

"پھر سوچتا ہوں کہ کیوں نہ وہ کاغذات پولیس کے حوالے کر دوں۔" کرنل اپنی پیشانی رگڑتا ہوا بولا۔

"اس صورت میں آپ لی یوکا کے انتقام سے نہ بچ سکیں گے۔"

"یہی سوچ کر تو رہ جاتا ہوں۔" کرنل نے کہا! "لیکن عمران بیٹے! یقین ہے کہ کاغذات واپس کر دینے کے بعد بھی میں نہ بچ سکوں گا!"

"نہ صرف آپ!" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا؟ "بلکہ وہ لوگ بھی خطرے میں پڑ جائیں گے جو اس وقت آپ کا ساتھ دے رہے ہیں!"

"پھر میں کیا کروں۔"

"جو کچھ میں کہوں! وہ کیجئے گا؟" عمران نے پوچھا۔

"کروں گا!"

"تو بس اب خاموشی اختیار کیجئے۔ میں نوکروں کے علاوہ گھر کے سارے افراد کو یکجا کر کے ان سے مشورہ کروں گا! ویسے اگر اس دوران میں اگر آپ چاہیں تو وہ فلمی گیت گا سکتے ہیں.... کیا بول تھے اس کے.... ہاں.... دل لے کے چلے تو نہیں جاؤ گے ہو راجہ جی.... ہو راجہ جی۔"

"کیا بیہودگی ہے؟" کرنل نے جھلا کر کہا! پھر یک بیک ہنسنے لگا!

۱۸

اسی دن پانچ بجے شام کو سرخ رنگ کا ایک گیس بھرا غبارہ کرنل کی کوٹھی کی کمپاؤنڈ سے فضا میں بلند ہو رہا تھا! کمپاؤنڈ میں سبھی لوگ موجود تھے اور عمران تالیاں بجا بجا کر بچوں کی طرح ہنس رہا تھا!

کرنل کے مہمانوں نے اس کی اس حرکت کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھا! کیونکہ ان سب کے چہرے اترے ہوئے تھے! کرنل نے آج دوپہر کو ان سب کے سامنے لی یوکا کی داستان دہرا دی تھی!.... اس پر سب نے یہی رائے دی تھی کہ اس خطرناک آدمی کے کاغذات واپس کر دیئے جائیں! کرنل ڈکسن پہلے بھی لی یوکا کا نام سن چکا تھا یورپ والوں کے لئے یہ نام نیا نہیں تھا! کیونکہ لی یوکا کی تجارت بر عظیم میں عام تھی.... اور یہ تجارت سو فی صدی غیر قانونی تھی مگر پھر بھی آج تک کوئی لی یوکا پر ہاتھ نہیں ڈال سکا تھا! کرنل ڈکسن اور بار توش لی یوکا کا نام سنتے ہی سفید پڑ گئے تھے۔

رات کے کھانے کے وقت سے پہلے ہی لی یوکا کی طرف سے جواب آ گیا۔ بالکل اسی پراسرار طریقہ پر جیسے صبح والا پیغام موصول ہوا تھا! عارف نے ایک دروازے کی چوکھٹ میں ایک خنجر پیوست دیکھا جس کی نوک کاغذ کے ایک ٹکڑے کو چھیدتی ہوئی چوکھٹ میں گھس گئی تھی۔

کاغذ کا یہ ٹکڑا دراصل لی یوکا کا خط تھا!.... جس میں کرنل کو تاکید کی گئی تھی کہ وہ دوسرے دن ٹھیک نو بجے ان کاغذات کو دیوگڑھی والی مشہور سیاہ چٹان کے کسی رخنے میں خود رکھ دے یا کسی سے رکھوا دے لی یوکا کی طرف سے یہ بھی لکھا گیا تھا کہ اگر کرنل کو کسی قسم کا خوف محسوس ہو تو وہ اپنے ساتھ جتنے آدمی بھی لانا چاہے لا سکتا ہے البتہ فریب دہی کی صورت میں اسے کسی طرح بھی معاف نہ کیا جا سکے گا۔

کھانے کی میز پر اس خط کے سلسلے میں گرما گرم بحث چھڑ گئی!....

"کیا لی یوکا بھوت ہے؟" کرنل ڈکسن کی لڑکی مارتھا نے کہا! "آخر یہ خطوط یہاں کیسے آتے ہیں!.... اس کا مطلب تو یہ ہے لی یوکا کوئی آدمی نہیں بلکہ روح ہے!"

"ہاں آں!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "ہو سکتا ہے! یقیناً وہ کسی افیونی کی روح ہے جس نے عالم ارواح میں بھی منشیات کی ناجائز تجارت شروع کر دی ہے!"

"ایک تجویز میرے ذہن میں ہے!" بار توش نے کرنل ضرغام سے کہا! "لیکن بچوں کے سامنے میں اس کا تذکرہ ضروری نہیں سمجھتا!"

"مسٹر بار توش!" عمران بولا! "آپ مجھے تو بچہ نہیں سمجھتے۔"

"تم شیطان کے بھی دادا ہو!" بار توش بے ساختہ مسکرا پڑا....

"شکریہ! میرے پوتے مجھے ہر حال میں یاد رکھتے ہیں!" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

کرنل ڈکسن اسے گھورنے لگا! وہ اب بھی عمران کو کرنل ضرغام کا پرائیویٹ سیکرٹری سمجھتا تھا! لہٰذا اسے ایک چھوٹے آدمی کا بار توش جیسے معزز مہمان سے بے تکلف ہونا بہت گراں گزرا لیکن وہ کچھ بولا نہیں!

کھانے کے بعد صوفیہ، مارتھا، انور اور عارف اٹھ گئے۔

کرنل ضرغام بڑی بے چینی سے بار توش کے مشورے کا انتظار کر رہا تھا۔

"میں ایک آرٹسٹ ہوں؟" بار توش نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "بظاہر مجھ سے اس قسم کی توقع نہیں کی جاسکتی کہ میں کسی ایسے الجھے ہوئے معاملے میں کوئی مشورہ دے سکوں گا۔"

"مسٹر بار توش!" کرنل ضرغام بے صبری سے ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "تکلفات کسی دوسرے موقع کے لئے اٹھا رکھئے!"

بار توش چند لمحے سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔ لی یوکا کا نام میں نے بہت سنا ہے اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ وہ اس قسم کی مہموں میں خود بھی حصہ لیتا ہے اس کے متعلق اب تک میں نے جو روایات سنی ہیں اگر وہ سچی ہیں تو پھر لی یوکا کو اس وقت سوناگری ہی میں موجود ہونا چاہئے!...."

"اچھا!".... عمران اپنے دیدے پھرانے لگا!....

"اگر وہ یہیں ہے تو.... ہمیں اس موقع سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہئے!" بار توش نے کہا۔

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔" کرنل بولا۔

"اگر ہم لی یوکا کو پکڑ سکیں تو یہ انسانیت کی ایک بہت بڑی خدمت ہوگی!"

کرنل حقارت آمیز انداز میں ہنس پڑا.... لیکن اس ہنسی میں جھلاہٹ کا عنصر زیادہ تھا! اس نے کہا۔ "آپ لی یوکا کو پکڑیں گے! اس لی یوکا کو جس کی تحریریں میری میز پر پائی جاتی ہیں! یعنی وہ جس وقت چاہے ہم سب کو موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے!"

"ٹٹ ٹٹ!" بار توش نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ "آپ یہ سمجھتے ہیں کہ لی یوکا یا اس کا کوئی آدمی فوق الفطرت قوتوں کا مالک ہے!.... نہیں ڈیئر کرنل.... میرا دعویٰ ہے کہ اس گھر کا کوئی فرد لی یوکا سے ملا ہوا ہے!" پھر اس نے اپنی بات میں وزن پیدا کرنے کے لئے میز پر گھونسہ مارتے ہوئے کہا۔ "میرا دعویٰ ہے کہ اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں!"

کمرے میں سناٹا چھا گیا! کرنل ضرغام سانس روکے ہوئے بار توش کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"میں مسٹر بار توش سے متفق ہوں۔" عمران کی آواز سنائی دی!.... اس کے بعد پھر سکوت طاری ہو گیا۔

آخر کرنل ضرغام گلا صاف کر کے بولا۔ "وہ کون ہو سکتا ہے۔"

"کوئی بھی ہو!" بار توش نے لاپروائی سے اپنے شانوں کو جنبش دی! "جب واسطہ لی یوکا سے ہو تو کسی پر بھی اعتماد نہ کرنا چاہئے!...."

"آپ سے غلطی ہوئی تھی کرنل صاحب!" عمران نے کرنل ضرغام سے کہا! "آپ کو مسٹر بار توش سے پہلے ہی تبادلہ خیال کرنا چاہئے تھا! لی یوکا کے متعلق ان کی معلومات بہت وسیع معلوم ہوتی ہیں۔"

"قطعی وسیع ہیں! میں لی یوکا کے متعلق بہت کچھ جانتا ہوں! ایک زمانے میں میری زندگی انتہائی ارذل طبقے میں گذری ہے جہاں چور، بدمعاش اور ناجائز تجارت کرنے والے عام تھے زندگی کے اسی دور میں مجھے لی یوکا کے متعلق بہت کچھ سننے کا اتفاق ہوا تھا! کرنل کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ لی یوکا ان کاغذات کو اپنے آدمیوں کے ذریعہ حاصل کرے گا! ہرگز نہیں وہ خود انہیں اس جگہ سے اٹھائے گا جہاں رکھ دیئے جائیں گے! لی یوکا کا کوئی آدمی نہیں جانتا کہ وہ کون ہے مگر ان کاغذات میں ہے کیا۔"

"جہاں تک میرا خیال ہے ان میں کوئی ایسی چیز نہیں جس سے لی یوکا کی شخصیت پر روشنی پڑ سکے!" کرنل ضرغام نے کہا۔

"واہ!" عمران گردن جھٹک کر بولا! "جب آپ چینی اور جاپانی زبانوں سے واقف نہیں ہیں تو یہ بات اتنے وثوق کے ساتھ کیسے کہہ رہے ہیں!"

"چینی اور جاپانی زبانیں!" بار توش! کسی سوچ میں پڑ گیا! پھر اس نے کہا! "کیا آپ مجھے وہ کاغذات دکھا سکتے ہیں!"

"ہرگز نہیں!" کرنل نے نفی میں سر ہلا کر کہا! "یہ ناممکن ہے! میں انہیں ایک پیکٹ میں رکھ کر سیل کرنے کے بعد لی یوکا کی بتائی ہوئی جگہ پر پہنچا دوں گا!"

"آپ انسانیت پر ظلم کریں گے!" بار توش پر جوش لہجہ میں بولا "بہتر طریقہ یہ ہے کہ آپ خود کو پولیس کی حفاظت میں دے کر کاغذات اس کے حوالے کر دیں!"

"مسٹر بار توش میں بچہ نہیں ہوں!" کرنل نے تلخ لہجے میں کہا۔ "کاغذات عرصہ دراز سے میرے پاس محفوظ ہیں! اگر مجھے پولیس کی مدد حاصل کرنی ہوتی تو کبھی کا کر چکا ہوتا۔"

"پھر آخر انہیں اتنے دنوں روکے رکھنے کا کیا مقصد تھا۔"

"مقصد صاف ہے!" کرنل ڈکسن پہلی بار بولا۔ "ضرغام محض اسی بنا پر ابھی تک زندہ ہے کہ

وہ کاغذات ابھی تک اس کے قبضہ میں ہیں۔ اگر لی یوکا کا ہاتھ ان پر پڑ گیا ہوتا۔ تو ضرغام ہم میں نہ بیٹھا ہوتا....“

”ٹھیک ہے!“ بارتوش نے کچھ سوچتے ہوئے سر ہلایا۔

”لیکن تمہاری اسکیم کیا تھی۔“ کرنل ضرغام نے بے صبری سے کہا۔

”ٹھہرو میں بتاتا ہوں!“ بارتوش نے کہا چند لمحے خاموش رہا پھر بولا۔ ”لی یوکا بتائی ہوئی جگہ پر تنہا آئے گا! مجھے یقین ہے!.... اگر وہاں کچھ لوگ پہلے ہی سے چھپا دیئے جائیں تو۔“

”تجویز معقول ہے!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”لیکن ابھی آپ کہہ چکے ہیں کہ.... خیر ہٹایئے اسے.... مگر بلی کی گردن میں گھنٹی باندھے گا کون! کرنل صاحب پولیس کو اس معاملہ میں ڈالنا نہیں چاہتے اور پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ بلی چپ چاپ گلے میں گھنٹی بندھوا ہی لے۔“

”تم مجھے وہ جگہ دکھاؤ!.... پھر میں بتاؤں گا کہ بلی کے گلے میں گھنٹی کون باندھے گا۔“ بارتوش نے اکڑ کر کہا....

تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر وہ سرگوشیوں کے سے انداز میں مشورہ کرنے لگے.... آخر یہ طے پایا کہ وہ لوگ اسی وقت چل کر دیوگڑھی کی سیاہ چٹان کا جائزہ لیں!.... کرنل ضرغام ہچکچا رہا تھا! لیکن عمران کی سرگرمی دیکھ کر اسے بھی ہاں میں ہاں ملانی پڑی وہ اب عمران کی حماقتوں پر بھی اعتماد کرنے لگا تھا!

رات تاریک تھی! کرنل ضرغام، کرنل ڈکسن، بارتوش اور عمران دشوار گذار راستوں پر چکراتے ہوئے دیوگڑھی کی طرف بڑھ رہے تھے! ان کے ہاتھوں میں چھوٹی چھوٹی ٹارچیں تھیں جنہیں وہ اکثر روشن کر لیتے تھے!.... ڈکسن، ضرغام اور بارتوش مسلح تھے! لیکن عمران کے متعلق وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کیونکہ بظاہر تو اس کے ہاتھ میں ائیرگن نظر آ رہی تھی!.... اور ائیرگن ایسی کوئی چیز نہیں جس کی موجودگی میں کسی آدمی کو مسلح کہا جا سکے۔

سیاہ چٹان کے قریب پہنچ کر وہ رک گئے! یہ ایک بہت بڑی چٹان تھی! اندھیرے میں وہ بہت زیادہ مہیب نظر آ رہی تھی! لیکن اس کی بناوٹ کچھ اس قسم کی تھی کہ وہ دور سے کسی بہت بڑے اژدھے کا پھیلا ہوا منہ معلوم ہوتی تھی۔

تقریباً آدھے گھنٹے تک بارتوش اس کا جائزہ لیتا رہا! پھر اس نے آہستہ سے کہا!” بہت آسان ہے بہت آسان ہے! ذرا ان غاروں کی طرف دیکھو!.... ان میں ہزاروں آدمی بیک وقت چھپ سکتے ہیں! ہمیں ضرور اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔“

”لی یوکا کے لئے صرف ایک آدمی کافی ہو گا۔“ عمران نے کہا۔

”میں آج تک سمجھ ہی نہیں سکا کہ تم کس قسم کے آدمی ہو۔“ بارتوش جھنجھلا گیا!

”کیا میں نے کسی قسم سے ہٹ کر کوئی بات کہی ہے!“ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

”فضول باتیں نہ کرو۔“ کرنل ڈکسن نے کہا

”اچھا تو آپ ہزاروں آدمی کہاں سے مہیا کریں گے! جب کہ کرنل ضرغام پولیس کو بھی درمیان میں نہیں لانا چاہتے!“

”پولیس کو درمیان میں لانا پڑے گا۔“ بارتوش بولا۔

”ہرگز نہیں!“ کرنل ضرغام نے سختی سے کہا۔ ”پولیس مجھے یا میرے گھر والوں کو لی یوکا کے انتقام سے نہ بچا سکے گی۔“

”تب تو پھر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔“ بارتوش مایوسی سے بولا۔

”میں یہی چاہتا ہوں کہ کچھ نہ ہو!“ کرنل ضرغام نے کہا!

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر یک بیک عمران نے قہقہہ لگا کر کہا۔

”تم سب پاگل ہو گئے! میں تم سب کو گدھا سمجھتا ہوں!“

پھر اس نے ایک طرف اندھیرے میں چھلانگ لگا دی!.... اس کے قہقہے کی آواز سناٹے میں گونجتی ہوئی آہستہ آہستہ دور ہوتی جا رہی تھی!....

”کیا یہ سچ مچ پاگل ہے!“ کرنل ڈکسن بولا! ”یا پھر خود ہی لی یوکا تھا!“

کسی نے جواب نہ دیا!.... ان کی ٹارچوں کی روشنیاں دور دور تک اندھیرے کے سینے میں پیوست ہو رہی تھیں لیکن انہیں عمران کی پرچھائیں بھی نہ دکھائی دی۔

۱۹

دوسری صبح مہمان اور گھر والے سبھی بڑی بے چینی سے کرنل ضرغام کا انتظار کر رہے تھے وہ لی یوکا کے کاغذات کا پیکٹ لے کر تنہا دیوگڑھی کی طرف گیا تھا!.... سب نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ اس کا تنہا جانا ٹھیک نہیں مگر کرنل کسی کو بھی اپنے ہمراہ لے جانے پر رضامند نہیں ہوا تھا! عمران تو رات ہی سے غائب تھا!.... انہوں نے اسے بڑی دیر تک چٹانوں اور غاروں میں تلاش کیا تھا اور پھر تھک ہار کر واپس آ گئے تھے۔

صوفیہ کو بھی عمران کی اس حرکت پر حیرت تھی! مگر اس نے کسی سے کچھ کہا نہیں!

تقریباً دس بجے کرنل ضرغام واپس آ گیا!.... اس کے چہرے سے تھکن ظاہر ہو رہی تھی! اس نے کرسی پر گر کر اپنا جسم پھیلاتے ہوئے ایک طویل انگڑائی لی!....

”کیا رہا؟“ کرنل ڈکسن نے پوچھا!....

”کچھ نہیں! وہاں بالکل سناٹا تھا! میں پیکٹ ایک محفوظ مقام پر رکھ کر واپس آ گیا!“ ضرغام نے کہا۔ تھوڑی دیر خاموش رہا پھر کہنے لگا!” وہاں سے صحیح سلامت واپس آ جانے کا مطلب یہ ہے کہ اب لی یو کا مجھے یا میرے خاندان والوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔“

وہ ابھی کچھ اور بھی کہتا لیکن اچانک ان سب نے عمران کا قہقہہ سنا! وہ کاندھے سے ائیر گن لٹکائے ہاتھ جھلاتا ہوا کمرے میں داخل ہو رہا تھا اس کے چہرے پر اس وقت معمول سے زیادہ حماقت برس رہی تھی۔

”واہ کرنل صاحب!“ اس نے پھر قہقہہ لگایا ”خوب بیوقوف بنایا لی یو کا کو.... نعوذ باللہ.... نہیں غالباً سبحان اللہ کہنا چاہئے!.... واقعی آپ بہت ذہین آدمی ہیں!“

”کیا بات ہے!“ کرنل ضرغام جھنجلا گیا۔

”یہی پیکٹ رکھا تھا نا آپ نے!“ عمران جیب سے ایک براؤن رنگ کا پیکٹ نکال کر دکھاتا ہوا بولا۔

”کیا!.... یہ کیا کیا تم نے۔“ کرنل اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

عمران نے پیکٹ پھاڑ کر اس کے کاغذات فرش پر ڈالتے ہوئے کہا۔

”لی یو کا سے مذاق کرتے ہوئے آپ کو شرم آنی چاہئے تھی! اس کے باوجود بھی اس نے آپ کو زندہ رہنے دیا۔“

فرش پر بہت سے سادے کاغذ بے ترتیبی سے بکھرے ہوئے تھے۔ کرنل بوکھلائے ہوئے انداز میں بڑبڑاتا ہوا کاغذات پر جھک پڑا۔

”مگر!“ وہ چند لمحے بعد بدحواسی میں بولا!”میں نے تو کاغذات رکھے تھے مگر تم نے اسے وہاں سے اٹھایا ہی کیوں؟“

”اس لئے کہ میں ہی لی یو کا ہوں!“ عمران نے گرج کر کہا۔

”تت.... تم!“ کرنل ہکلا کر رہ گیا!.... بقیہ لوگ بھی منہ کھولے ہوئے عمران کو گھور رہے تھے اور اب عمران کے چہرے پر حماقت کی بجائے سفاکی برس رہی تھی۔

”نہیں.... نہیں!“ صوفیہ خوفزدہ آواز میں چیخی!

عمران نے کاندھے سے ائیر گن اتاری اور اسے بارتوش کی طرف تانتا ہوا بولا۔

”مسٹر بارتوش پچھلی رات تم مجھے پکڑنے کی اسکیمیں بنا رہے تھے! اب بتاؤ!.... تمہیں تو میں سب سے پہلے ختم کر دوں گا۔“

”یہ کیا بدتمیزی ہے!“ بارتوش ضرغام کی طرف دیکھ کر غرایا۔”میں اسے نہیں برداشت کر سکتا۔“ پھر وہ کرنل ڈکسن سے بولا۔”میں کسی ہوٹل میں قیام کرنا زیادہ پسند کروں گا! یہ بدتمیز سیکرٹری شروع ہی سے ہمارا مضحکہ اڑا تا رہا ہے۔“

”ضرغام!“ ڈکسن نے کہا!”ایسے بیہودہ سیکرٹری سے کہو کہ وہ مسٹر بارتوش سے معافی مانگ لے۔“

”مسٹر بارتوش۔“ عمران چبھتے ہوئے لہجے میں بولا۔”میں معافی چاہتا ہوں! لیکن تم اصلی کاغذات کا پیکٹ ہضم نہیں کر سکو گے!.... بہتر یہی ہے اسے میرے حوالے کر دو۔“

”کیا مطلب!“ کرنل ضرغام ایک بار پھر اچھل پڑا۔

بارتوش کا ہاتھ بڑی تیزی سے جیب کی طرف گیا! لیکن دوسرے ہی لمحہ میں عمران کی ائیر گن چل گئی!.... بارتوش چیخ مار کر پیچھے ہٹ گیا! اس کے بازو سے خون کا فوارہ نکل رہا تھا!

پھر یک بیک اس نے عمران پر چھلانگ لگائی!.... عمران بڑی پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا!.... بارتوش اپنے ہی زور میں سامنے والی دیوار سے جا ٹکرایا! عمران اس کے کولھے پر ائیر گن کا کندہ رسید کرتا ہوا بولا۔

”کنفیوشس نے کہا تھا:....“

بارتوش پھر پلٹا!.... لیکن اس بار اس کا رخ دروازے کی طرف تھا!....

”یہ کیا بیہودگی ہے!“ کرنل ضرغام حلق پھاڑ کر چیخا.... ٹھیک اسی وقت انسپکٹر خالد کمرے میں داخل ہوا اور اس نے بھاگتے ہوئے بارتوش کی کمر پکڑ لی!.... حالانکہ بارتوش کے بازو کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی لیکن پھر بھی اس کا جھٹکا اتنا زوردار تھا کہ خالد اچھل کر دور جا گرا۔

اس بار عمران نے رائفل کا کندھا اس کے سر پر رسید کرتے ہوئے کہا۔

”کنفیوشس اس کے علاوہ اور کیا کہتا!“

بارتوش چکرا کر گر پڑا.... عمران اسے گریبان سے پکڑ کر اٹھاتا ہوا بولا۔

”ذرا لی یو کا کی شکل دیکھنا! وہ لی یو کا جس نے دو سو سال سے دنیا کو چکر میں ڈال رکھا تھا!“

”کیا تم پاگل ہو گئے ہو!“ کرنل ڈکسن چیخ کر بولا....

عمران نے اس کی طرف دھیان دیئے بغیر انسپکٹر خالد سے کہا۔

”اس کے پاس سے اصلی کاغذات کا پیکٹ برآمد کرو۔“

اس دوران میں باوردی اور مسلح کانسٹیبلوں کے غول کے غول عمارت کے اندر اور باہر اکٹھا ہوتے جا رہے تھے!

عمران نے لی یو کا یا بارتوش کو ایک آرام کرسی میں ڈال دیا....

اس کے کپڑوں کی تلاشی لینے پر واقعی اس کے پاس سے براؤن رنگ کا سیل کیا ہوا پیکٹ برآمد

ہوا.... خالد نے اسے اپنے قبضہ میں کر لیا۔

بار توش پر غشی طاری ہوتی جا رہی تھی!.... پھر یک بیک اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔

"تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ یہ لی یو کا ہے۔" کرنل ڈکسن نے کہا۔

"آہا.... کرنل!" عمران مسکرا کر بولا۔ "کل رات اس نے کیا کہا تھا.... لی یو کا کاغذات خود حاصل کر لے گا! اس نے ٹھیک ہی کہا تھا حاصل کر لئے اس نے.... اس کے علاوہ دنیا کا کوئی فرد لی یو کا نہیں ہو سکتا!.... پچھلی رات اس نے اس قسم کی باتیں کرنل کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے کی تھیں.... کیوں کرنل! آپ نے اسی کے سامنے کاغذات کا پیکٹ بنایا تھا!"

"یہ سبھی موجود تھے۔" کرنل ضرغام خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔

"مجھے اس پر اسی دن شبہ ہو گیا تھا جب یہ مجھے جڑی بوٹیوں کی تلاش کے بہانے چٹانوں میں لے گیا تھا اور واپسی پر میں نے صوفیہ کو غائب پایا تھا!.... بہر حال کل رات کو اس نے کاغذات اپنے قبضے میں کر لئے تھے اور ان کی جگہ سادے کاغذات کا پیکٹ رکھ دیا تھا!.... کیوں کرنل ڈکسن یہ تمہارا دوست کب بنا تھا!"

"آج سے تین سال قبل! جب یہ لندن میں مقیم تھا!"

"شفٹن کو لے جاؤ انسپکٹر!" عمران نے خالد سے کہا۔ "شفٹن یا لی یو کا.... تم نے آج ایک بہت بڑے مجرم کو گرفتار کیا ہے!.... وہ مجرم جو دو سو سال سے ساری دنیا کو انگلیوں پر نچا تا رہا ہے۔"

"دو سو سال والی بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔" خالد نے کہا۔

"تم اسے فی الحال لے جاؤ! دو گھنٹے بعد مجھ سے ملنا رپورٹ تیار ملے گی!" عمران بولا۔ "بہر حال لی یو کا کو تم نے گرفتار کیا ہے! علی عمران ایم-ایس-سی، پی-ایچ-ڈی کا نام کہیں نہ آنا چاہئے۔"

۲۰

وہ شام کم از کم کرنل ضرغام کے لئے خوشگوار تھی!.... حالانکہ کرنل ڈکسن کو بھی اب بار توش کے پردے میں لی یو کا کے وجود کا یقین آ گیا تھا! مگر پھر بھی اس کے چہرے پر مردنی چھائی ہوئی تھی۔ پتہ نہیں اسے اس اچانک حادثہ کا صدمہ تھا یا یہ اس بات کی شرمندگی تھی کہ وہ ضرغام کے دشمن کو اس کا مہمان بنا کر لایا تھا۔

چائے کی میز پر صوفیہ کے قہقہے بڑے جاندار معلوم ہو رہے تھے۔ اس دوران میں شائد پہلی بار وہ اس طرح دل کھول کر قہقہے لگا رہی تھی اور عمران کے چہرے پر وہی پرانی حماقت طاری ہو گئی تھی۔

"یہ دو سو سال والی بات میں بھی نہیں سمجھ سکا۔" کرنل ضرغام نے عمران کی طرف دیکھ کر کہا۔

"دو سو سال تو بہت کم ہیں! جو طریقہ لی یو کا نے اختیار کر رکھا تھا اس کے تحت اس کا نام ہزاروں سال تک زندہ رہتا!" عمران سر ہلا کر بولا "لی یو کا صرف ایک نام ہے جسے نسلاً بعد نسلاً مختلف افراد اختیار کرتے ہیں!.... طریقہ بڑا عجیب ہے! کسی لی یو کا نے بھی اپنی اولاد کو اپنا وارث نہیں بنایا! یہ دراصل لی یو کا کا ذاتی انتخاب ہوتا تھا!.... وہ اپنے گروہ ہی کے کسی موزوں آدمی کو اپنی وراثت سونپ کر دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے اور یہ انتخاب وہ اسی وقت کرتا ہے جب اسے یقین ہو جائے کہ وہ بہت جلد مر جائے گا اور پھر دوسرا لی یو کا بالکل اسی کے نقش قدم پر چلنا شروع کر دیتا ہے.... میرا خیال ہے کہ بار توش کو میں نے دوسرے لی یو کا کے انتخاب کا موقع ہی نہیں دیا اس لئے ہمیں فی الحال یہی سوچنا چاہئے کہ دنیا لی یو کا کے وجود سے پاک ہو گئی!"

"لیکن شائد ہم اس کے گروہ کے انتقام سے نہ بچ سکیں۔" کرنل ڈکسن بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"ہر گز نہیں!" عمران نے مسکرا کر کہا!" اب لی یو کا کے گروہ کا ہر آدمی کم از کم کروڑ پتی تو ضرور ہی ہو جائے گا بس یہ سمجھو کہ گروہ ٹوٹ گیا! لی یو کا کی موجودگی میں ان پر دہشت سوار رہتی تھی اور وہ اس کے غلاموں سے بھی بدتر تھے دہشت کی وجہ یہ تھی کہ لی یو کا کا وجود تاریکی میں ہوتا تھا اور میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ پچھلے پچیس سال سے اسکا گروہ بغاوت پر آمادہ رہا ہے! اس کی طرف سے آپ لوگ مطمئن رہیں! کوئی لی یو کا کے نام پر آپ کی طرف انگلی بھی نہ اٹھا سکے گا!"

"لیکن تمہیں یقین کیسے آ گیا تھا کہ بار توش ہی لی یو کا ہے!" کرنل ضرغام نے پوچھا۔

"مجھے اس پر اسی دن شبہ ہو گیا جب وہ مجھے جڑی بوٹیوں کی تلاش میں لے گیا تھا اس کے بعد سے میں مستقل طور پر اس کی ٹوہ میں لگا رہا اور پچھلی رات کو میں نے خود اسے چوکھٹ میں خنجر پیوست کرتے دیکھا تھا۔"

"اوہ" کرنل کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"مگر عمران صاحب! یہ آپ نے اپنی کامیابی کا سہرا انسپکٹر خالد کے سر کیوں ڈال دیا۔" صوفیہ نے پوچھا۔

"یہ ایک لمبی داستان ہے!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا "میں نہیں چاہتا کہ میرا نام اس سلسلہ میں مشہور ہو۔"

"آخر کیوں؟"

"ہاہا! میری ممی ٹھیٹھ مشرقی قسم کی خاتون ہیں اور ڈیڈی سو فی صدی انگریز.... وہ تو بعض اوقات واک آؤٹ کر جاتے ہیں! مگر ممی گاڈ مے انگریز ہر ٹرائب! یعنی خدا ان کے بال بچوں کو آباد

رکھے.... کبھی کبھی جوتیاں سنبھال لیتی ہیں اور پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ خط استوا سے کتنے فاصلے پر ہوں! یقین کیجئے کہ بعض اوقات ایسی حالت میں مجھے بیس کا پہاڑہ بھی یاد نہیں آتا۔"

"لڑکے تم بڑے خطرناک ہو!" کرنل ضرغام مسکرا کر بولا۔ "مگر آخر یہ تمہاری ائیر گن کیا بلا ہے جس نے بارتوش کا ایک بازو توڑ دیا!"

"کیا عرض کروں!" عمران مغموم لہجے میں بولا! "میں اس کم بخت سے عاجز آگیا ہوں اس میں سے کبھی کبھی پوائنٹ ٹوٹو بور کی گولیاں نکل پڑتی ہیں.... ہے ناحماقت!"

۲۱

تین دن بعد اخبارات میں انسپکٹر خالد کی طرف سے ایک رپورٹ شائع ہوئی جس میں کرنل ضرغام تک چند پراسرار کاغذات پہنچنے کے حالات سے لے کر موجودہ گرفتاری تک کے واقعات بیان کئے گئے! آخر میں ان کاغذات کی نوعیت پر بحث کرتے ہوئے کہا گیا تھا کہ اگر کرنل ضرغام چینی اور جاپانی زبانوں سے نابلد نہ ہوتا یا اگر وہ کاغذات کسی ایسے آدمی تک لے جائے گئے ہوتے جس کے لئے یہ دونوں زبانیں اجنبی نہ ہوتیں تو لی یوکا کی شخصیت کافی حد تک روشنی میں آگئی ہوتی! ان کاغذات میں ایک چینی سراغرساں کی رپورٹ بھی شامل تھی جو چینی محکمہ سراغرسانی کے ہیڈ کوارٹر کے لئے لکھی گئی تھی! اس رپورٹ میں کہا گیا تھا کہ موجودہ لی یوکا.... جاپانی نہیں بلکہ زیکوسلواکیہ کا ایک باشندہ ہے! انسپکٹر خالد کے بیان کے مطابق اس چینی کی شخصیت مشتبہ تھی جس سے یہ کاغذات کرنل ضرغام کو ملے تھے اس کے متعلق وثوق سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ خود ہی سراغرساں تھا جس نے یہ رپورٹ لکھی تھی یا پھر وہ لی یوکا کا کوئی آدمی تھا جس نے یہ کاغذات اس سراغرساں سے حاصل کر کے لی یوکا تک پہنچانے چاہے تھے۔

انسپکٹر خالد کی رپورٹ میں کسی جگہ بھی عمران کا حوالہ نہیں تھا! لیکن رپورٹ خود عمران ہی نے تیار کی تھی!....

لی یوکا بارتوش نے ہوش میں آنے کے بعد نہ صرف اقرار جرم کر لیا بلکہ یہ بات بھی صاف کردی کہ اب اس کے بعد اس سلسلہ کا کوئی دوسرا لی یوکا نہ ہوگا!....

اس کے سر کی چوٹ جان لیوا ثابت ہوئی اور وہ اپنے متعلق کچھ اور بتانے سے پہلے ہی مر گیا۔

ختم شد

عمران سیریز نمبر 3

پراسرار چیخیں

(مکمل ناول)

(۱)

موڈی ایک رومان زدہ نوجوان امریکن تھا۔ مشرق کو بیسویں صدی کے سائنسی دور میں بھی پراسرار سمجھتا تھا.... اس نے بچپن سے اب تک خواب ہی دیکھے تھے.... دھندلے اور پراسرار خواب۔ جن میں آدمی کا وجود بیک وقت متعدد ہستیاں رکھتا ہے....!

بہر حال اس کی سریت پسندی ہی اسے مشرق میں لائی تھی.... اس کا باپ امریکہ کا ایک مشہور کروڑ پتی تھا.... موڈی بظاہر مشرق میں اسکی تجارت کا نگران بن کر آیا تھا.... لیکن مقصد دراصل اپنی سریت پسندی کی تسکین تھا....!

وہ شراب کے نشے میں شہر کے گلی کوچوں میں اپنی کار دوڑاتا پھرتا.... ایسے حصوں میں کم از کم ایک بار ضرور گزرتا تھا جہاں قدیم اور ٹوٹی پھوٹی عمارتیں ہوتی تھیں.... شام کا وقت اس کے لئے بہت موزوں ہوتا تھا.... سورج کی آخری شعاعیں صدہا سال پرانی عمارتوں کی شکستہ دیواروں پر پڑ کر عجیب سا ماحول پیدا کر دیتی تھیں.... اور موڈی کو اپنی روح ان ہی سال خوردہ دیواروں کے گرد منڈلاتی ہوئی محسوس ہوتی....

آج بھی وہ عالمگیری سرائے کے علاقے میں اپنی کار دوڑاتا پھر رہا تھا.... سورج غروب ہو چکا تھا.... دھندلکے کی چادر آہستہ آہستہ فضا پر مسلط ہوتی جا رہی تھی۔

موڈی کی کار ایک سنسان اور پتلی سی گلی سے گزر رہی تھی۔ رفتار اتنی دھیمی تھی کہ ایک بچہ بھی دروازہ کھول کر اندر آ سکتا تھا۔

موڈی اپنے خوابوں میں ڈوبا ہوا ہولے ہولے کچھ گنگنا رہا تھا.... اچانک کسی نے کار کا پچھلا دروازہ زور سے بند کیا.... آواز کے ساتھ ہی موڈی چونک کر مڑا۔ لیکن اندھیرا ہونے کی بناء پر کچھ دکھائی نہ دیا۔ دوسرے ہی لمحے میں موڈی نے اندر روشنی کر دی اور پھر اس کے ہاتھ اسٹیئرنگ

پر کانپ کر رہ گئے۔

"بجھادو!.... خدا کے لئے.... بجھادو!" اس نے ایک کپکپاتی ہوئی سی آواز سنی!

موڈی نے غیر ارادی طور پر سوئچ آف کر دیا.... اندر پھر اندھیرا تھا۔

"مجھے بچاؤ!" پچھلی نشست پر بیٹھی ہوئی لڑکی نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔ لہجہ مشرقی مگر زبان انگریزی تھی۔

"اچھا.... اچھا!" موڈی نے بوکھلا کر سر ہلاتے ہوئے کہا اور کار فراٹے بھرنے لگی....!

کافی دور نکل آنے کے بعد نشے کے باوجود بھی موڈی کو اپنی حماقت کا احساس ہوا.... وہ سوچنے لگا کہ آخر وہ اسے کس طرح بچائے گا.... کس چیز سے بچائے گا؟

"میں تمہیں کس طرح بچاؤں؟" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"مجھے کسی محفوظ جگہ پر پہنچا دیجئے.... میں خطرے میں ہوں۔"

"کوتوالی....!" موڈی نے پوچھا۔

"نہیں نہیں!" لڑکی کے لہجے میں خوف تھا۔

"کیوں! اگر تم خطرے میں ہو.... تو اس سے بہتر جگہ اور کیا ہو سکتی ہے۔"

"آپ سمجھتے نہیں! اس میں عزت کا بھی تو سوال ہے!"

"میں تمہاری بات سمجھ ہی نہیں سکتا.... بہر حال جہاں کہو اُتار دوں!"

"میرے خدا.... میں کیا کروں!" لڑکی نے شاید خود سے کہا۔ اس کی آواز میں بڑی کشش تھی۔ خوابناک سی آواز تھی۔ اتنی ہی دیر میں موڈی کو اس آواز میں قدیم اسرار کی جھلک محسوس ہونے لگی تھی۔

"کیا تمہارا اپنا گھر نہیں!" موڈی نے پوچھا۔

"ہے تو.... لیکن اس وقت گھر کا رخ کرنا موت کو دعوت دینا ہوگا۔"

"تم بڑی عجیب باتیں کر رہی ہو!"

"مجھے بچائیے۔ میں آپ پر اعتماد کر سکتی ہوں کیونکہ آپ ایک غیر ملکی ہیں۔"

"بات کیا ہے....!"

"ایسی نہیں جس پر آپ آسانی سے یقین کر لیں۔"

"پھر بتاؤ.... میں کیا کروں۔" موڈی نے بے بسی سے کہا۔

"مجھے اپنے گھر لے چلئے.... لیکن اگر وہاں کتے نہ ہوں۔ مجھے کتوں سے بڑا خوف معلوم ہوتا ہے۔"

"گھر لے چلوں!" موڈی تھوک نگل کر رہ گیا۔ اچانک اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس کے خوابوں میں سے ایک نے عملی جامہ پہن لیا ہو۔ وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ پھر بولا۔ "کتے ہیں

تو مگر خطرناک نہیں۔" موڈی نے کار اپنے بنگلے کی طرف موڑ دی۔

"لیکن خطرہ کس قسم کا ہے!" اس نے لڑکی سے پوچھا۔

"اطمینان سے بتانے کی بات ہے۔" لڑکی بولی۔ "اگر میں یہیں بتاتا.... شروع کر دوں تو آپ ہنسی میں اڑا دیں گے اور کچھ تعجب نہیں کہ کار سے اتر جانے کو کہیں۔"

موڈی خاموش ہو گیا۔ اس نے اس لڑکی کی صرف ایک جھلک دیکھی تھی اور سر سے پیر تک لرز کر رہ گیا تھا.... اس نے مشرق قدیم کے متعلق بہت کچھ پڑھا تھا.... بچپن ہی سے پڑھتا آیا تھا.... اس لٹریچر کی پر اسرار مشرقی حسینائیں اس کے خوابوں میں بس گئی تھیں!.... بار بار اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ اندر روشنی کر کے اسے ایک بار پھر دیکھے.... کتنا پر اسرار چہرہ تھا کیسی خوابناک آنکھیں.... اسے اس کے گرد روشنی کا ایک دائرہ سا نظر آیا تھا۔ پتہ نہیں یہ اس کا واہمہ تھا یا حقیقت تھی اس نے سوئچ آن کرنا چاہا لیکن ہمت نہ پڑی۔ لڑکی بھی خاموش ہو گئی تھی لیکن اس کی آواز اب بھی موڈی کے ذہن میں گونج رہی تھی۔

بنگلہ آگیا اور کار کمپاؤنڈ کے پھاٹک میں موڑ دی گئی.... موڈی کار کو گیراج کی طرف لے جانے کی بجائے سیدھا پورچ کی طرف لیتا چلا گیا اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد اس کے سامنے اس کے خوابوں کی تعبیر کھڑی تھی۔ ایک نوجوان مشرقی لڑکی جس کے خدوخال موڈی کو بڑے کلاسیکل قسم کے معلوم ہو رہے تھے.... وہ مشرقی ہی لباس میں تھی لیکن لباس سے خوشحال نہیں معلوم ہوتی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا چرمی سوٹ کیس تھا۔

"بب.... بیٹھو!" موڈی نے ہکلا کر صوفے کی طرف اشارہ کیا!

لڑکی بیٹھ گئی۔ موڈی اس انتظار میں تھا کہ لڑکی خود ہی گفتگو کرے گی لیکن وہ خاموش بیٹھی فرش کی طرف دیکھتی رہی.... ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ یہاں آنے کا مقصد ہی بھول گئی ہو.... موڈی کچھ دیر تک انتظار کرتا رہا لیکن جب اس کی خاموشی کا وقفہ بڑھتا ہی گیا تو اس نے کہا۔

"مجھے اب کیا کرنا چاہیے۔"

لڑکی چونک پڑی اور اس طرح چونکی جیسے اسے موڈی کی موجودگی کا احساس ہی نہ رہا ہو۔

"اوہ...." اس نے ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا۔ "میری وجہ سے آپ کو بڑی تکلیف ہوئی!"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں!" موڈی بولا! "کچھ پئیں گی آپ!"

"جی نہیں شکریہ!" لڑکی نے سوٹ کیس کو فرش پر رکھتے ہوئے کہا۔

وہ پھر خاموش ہو گئی.... اب موڈی کو الجھن ہونے لگی.... آخر اس نے اسے اصل موضوع کی طرف لانے کے لئے کہا۔ "میں ہر طرح آپ کی مدد کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں آپ سے کیا کہوں اور کس طرح گفتگو شروع کروں۔" لڑکی بولی!

"آپ کچھ کہئے بھی تو۔" موڈی نے جھنجھلا کر کہا۔ دراصل اس کا نشہ اکھڑ رہا تھا۔ ایسی حالت میں وہ ہمیشہ کچھ چڑ چڑا سا نظر آنے لگتا تھا۔

"ذرا.... ایک منٹ ٹھہریئے۔" لڑکی سوٹ کیس کو فرش سے اٹھا کر صوفے پر رکھتی ہوئی بولی۔ "میں آپ کی شکر گزار ہوں کہ آپ مجھے یہاں تک لائے۔ اب میں آپ سے ایک درخواست اور کروں گی۔"

"کہیے.... کہیے!" موڈی سگریٹ سلگاتا ہوا بولا۔

"میں کچھ دنوں کے لئے اپنی ایک چیز آپ کے پاس امانتاً رکھوانا چاہتی ہوں۔" لڑکی نے کہا اور سوٹ کیس کھول کر اس میں سے آبنوس کی ایک چھوٹی سی صندوقچی نکالی.... اور پھر جیسے ہی موڈی کی نظر اس صندوقچی پر پڑی اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں.... کیونکہ اس صندوقچی میں جواہرات جڑے ہوئے تھے!

"یہ ہمارے ملک کی ایک قدیم ملکہ کا سنگار دان ہے۔" لڑکی اسے موڈی کی طرف بڑھاتی ہوئی بولی۔ "آپ اسے کچھ دنوں کے لئے اپنے پاس رکھئے۔"

"کیوں.... وجہ؟"

"بات یہ ہے کہ میں ایک بے سہارا لڑکی ہوں۔ کچھ لوگ اس کی تاک میں ہیں۔ آج بھی انہوں نے اسے اڑانا چاہا تھا.... لیکن میں کسی طرح بچا لائی۔ گھر میں تنہا رہتی ہوں....؟"

"مگر یہ آپ کو ملا کہاں سے؟"

کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میں کہیں سے چرا لائی ہوں۔"

"اوہو! یہ مطلب نہیں!" موڈی جلدی سے بولا۔ "بات یہ ہے کہ....!"

"میری ظاہری حالت ایسی ہے کہ میں اس کی مالک نہیں ہو سکتی۔" لڑکی کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ دکھائی دی۔

"آپ میرا مطلب نہیں سمجھیں۔"

"دیکھئے میں آپ کو بتاتی ہوں۔" لڑکی نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"میں دراصل یہاں کے ایک قدیم شاہی خاندان سے تعلق رکھتی ہوں یہ سنگار دان مجھ تک وراثت میں پہنچا ہے.... اب میں اس خاندان کی آخری فرد ہوں۔"

"سچ مچ!" موڈی بے چینی سے پہلو بدلتا ہوا بولا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ شاید عنقریب اسے اپنے خوابوں کی تعبیر مل جائے گی۔

"ہاں تو آپ یہ خیال دل سے نکال دیجئے کہ میں اسے کہیں سے چرا کر لائی ہوں۔"

"دیکھئے آپ زیادتی کر رہی ہیں!" موڈی نے ملتجانہ انداز میں کہا۔

"میرا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا.... میں اس کی حفاظت کروں گا۔ شہزادی صاحبہ!"

"بہت بہت شکریہ..... لیکن میں آپ کو ایک خطرے سے آگاہ کردوں! ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ اسے حاصل کرنے کے سلسلہ میں آپ کو کوئی نقصان پہنچادیں۔"

"ناممکن!" موڈی اکڑ کر بولا۔ "میں اڑتے ہوئے پرندوں پر نشانہ لگا سکتا ہوں۔ یہاں کس کی مجال ہے کہ میری کمپاؤنڈ میں قدم رکھ سکے۔"

"ایک بار پھر سوچ لیجئے!" لڑکی نے اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھ کر کہا۔

"میں نے سوچ لیا! میں آپ کی مدد کروں گا۔ ابھی آپ کہہ رہی تھیں کہ آپ تنہا رہتی ہیں!"

"جی ہاں...."

"لیکن آپ اسے واپس کب لیں گی۔"

"جب بھی حالات سازگار ہوگئے۔ اسی لئے میں آپ سے کہہ رہی تھی کہ مدد کرنے سے پہلے حالات کو اچھی طرح سمجھ لیجئے۔"

"پرواہ نہ کیجئے! میں اب کچھ نہ پوچھوں گا۔ جو آپ کا دل چاہے کیجئے۔"

"اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتی کہ آپ اسے کچھ دنوں کے لئے اپنے پاس رکھ لیں۔"

"میں تیار ہوں۔ لیکن کیا آپ کبھی کبھی ملتی رہا کریں گی۔"

"یہ سب حالات پر منحصر ہے۔"

"لیکن اب آپ کی واپسی کس طرح ہوگی؟ کیا باہر وہ لوگ آپ کی تاک میں نہ ہوں گے۔"

"ہوا کریں لیکن اب وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے!"

"کیوں۔ کیا ابھی کچھ دیر قبل آپ ان سے خائف نہیں تھیں۔"

"ضرور تھی لیکن اب وہ چیز میرے پاس نہیں ہوگی جس کی وجہ سے میں خائف رہتی تھی۔"

"ممکن ہے وہ آپ کو قابو میں کرنے کے بعد آپ پر جبر کریں۔"

"میرا دل کافی مضبوط ہے۔"

"آپ پولیس کو کیوں نہیں مطلع کرتیں۔"

"اوہ اس طرح بھی ایک خاندانی چیز کے ضائع ہو جانے کا امکان باقی رہ جاتا ہے۔ حکومت ایسی صورت میں یہ ضرور چاہے گی کہ اسے آثار قدیمہ کے کسی شعبے میں رکھ لیا جائے۔"

"ہاں یہ بات تو ٹھیک ہے۔" موڈی نے سر ہلا کر کہا۔

"نہ میں پولیس کو اطلاع دے سکتی ہوں اور نہ فی الحال اسے اپنے پاس رکھ سکتی ہوں.... اف میرے خدا میں کیا کروں۔ یہ دونوں ہی صورتیں مجھے پولیس کی نظر میں مشتبہ بنادیں گی۔ اس لئے خاموشی ہی بہتر پالیسی ہوگی۔"

"آپ ٹھیک کہتی ہیں شہزادی صاحبہ۔ میں اس کی پوری پوری حفاظت کروں گا۔"

"بہت بہت شکریہ!"

"کیا آپ کا نام اور پتہ پوچھنے کی جرأت کر سکتا ہوں۔"

"نام.... میرا نام دردانہ ہے.... اور پتہ.... نہیں پتہ نہ پوچھئے.... آپ نہیں سمجھ سکتے کہ میں کن پریشانیوں میں مبتلا ہوں.... میں آپ سے ملتی رہوں گی۔"

"بہت اچھا! میں آپ کو مجبور نہیں کروں گا۔ کیا آپ رات کا کھانا میرے ساتھ پسند کریں گی۔"

"نہیں شکریہ!" لڑکی اٹھتی ہوئی بولی۔ "آپ ذرا تکلیف کر کے مجھے پھاٹک تک چھوڑ آیئے۔" موڈی چاہتا تھا کہ وہ ابھی کچھ دیر اور رکے.... لیکن دوبارہ کہنے کی ہمت نہیں پڑی.... نہ جانے کیوں اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ لڑکی شہزادیوں کے سے انداز میں اس سے تحکمانہ لہجے میں گفتگو کرے اور وہ ایک غلام کی طرح سر جھکائے کھڑا سنتا رہے۔

وہ اس کے ساتھ پھاٹک تک آیا.... اور اس وقت تک کھڑا اسے جاتے دیکھتا رہا جب تک کہ وہ نظروں سے اوجھل نہیں ہوگئی۔ موڈی نے اسے کہا بھی تھا کہ وہ جہاں کہے اسے کار پر پہنچادیا جائے لیکن لڑکی نے اسے منظور نہیں کیا تھا۔

موڈی اس کے جانے کے بعد کافی دیر تک کھڑا اندھیرے میں گھورتا رہا پھر واپس چلا آیا۔ سب سے پہلے اس نے وہسکی کے دو تین پگ پئے اور پھر سنگار دان کو ڈرائنگ روم سے اٹھا کر اپنے سونے کے کمرے میں لایا۔ اس پر جڑے ہوئے جواہرات بجلی کی روشنی میں جگمگا رہے تھے.... موڈی نے اسے کھولنے کی کوشش نہیں کی.... وہ پھر اپنے پراسرار خوابوں میں کھو گیا تھا۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ اب سے پانچ سو سال قبل کی دنیا میں سانس لے رہا ہو اور ا
کی حیثیت کسی شہزادی کے باڈی گارڈ کی سی ہو! وہ اس کے دشمنوں سے جنگ کر رہا ہو.... نشے میں تو تھا ہی اس نے سچ مچ خیالی شہزادی کے خیالی دشمنوں سے جنگ شروع کردی۔ اس کا پہلا گھونسہ دیوار پر پڑا، دوسرا میز پر اور تیسرا غالباً اس کے سر پر.... وہ غل غپاڑہ مچا کہ سارے نوکر اکٹھا ہوگئے۔

(۲)

عمران اپنے آفس میں بیٹھا ایک فائیل کی ورق گردانی کر رہا تھا۔ عمران اور آفس.... بات حیرت انگیز ضرور ہے۔ مگر وہ بیچارہ زبردستی کی اس پکڑ دھکڑ کو کیا کرتا جو سرکاری طور پر اس کے لئے کی گئی تھی.... لی یوکا کی گرفتاری کے بعد سے وہ کسی طرح بھی خود کو نہ چھپا سکا تھا۔ پھر دیہلان

عمارت والا کیس بھی منظر عام پر آ گیا تھا۔ یہ دونوں ہی کیس ایسے اہم تھے کہ انہیں نپٹانے والے کی شخصیت پردہ راز میں رہ ہی نہیں سکتی تھی! عمران کے والد جو محکمہ سراغرسانی کے ڈائریکٹر جنرل تھے خبط الحواس بیٹے کی ان صلاحیتوں پر بمشکل یقین کر سکے۔ وہ تو اسے گاؤدی، احمق اور نہ جانے کیا کیا سمجھتے تھے۔

آنریبل وزیر داخلہ نے عمران کو مدعو کر کے یہ نفس نفیس محکمہ سراغرسانی میں ایک اچھے عہدے کی پیش کش کی اور عمران سے انکار کرتے نہ بن پڑا.... لیکن اس نے بھی اپنی شرائط پیش کیں، جو منظور کر لی گئیں.... اس کی سب سے پہلی تجویز یہ تھی کہ وہ اپنے طور پر جرائم کی تفتیش کرے گا۔ اس کا ایک سیکشن الگ ہوگا اور اس کا تعلق براہ راست ڈائریکٹر جنرل سے ہوگا اور وہ ڈائریکٹر جنرل کے علاوہ اور کسی کو جوابدہ نہیں ہوگا اور وہ اپنے سیکشن کے آدمیوں کا انتخاب خود کرے گا۔ ضروری نہیں کہ وہ اس کے لئے نئی بھرتیوں کی فرمائش کرے۔ جب بھی اسے محکمے ہی کا کوئی ایسا آدمی ملے گا، جو اس کے کام کا ہو وہ اسے اپنے سیکشن میں لینے کی سفارش ضرور کرے گا۔ اس کے سیکشن کے عملے کی تعداد دس سے زیادہ نہیں ہوگی۔“

شرائط منظور ہو جانے کے بعد عمران نے اپنی خدمات پیش کر دیں لیکن رحمان صاحب کو اس وقت بڑی شرمندگی ہوئی جب انہوں نے سنا کہ عمران اپنے عملے کے لئے انتہائی ناکارہ اور اونگھتے ہوئے سے آدمیوں کو منتخب کر رہا ہے.... اس نے ابھی تک چار آدمی منتخب کئے تھے اور یہ چاروں بالکل ہی ناکارہ تصور کئے جاتے تھے۔ کوئی بھی انہیں اپنے ساتھ رکھنا پسند نہیں کرتا تھا، اور ان بیچاروں کی زندگی تبادلوں کی نذر ہو کر رہ گئی تھی! ان کی شخصیتیں صفر کے برابر تھیں! دبلے پتلے جھینگر جیسے؟ کاہل، نکمے اور کام چور.... انہیں بات کرنے کا بھی سلیقہ نہیں تھا.... عمران جانتا تھا کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ آخر وہی ہوا جس کی توقع تھی.... رحمان صاحب نے اسے آفس میں بلا کر اچھی طرح خبر لی۔

”میرا بس چلے تو تمہیں دھکے دلوا کر یہاں سے نکلوا دوں۔“ انہوں نے کہا۔

”میں اس جملے کی سرکاری طور پر وضاحت چاہتا ہوں!“ عمران نے نہایت ادب سے کہا۔ اس پر رحمان صاحب اور زیادہ جھلا گئے۔ لیکن پھر انہیں فوراً خیال آ گیا کہ وہ اس وقت اپنے بیٹے سے نہیں بلکہ اپنے ایک ماتحت آفیسر سے مخاطب ہیں۔

”تم نے ایسے نکمے آدمیوں کا انتخاب کیوں کیا ہے۔“ انہوں نے ضبط کرتے ہوئے کہا۔

”محض اس لئے کہ میں اس محکمے میں کسی کو بھی نکما نہیں دیکھ سکتا۔“ عمران کا جواب تھا۔ رحمان صاحب دانت پیس کر رہ گئے۔ لیکن کچھ بولے نہیں۔ عمران کا جواب ایسا نہیں تھا جس پر مزید کچھ کہا جا سکتا! بہر حال انہیں خاموش ہو جانا پڑا.... کیونکہ عمران نے اپنے معاملات براہِ راست وزارت داخلہ سے طے کئے تھے۔ کچھ لوگ عمران کی ان حرکتوں کو حیرت سے دیکھتے اور کچھ اس کا مضحکہ اڑاتے! لیکن عمران ان سب سے بے پرواہ اپنے طور پر اپنے سیکشن کے انتظامات مکمل کر رہا تھا۔

اس وقت بھی اس کے سامنے ایک فائیل رکھا ہوا تھا! اس میں چند ایسے کیسوں کے کاغذات تھے جن میں محکمے کو کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ اس فائیل کو دیکھنے کی ضرورت یوں پیش آئی کہ ایک بہت پرانے کیس میں دوبارہ جان پیدا ہو چلی تھی۔ یہ کیس دس سال پرانا اور نامکمل تھا۔ محکمہ سراغرسانی اس کی تہہ تک نہیں پہنچ سکا تھا۔ دس سال پہلے تو وہ اتنا عجیب واقعہ نہیں تھا۔ مگر اب.... اب تو اس نے ایسی حیرت انگیز شکل اختیار کر لی تھی کہ سارا شہر سناٹے میں آ گیا تھا۔ کیس کی نوعیت عجیب تھی.... اب سے دس سال پیشتر شہر کے مشہور رئیس نواب ہاشم کو کسی نے اس کی خواب گاہ میں قتل کر دیا تھا.... مگر پھر اچانک دس سال بعد نواب ہاشم دوبارہ گوشت پوست میں دکھائی دیا.... وہ کسی طویل سفر سے واپس آیا تھا۔

عمران نے فائیل بند کر کے میز کے ایک گوشے پر رکھ دیا اور جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکال کر اس کا کاغذ پھاڑنے لگا! اتنے میں سپرنٹنڈنٹ فیاض کے اردلی نے آ کر کہا....

”صاحب نے سلام بولا ہے۔“

”وعلیکم السلام“ عمران نے کہا اور کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ اردلی بوکھلا کر رہ گیا.... وہ انگریزوں کے وقت کا آدمی تھا.... اور........ ”سلام“ کا مقصد اس دور میں بلاوے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا تھا جب کسی انگریز آفیسر کو اپنے ماتحت آفیسر کو بلوانا ہوتا تو وہ اپنے اردلیوں سے اسے اسی طرح سلام بھجوا دیا کرتا تھا.... لیکن آج فیاض کے اردلی کو عمران کے ”وعلیکم السلام“ نے بوکھلا دیا.... وہ چند لمحے عمران کی میز کے قریب کھڑا بغلیں جھانکتا رہا۔ پھر الٹے پاؤں واپس چلا گیا.... خود اس کی ہمت تو نہیں پڑی کہ وہ کیپٹن فیاض تک عمران کا ”وعلیکم السلام“ پہنچاتا۔ لیکن اس نے اس کا تذکرہ فیاض کے پرسنل اسسٹنٹ سے کر دیا۔ یہ پرسنل اسسٹنٹ ایک لڑکی تھی۔ وہ کافی دیر تک ہنستی رہی پھر اس نے سلام کا جواب فیاض تک پہنچا دیا.... فیاض بھنا گیا.... وہ عمران کا دوست ضرور تھا۔ لیکن جب سے عمران اس محکمے میں آیا تھا اسے اپنا ماتحت سمجھنے لگا تھا۔ اس بار اس نے اردلی کو بلا کر کہا ”جا کر کہو! صاحب بلا رہے ہیں۔“

اردلی چلا گیا.... تھوڑی دیر بعد عمران کمرے میں داخل ہوا۔

”بیٹھ جاؤ!“ فیاض نے کرسی کی طرف اشارہ کیا.... عمران بیٹھ گیا۔ فیاض چند لمحے اسے گھورتا رہا پھر بولا ”دوستی اپنی جگہ.... لیکن آفس میں تمہیں حفظِ مراتب کا خیال رکھنا ہی پڑے گا۔“

”میں نہیں سمجھا! تم کیا کہہ رہے ہو۔“

"میں تمہارا آفیسر ہوں۔"

"اخاہ۔" عمران بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "یہ تم سے کس گدھے نے کہہ دیا کہ تم میرے آفیسر ہو! دیکھو میاں فیاض! میرا اپنا الگ ڈیپارٹمنٹ ہے اور میں اس کا اکلوتا انچارج ہوں.... اور میں براہ راست ڈائریکٹر جنرل کو جواب دہ ہوں سمجھے!"

"سمجھا۔" فیاض طویل سانس لے کر بولا اور کچھ نرم پڑ گیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اسے اپنی ترقی کا "معجزہ" یاد آگیا ہو۔ وہ پہلے صرف انسپکٹر تھا۔ لیکن پانچ سال کے اندر حیرت انگیز طور پر سپرنٹنڈنٹ ہو گیا تھا.... اس کا دل ہی جانتا تھا کہ اس ترقی کے لئے عمران نے کیا کچھ نہیں کیا تھا۔

"دیکھو میرا مطلب یہ تھا کہ تم آفس میں بھی اپنے اُلو پن سے باز نہیں آتے۔"

"یہ کہاں لکھا ہے کہ اس آفس میں الوؤں کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے....!"

"او بابا ختم بھی کرو.... میں تم سے ایک اہم مسئلہ پر گفتگو کرنا چاہتا تھا!"

"میرا خیال ہے کہ میرا الو پن بھی نہایت اہم ہے.... کیونکہ اسی الو پن کی وجہ سے میں یہاں تک پہنچا ہوں۔ ویسے میں جانتا ہوں کہ تم نواب ہاشم کے متعلق گفتگو کرنا چاہتے ہو!"

"تم نے پورا کیس سمجھ لیا۔"

"سمجھ لیا ہے۔ لیکن یہ نہیں سمجھ سکا کہ آخر اسے قتل کیوں قرار دیا گیا۔ ہزار حالات ایسے تھے کہ اسے خودکشی بھی سمجھا جا سکتا تھا۔"

"مثلاً....!" فیاض نے اسے معنی خیز نظروں سے دیکھ کر پوچھا۔

"مثلاً یہ کہ فائر اس کے چہرے پر کیا گیا تھا۔ بندوق بارہ بور کی تھی اور کارتوس ایس جی، چہرے کے پرخچے اڑ گئے تھے شکل اس طرح بگڑ گئی تھی کہ شناخت مشکل تھی.... وہ صرف اپنے لباس اور چند دوسری نشانیوں کی بناء پر پہچانا گیا تھا! بندوق اس کے قریب ہی پڑی ہوئی ملی تھی اور اس کا ثبوت بھی موجود ہے کہ گولی بہت ہی قریب سے چلائی گئی تھی۔ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کہتی ہے کہ بندوق کے دہانے کا فاصلہ چہرے سے ایک بالشت سے زیادہ نہیں ہو سکتا...."

"گولی مارو یار!" فیاض میز پر ہاتھ مار کر بولا۔ "وہ کم بخت تو زندہ بیٹھا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ بعض وجوہ کی بناء پر کسی کو کچھ بتائے بغیر گھر سے چلا گیا تھا۔ اتنے دنوں تک جنوبی براعظموں کی سیاحت کرتا رہا اور اب واپس آیا ہے.... اس کی خوابگاہ میں کس کی لاش پائی گئی....؟ نواب ہاشم اس سے لاعلم ہے۔"

"ذرا ٹھہرو!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "تو اس کا یہ مطلب کہ جس رات لاش پائی گئی تھی اس دن وہ اپنے گھر ہی میں رہا ہو گا۔"

"ظاہر ہے۔"

"تو پھر اسی رات کو.... گھر سے روانہ ہوا.... اور رات کو ایک ایسے آدمی کو اس کی خوابگاہ میں حادثہ پیش آیا، جو اسی کے سلیپنگ سوٹ میں ملبوس تھا۔"

"بات تو یہی ہے۔" فیاض نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔

عمران چند لمحے کچھ سوچتا رہا۔ پھر بولا۔ "اب وہ اس لاش کے متعلق کیا کہتا ہے۔"

"اس کا جواب صاف ہے.... وہ کہتا ہے بھلا میں کیا بتا سکتا ہوں۔ گھر والوں کی غلطی ہے۔ انہوں نے لاش اچھی طرح شناخت نہیں کی!"

"لیکن کسی کو کچھ بتائے بغیر اس طرح غائب ہو جانے کا کیا مقصد تھا۔"

"عشق!" فیاض ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"اوہ تب تو میں کچھ بھی نہیں کر سکتا!" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔ "مثل مشہور ہے کہ عشق کے آگے بھوت بھی بھاگتا ہے۔"

"سنجیدگی عمران سنجیدگی!"

"میں بالکل سنجیدہ ہوں! اگر وہ اس طرح گھر سے نہ بھاگتا تو اسے سچ مچ کسی سے عشق ہو جاتا۔"

"بکواس مت کرو.... عشق میں ناکام رہنے پر وہ دل شکستہ ہو گیا تھا۔ اس لئے اسے یہاں سے چلا جانا پڑا...."

"خدا سے ڈرو فیاض وہ جنگ کا زمانہ تھا اور اس زمانے کا رواج یہ تھا کہ لوگ عشق میں ناکام ہونے پر فوج میں بھرتی ہو جایا کرتے تھے۔ ایسے حالات میں سیاحی کا دستور نہیں تھا۔"

"میرا دماغ مت خراب کرو!" فیاض جھلا کر بولا۔ "جاؤ یہاں سے۔" عمران چپ چاپ اٹھا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ اس کے کمرے میں ٹیلیفون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ اس نے ریسیور اٹھایا۔

"ہیلو.... ہاں عمران کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے.... کون....! موڈی کیا بات ہے آخر کچھ بتاؤ بھی تو--ارے بس یار کان نہ کھاؤ.... اچھا میں ابھی آرہا ہوں۔"

ریسیور رکھ کر وہ دروازے کی جانب مڑا۔ جہاں اس کا ایک مریل سا ماتحت کھڑا اسے گھور رہا تھا.... اس کے چہرے کی رنگت زرد تھی۔ گال پچکے ہوئے اور بال پریشان تھے۔

"ہوں.... کیا خبر ہے۔" عمران نے اس سے پوچھا۔

"جناب! میں نے کچھ معلومات فراہم کی ہیں۔"

"شاباش۔ دیکھا تم نے! پہلے تم کہا کرتے تھے کہ معلومات تم سے دور بھاگتی ہیں مگر اب.... اب تم اچھے خاصے جا رہے ہو۔ عنقریب سارجنٹ ہو جاؤ گے.... لیکن میری یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا کہ دوسروں کو الو بنانے کا سائنٹیفک طریقہ یہ ہے کہ خود اُلو بن جاؤ سمجھے!"

"جی جناب! میں بالکل سمجھ گیا.... خیر رپورٹ سنئے! نواب ہاشم حویلی سے باہر نہیں نکلتا!

آج ایک سرخ رنگ کی کار حویلی میں دو بار آئی تھی.... حویلی کی کمپاؤنڈ میں ایک لڑکا تقریبا آدھے گھنٹے تک منہ سے طبلہ بجا بجا کر فلمی گیت گاتا رہا۔ پھر گیارہ بجے ایک نہایت شوخ اور الھڑ قسم کی مہترانی حویلی میں داخل ہوئی اس کے بائیں گال پر سیاہ رنگ کا ابھرا ہوا سا تل تھا.... چہر بیضوی! آنکھیں شربتی قد ساڑھے چار اور پانچ کے درمیان میں....“

”ہائیں.... واقعی تم ترقی کررہے ہو۔“ عمران مسرت بھرے لہجے میں چیخا۔ ”شاباش.... ہر چیز کو بہت غور سے دیکھو.... کار جو دو بار آئی تھی اس کا نمبر کیا تھا....“

”اس پر تو میں نے دھیان نہیں دیا جناب۔“

”فکر نہ کرو.... آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہو جائے گا.... اچھا اب جاؤ چار بجے شام پھ تمہاری وہیں ڈیوٹی ہے....!“

عمران نے باہر آکر سائبان کے نیچے سے اپنی سیاہ رنگ کی ٹوسٹیر نکالی اور موڈی کے بنگلے ک طرف روانہ ہوگیا۔ موڈی اس کے گہرے دوستوں میں سے تھا، عمران جب وہاں پہنچا تو موڈ شراب پی رہا تھا.... وہ تقریباً ہر وقت نشے میں رہتا تھا۔ عمران کو دیکھ کر وہ کرسی سے اٹھا او لکھنوی انداز میں اسے سلام کرتا ہوا پیچھے کی طرف کھسکنے لگا! وہ مشرقی طرزِ معاشرت کا دلدادہ تھ اور مشرقیوں کے ساتھ عموماً انہیں کا انداز اختیار کرنے کی کوشش کیا کرتا تھا!

(۳)

موڈی نے اپنی داستان شروع کردی تھی! عمران بغور سن رہا تھا۔

”تو وہ سنگار دان میرے پاس چھوڑ کر چلی گئی!“ موڈی نے بیان جاری رکھا۔ ”....اور اُ رات کو کچھ نامعلوم افراد نے میرے بنگلے میں داخل ہونے کی کوشش کی۔

”کیا تم جاگ رہے تھے؟“ عمران نے پوچھا۔

”میں رات بھر جاگتا رہا تھا۔ میں نے انہیں دیکھا، دو تین فائر کئے.... اور وہ ڈر کر بھاگ گئے

لیکن دوسرے ہی دن سے یہاں اجنبیوں کا تار بندھ گیا ایسی ایسی شکلیں دکھائی دیں کہ میں حیرا رہ گیا۔ ان میں سے کوئی نوکری کے لئے آیا تھا۔ کوئی امریکی طرزِ حیات کے متعلق معلومات چاہ تھا کوئی محض اس لئے آیا تھا کہ مجھ سے دوستی کرنا چاہتا تھا!.... تقریباً دس پندرہ آدمی اس طر مجھ تک پہنچے۔ اس سے پہلے یہاں کوئی نہیں آتا تھا.... پھر شام کو ایک عجیب و غریب آدمی آیا اس کے چہرے پر سیاہ رنگ کی گھنی داڑھی تھی اور آنکھوں پر تاریک شیشے کی عینک!.... اس۔ کہا کہ وہ میرے بنگلے کا مالک ہے۔ واضح رہے کہ میں نے یہ بنگلہ ایک ایجنسی کی معرفت کرایہ حاصل کیا ہے اور اس عجیب نووارد نے مجھ سے کہا کہ اسے ایجنسی والوں پر اعتماد نہیں ہے! میں ذ

بنگلے کی اندرونی حالت دیکھنا چاہتا ہوں....! تم خود سوچو عمران ڈیئر، میں الو تو تھا نہیں کہ اسے اندر داخل ہونے کی اجازت دیتا اور پھر ایسے حالات میں.... لو میری جان! تم بھی پیو....“

”نہیں شکریہ!.... ہاں! پھر کیا ہوا؟“

”تم جانتے ہو کہ میں خود بڑا پراسرار آدمی ہوں۔“ موڈی نے موڈ میں آکر کہا ”مجھے کوئی کیا دھوکا دے گا.... میں نے اسے ٹہلا دیا!“ موڈی نے دوسرا گلاس لبریز کرکے ہونٹوں سے لگالیا!....

”لڑکی پھر آئی تھی؟“ عمران نے پوچھا۔

”ہائے یہی تو داستان کا بڑا پردرد حصہ ہے! میرے دوست!“ موڈی ایک سانس میں گلاس خالی کرکے اسے میز پر پٹختا ہوا بولا۔ وہ آئی تھی.... آج سے دس دن پہلے کا واقعہ ہے۔ آئی اور کہنے لگی کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں؟ ایسی چیز کو اپنے پاس کیسے رکھوں، میں ایک بے سہارا لڑکی ہوں، میری گردن ضرور کٹ جائے گی!.... میں نے اس سے کہا کہ وہ اسے کسی معقول آدمی کے ہاتھ فروخت کیوں نہیں کردیتی! اس طرح اس کی مالی حالت بھی درست ہو جائے گی!.... تھوڑی ہچکچاہٹ کے بعد وہ راضی ہوگئی، میں نے اسے پچیس ہزار کا آفر دیا!.... اس پر وہ کہنے لگی کہ نہیں یہ بہت زیادہ ہے۔ اس کی دانست میں اس کی قیمت زیادہ نہیں تھی! میں نے سوچا کتنی بھولی ہے!.... ہائے عمران پیارے وہ اب بھی! ہائے.... میں نے اسے زبردستی پچیس ہزار کے نوٹ گن دیئے....! اس دوران میں ہر رات مجھے ریوالور لے کر اس سنگار دان کی حفاظت کے لئے جاگنا پڑتا تھا....!“

”ارے وہ ہے کہاں؟ میں بھی تو دیکھوں۔“ عمران بولا۔

”ٹھہرو.... دکھاتا ہوں....“ یک بیک موڈی کا موڈ بگڑ گیا.... اس کا اوپری ہونٹ بھینچ گیا تھا اور آنکھوں سے خون سا ٹپکتا معلوم ہو رہا تھا.... عمران نے اس کے جذباتی تغیر کو حیرت سے دیکھا۔ لیکن کچھ بولا نہیں.... موڈی جھٹکے کے ساتھ اٹھا اور دوسرے کمرے میں چلا گیا! عمران چپ چاپ بیٹھا رہا۔ دفعتاً اس نے دوسرے کمرے میں شور و غل کی آوازیں سنیں اور ساتھ ہی نوکر بھاگتا ہوا کمرے میں آیا!....

”صاحب“ اس نے ہانپتے ہوئے عمران سے کہا۔ ”موڈی صاحب کو بچایئے۔“

”کیا ہوا؟“ عمران اچھل کر کھڑا ہوگیا.... نوکر نے کمرے کے دروازے کی طرف اشارہ کیا اور خود بھی بھاگتا ہوا اسی کمرے میں چلا گیا! عمران جھپٹ کر کمرے میں پہنچا!.... موڈی عجیب حال میں نظر آیا! دو تین نوکر اس کی کمر سے لپٹے ہوئے تھے اور وہ ایک سیاہ رنگ کے ڈبے سے اپنا سر پھوڑ رہا تھا!

"ہٹ جاؤ.... ہاٹ جاؤ!" وہ حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخ رہا تھا اور ساتھ ہی ڈبے سے اپنے سر پر ضربیں لگاتا جا رہا تھا!۔

عمران نے بدقت تمام وہ ڈبہ اس کے ہاتھ سے چھینا.... اور نوکروں نے کسی نہ کسی طرح اسے دھکیل کر ایک صوفے میں ڈال دیا۔ عمران نے ڈبے کو ہاتھوں میں تول کر دیکھا اور پھر اس کی نظران جواہرات پر جم گئی، جو ڈبے کے چاروں طرف جڑے ہوئے تھے!۔

"یہی ہے!" موڈی صوفے سے اٹھ کر دھاڑا.... "یہی ہے!"

"ہوش میں آ جاؤ بیٹا۔ ورنہ ٹھنڈے پانی کی بالٹی میں غوطہ دوں گا!" عمران بولا!

"میں بالکل ہوش میں ہوں" موڈی نے حلق پھاڑ کر کہا۔ "جب سے میں نے اس کی قیمت ادا کی ہے.... چین سے رات بھر سوتا ہوں۔ سمجھے تم.... یا ابھی اور حلق پھاڑوں!"

"اب تم سو جاؤ!" عمران نے کہا۔ "پھر کبھی بات کریں گے....!"

"کیا.... ارے کیا! اب تم بھی کام نہ آؤ گے؟"

"تو پھر تم ہوش کی باتیں کرو!"

"ارے بابا۔" موڈی پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا۔ "اس کے خریدنے کے بعد سے اب تک ایک بھی پراسرار آدمی دکھائی نہیں دیا۔ کسی نے بھی اسے حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی...."

"ہام...." عمران ایک طویل سانس لیتا ہوا بولا۔ تو یہ کہو.... میں سمجھ گیا۔ "سمجھ گئے نا!"

"ہاں.... اور اگر تمہاری اسرار پرستی کا یہی عالم رہا تو تم یہاں سے کنگال ہو کر جاؤ گے.... ارے مجھے تو ڈر ہے کہ کہیں تم کچھ دنوں کے بعد گنڈے اور تعویذوں کے چکر میں نہ پڑ جاؤ!"

"یہ کیا چیزیں ہیں؟"

"کچھ نہیں!.... اس لڑکی کا پتہ معلوم ہے؟"

"وہ عالمگیری سرائے میں رہتی ہے۔"

"عالمگیری سرائے بہت بڑا علاقہ ہے....!" عمران بولا۔

"لیکن یہ بتاؤ کہ اب میں کیا کروں.... مجھے پچیس ہزار روپوں کی پرواہ نہیں ہے! میں ت ہائے.... میں اسے دھوکے باز کس طرح سمجھوں! وہ تو مجھے ایک ایسی عورت معلوم ہوتی ہے، ج ہزاروں سال سے زندہ ہو.... تم نے رائیڈر ہیگرڈ کا ناول "شی" پڑھا ہے؟"

"او.... موڈی کے بچے تیرا دماغ خراب ہو جائے گا!" عمران اسے گھونسہ دکھا کر بولا....!

"نہیں! میں تم سے زیادہ ہوشمند ہوں۔" موڈی ہاتھ جھٹک کر بولا!

"کیا تم نے اس کے جواہرات کہیں پرکھوائے ہیں؟"

"پرکھوائے ہیں!.... مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ مجھے دھوکا دیا گیا....! ہائے مصیبت تو یہ ہے

کہ میں اسے دھوکے باز کیسے سمجھوں!.... نہیں وہ شہزادی ہے۔"

"ابے چپ! ڈفر کہیں کے....! کیا تم نے اس سے دوبارہ ملنے کی کوشش بھی کی؟"

"نہیں! میری ہمت نہیں پڑی!" عمران اسے ترحم آمیز نظروں سے دیکھ کر رہ گیا۔

"ان پتھروں کا تخمینہ کیا ہے؟" اس نے موڈی سے پوچھا!

"پتھر نہیں بلکہ.... پتھروں کی نقل کہو۔" موڈی بولا "ان سب کا تخمینہ ڈیڑھ سو سے زائد نہیں ہے!"

"او موڈی خدا تم پر رحم کرے!" عمران نے کہا اور موڈی اپنے سر پر ہاتھوں سے صلیب کی شکل بنانے لگا! تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ پھر عمران نے کہا "لڑکی کا مکمل پتہ ہے تمہارے پاس!"

"ہے.... لیکن کیا کرو گے....؟"

"کچھ بھی نہیں! ظاہر ہے کہ وہ اب وہاں نہ ہو گی یا ممکن ہے پہلے بھی نہ رہی ہو۔"

"ہائے! تو تم بھی یہی ثابت کر رہے ہو کہ وہ دھوکے باز ہے!...."

"اب تم بکواس نہ کرو! ورنہ گولی مار دوں گا!"

"گولی مار دو! مگر میں یقین نہیں کروں گا کہ وہ دھوکہ باز ہے! وہ بہار کی ہواؤں کی طرح ہولے ہولے چلتی ہے!.... اس کے رخساروں سے صبح طلوع ہوتی ہے!.... اس کے گیسوؤں میں شامیں انگڑائیاں لیتی ہیں!"

"اور میرا چانٹا تمہاری آنکھوں میں دنیا تاریک کر دے گا۔ میں کہتا ہوں مجھے اس کا پتہ چاہئے اور کچھ نہیں....!"

"سرائے عالمگیری کے علاقے میں.... صرف اتنا ہی اور اس کے آگے میں کچھ نہیں جانتا!"

لیکن عمران موڈی کو گھور کر بولا! "تم نے مجھے کیوں بلایا تھا! جب کہ تمہیں ہاتھ سے گئی ہوئی رقم کا افسوس بھی نہیں ہے!۔"

"پیارے عمران! میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم ثابت کر دو کہ وہ دھوکہ باز نہیں ہے!.... تم چونکہ سرکاری آدمی ہو! اس لئے میں تمہاری بات قطعی تسلیم کر لوں گا! ویسے اگر کوئی دوسرا کہے تو ممکن ہے مجھے یقین نہ آئے!"

"اچھا بیٹا!" عمران نے سر ہلا کر کہا۔ "میں کوشش کروں گا کہ محکمہ سراغرسانی میں شعبہ عشق و عاشقی بھی کھلوا دوں اور پھر تم یہ ساری باتیں مجھ سے فون پر بھی کہہ سکتے تھے۔"

"آہ! میں تمہیں کیسے سمجھاؤں! فون پر آپریٹر بھی سنتے ہیں! میں نہیں چاہتا کہ کوئی شہزادی دردانہ کو دھوکہ باز سمجھے.... آہ.... شہزادی....!"

"شہزادی کے بھتیجے میں چلا.... آئندہ اگر میرا وقت برباد کیا تو میں تمہیں برباد کر دوں گا!

اچھا.... میں اس سنگار دان کو اپنے ساتھ لئے جا رہا ہوں!“

”ہرگز نہیں!“ موڈی نے عمران کا ہاتھ پکڑ لیا، ”میں مرتے دم تک اس کی حفاظت کروں گا خواہ شہزادی کے دشمن کوہ قاف تک میرا پیچھا کریں!“

”تمہارا مرض لاعلاج ہے“ عمران نے مایوسی سے سر ہلا کر کہا اور سنگار دان کو میز پر رکھ کر کمرے سے نکل گیا.... موڈی حلق پھاڑ پھاڑ کر اسے پکار رہا تھا!....

(۴)

تھوڑی ہی دیر بعد عمران کی ٹوسٹیر ہاشم کی حویلی کے سامنے رکی!.... عمارت قدیم وضع کی تھی۔ لیکن پائیں باغ جدید ترین طرز کا تھا اور اس کے گرد گھری ہوئی قد آدم دیوار بھی بعد اضافہ معلوم ہوتی تھی! عمران نے گاڑی باہر ہی چھوڑ دی اور خود پائیں باغ میں پھاٹک سے گزر ہوا داخل ہوا۔ پھاٹک سے ایک روش سیدھی حویلی کے برآمدے کی طرف چلی گئی تھی! جیسے ہی سرخ رنگ کی بجری اس کے جوتوں کے نیچے کڑکڑائی نہ جانے کدھر سے ایک بڑا سا کتا آکر عمران کے سامنے کھڑا ہو گیا!۔

”میں جانتا ہوں!“ عمران آہستہ سے بڑبڑایا ”بھلا آپ کے بغیر ریاست مکمل ہو سکتی ہے! برا کرم راستے سے ہٹ جائیے!....“

کتا بھی بڑا عجیب تھا! نہ تو اس نے اپنے منہ سے آواز نکالی اور نہ آگے ہی بڑھا۔ دوسرے ہی لمحے عمران نے کسی کی آواز سنی جو شاید اس کتے ہی کو ریگی.... ریگی کہہ کر پکار رہا تھا۔ آواز نزدیک آتی گئی اور پھر مالتی کی جھاڑیوں سے ایک آدمی نکل کر عمران کی طرف بڑھا! یہ ادھیڑ عمر کا ایک مضبوط جسم والا آدمی تھا! آنکھوں سے عجیب قسم کی وحشت ظاہر ہوتی تھی۔ چہرہ گول اور ڈاڑھی مونچھوں سے بے نیاز! سر کے بال کھچڑی تھے۔ ہونٹ کافی پتلے اور جبڑے بھاری تھے۔ اس نے شارک اسکن کی پتلون اور سفید سلک کی قمیص پہن رکھی تھی!“

”فرمائیے!“ اس نے عمران کو گھور کر کہا۔

”میں نواب صاحب سے ملنا چاہتا ہوں!“

”کیوں ملنا چاہتے ہیں!“

”ان سے کھادوں کی مختلف اقسام کے متعلق تبادلہ خیال کروں گا۔“

”کھادوں کی اقسام!“ اس نے حیرت سے دہرایا! پھر بولا، ”آپ آخر ہیں کون؟“

”میں ایک پریس رپورٹر ہوں۔“

”پھر وہی پریس رپورٹر!“ وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔ پھر بلند آواز میں بولا۔ ”دیکھئے مسٹر میرے

پاس وقت نہیں ہے۔“

”مگر میرے پاس کافی وقت ہے!“ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔ ”میں دراصل آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ دس سال قبل وہ لاش کس کی تھی؟ کیا آپ اس پر روشنی ڈال سکیں گے؟“

”بس خدا کے لئے جائیے!“ وہ بیزاری سے بولا۔ ”میں اس کے متعلق کچھ نہیں جانتا! اگر مجھے پہلے سے اس عجیب و غریب واقعہ کا علم ہوتا تو شاید میں یہاں آنے کی زحمت ہی گوارا نہ کرتا!“

”مجھے سخت حیرت ہے!“ عمران نے کہا! ”آخر آپ نے کس رفتار سے اپنی روانگی شروع کی تھی کہ آپ کو اپنے قتل کی اطلاع نہ مل سکی!....“

”دیکھو! صاحبزادے میں بہت پریشان ہوں! تم کبھی فرصت کے وقت آنا!“ نواب ہاشم نے کہا۔

”اچھا یہی بتا دیجئے کہ آپ ایسے حالات میں کیا محسوس کر رہے ہیں!“

”میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ پاگل ہو گیا ہوں!.... پولیس میری زندگی میں بھی مجھے مردہ تصور کرتی ہے!.... میرا بھتیجا میری املاک پر قابض ہے!.... میں مہمان خانے میں مقیم ہوں!.... میرا بھتیجا کہتا ہے کہ آپ میرے چچا کے ہمشکل ضرور ہیں.... لیکن چچا صاحب کا انتقال ہو چکا ہے۔ عدالت نے اسے تسلیم کر لیا ہے لہٰذا آپ کسی قسم کا دھوکہ نہیں دے سکتے!“

”واقعی یہ ایک بہت بڑی ٹریجڈی ہے!“ عمران نے مغموم لہجے میں کہا!

”ہے نا!“ نواب ہاشم بولا۔ ”اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ مجھے نواب ہاشم تسلیم کرتے ہیں!“

”قطعی جناب! سوفیصدی! آج کل ہر بات ممکن ہے! میں اپنے اخبار کے ذریعہ لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کروں گا کہ یہ واقعی بعید از قیاس نہیں!“

”شکریہ! شکریہ! میرے ساتھ آئیے۔ میں آپ سے گفتگو کروں گا!“ نواب ہاشم ایک طرف بڑھتا ہوا بولا۔ عمران اس کے ساتھ ہو لیا.... دونوں ایک کمرے میں آئے....

”مگر حیرت ہے آپ کے بھتیجے نے آپ کو یہاں کیوں قیام کرنے دیا!“ عمران بیٹھتا ہوا بولا ”ایسی صورت میں تو اسے آپ سے دور ہی رہنا چاہئے تھا!“

”میں خود بھی حیران ہوں!“ نواب ہاشم نے کہا۔ ”میرے ساتھ اس کا رویہ برا نہیں.... وہ کہتا ہے چونکہ آپ میرے چچا سے بڑی حد تک مشابہت رکھتے ہیں اس لئے مجھے آپ سے محبت معلوم ہوتی ہے۔ آپ چاہیں تو زندگی بھر میرے ساتھ رہ سکتے ہیں۔ میں ہمیشہ آپ کی خدمت کرتا رہوں گا۔ لیکن یہ کبھی نہ کہیے کہ آپ ہی نواب ہاشم ہیں۔“

”بڑی عجیب بات ہے!“ عمران سر ہلا کر رہ گیا! کچھ دیر خاموشی رہی پھر نواب ہاشم نے کہا ”بھلا آپ کس طرح ثابت کیجئے گا کہ میں ہی نواب ہاشم ہوں۔“

”ہر ہر طرح کوشش کروں گا جناب!“ عمران نے کہا۔ چند لمحے خاموش رہا پھر راز دارانہ لہج
میں بولا ”یہاں اس شہر میں آپ کی دو چار پرانی محبوبائیں تو ہوں گی ہی!“

”کیوں! اس سے کیا غرض؟“ نواب ہاشم اسے تیز نظروں سے گھورنے لگا!

”اوہو! بس آپ دیکھتے جایئے! ذرا مجھے ان کے پتے تو بتایئے گا! سب معاملہ میں آن واحد می
فٹ کرلوں گا۔ جی ہاں!“

” آخر مجھے بھی تو کچھ معلوم ہو!....“

” ٹھہریئے! ذرا ایک سوال کا جواب دیجئے۔ کیا آپ واقعی یہ چاہتے ہیں کہ آپ کو نواب ہاش
ثابت کردیا جائے؟“

” آپ میرا وقت برباد کر رہے ہیں!“ دفعتاً نواب ہاشم جھنجھلا گیا!

”میں یہ کہنا چاہتا ہوں نواب صاحب کہ اگر آپ کو نواب ہاشم ثابت کردیا گیا تو پولیس بر
طرح آپ کے پیچھے پڑ جائے گی۔ بلکہ میرا خیال ہے کہ شاید آپ پولیس کے چکر میں پڑ بھی گ
ہوں۔ ظاہر ہے کہ پولیس اس آدمی کے متعلق آپ کو ضرور پریشان کرے گی، جس کی لاش
آپ کے نام سے شہرت پائی تھی!“

”میرے خدا! میں کیا کروں.... کاش مجھے ان واقعات کا پہلے سے علم ہوتا.... میں ہر
واپس نہ آتا!“

”لیکن اب آپ کہیں جا بھی نہیں سکتے!“.... عمران نے کہا!

”میں خود بھی یہی محسوس کرتا ہوں!“ نواب ہاشم نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

” آخر آپ اتنے پراسرار طریقے پر غائب کیوں ہوگئے تھے!“ عمران نے پوچھا!

”ختم کرو میاں! جو کچھ ہوگیا۔ دیکھ لیا جائیگا! میں پرانی باتیں کرید کر عوام کے لئے گفتگو
موضوع بننا پسند نہیں کروں گا اور پھر میں تم سے ایسی باتیں کیا کروں صاحبزادے۔“

”نہ کیجئے! لیکن میں جانتا ہوں کہ عنقریب آپ کسی بڑی مصیبت کا شکار ہو جائیں گے۔
عمران اٹھتا ہوا بولا.... اور پھر وہ واپسی کے لئے مڑا۔

”ذرا ٹھہریئے گا!“.... نواب ہاشم بھی اٹھتا ہوا بولا۔ ”آپ میرے متعلق کیا لکھیں گے!“

”یہ کہ آپ نواب ہاشم نہیں ہیں!“ عمران نے رک کر کہا لیکن مڑے بغیر جواب دیا۔

”میں تمہارے اخبار پر مقدمہ چلا دوں گا!“

”ہاں یہ بھی اسی صورت میں ہوگا! جب آپ کو عدالت نواب ہاشم تسلیم کرلے!“ عمران
پرسکون لہجے میں کہا۔

”تم ایسا نہیں کر سکتے!“ نواب ہاشم چیخ کر بولا!

”مجھے کوئی نہیں روک سکتا!“ عمران بھی اسی انداز میں چیخا۔

”میں تمہیں گولی مار دوں گا!“ نواب ہاشم کے چیخنے کا انداز بدستور باقی رہا۔

”دیکھوں تو کہاں ہے آپ کی بندوق؟“ عمران پلٹ پڑا۔ ”منہ چاہیے گولی مارنے کے لئے!“
عمران بھٹیار پنوں کے سے انداز میں ہاتھ ہلا کر نواب ہاشم سے لڑنے لگا! سب کچھ ہوگیا! بس ہاتھا پائی کی نوبت نہیں آئی! باہر کئی نوکر اکٹھے ہوگئے تھے! پھر ایک خوشرو اور قوی ہیکل آدمی کمرے میں داخل ہوا۔ اس کی عمر زیادہ سے زیادہ تیس سال رہی ہوگی! انداز سے کافی پھرتیلا آدمی معلوم ہوتا تھا!

”کیا بات ہے“ اس نے گرجدار آواز میں پوچھا؟

”یہ.... یہ“ نواب ہاشم عمران کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ ”کسی اخبار کا رپورٹر ہے۔“

”ہوگا! لیکن غل مچانے کی کیا ضرورت ہے!“

”یہ میرے خلاف اپنے اخبار میں مضمون لکھنے کی دھمکی دیتا ہے!“

”کیوں جناب! کیا معاملہ ہے؟“.... وہ عمران کی طرف مڑا۔

”آپ شاید نواب ساجد ہیں!....“

”جی ہاں! لیکن آپ خواہ مخواہ....!“

”ذرا ٹھہریئے!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”میں دراصل آپ سے ملنا چاہتا تھا اور درمیان میں یہ حضرت آکودے۔ کہتے ہیں کہ میں نواب ہاشم ہوں!“

”کیوں جناب!“ وہ نواب ہاشم کی طرف مڑا۔ ”میں نے آپ کو منع کیا تھا نا کہ فضول باتیں نہ کیجئے گا!“

”ارے او ساجد! تجھ سے خدا سمجھے، میں تیرا چچا ہوں!“

”اگر آپ میرے چچا ہیں تو میں آپ کو یہی مشورہ دوں گا کہ یہاں سے چپ چاپ چلے جایئے! ورنہ پولیس آپ کو بہت پریشان کرے گی!“ پھر اس نے عمران کی طرف دیکھ کر کہا۔

”کیوں جناب؟“

”قطعی قطعی!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”بلکہ بالکل جناب!“

”اچھا جناب! آپ مجھ سے کیوں ملنا چاہتے تھے!“

”آہا.... بات دراصل یہ ہے کہ میں آپ سے کتوں کے متعلق تبادلہ خیال کرنا چاہتا تھا!“
نواب ساجد عمران کو گھورنے لگا.... وہ کتوں کا شوقین تھا اور شہر میں اس سے زیادہ کتے اور کسی

کے پاس نہیں تھے!....

"آپ کی صورت سے تو نہیں معلوم ہوتا کہ آپ کو کتوں سے دلچسپی ہو!" نواب ساجد تھوڑی دیر بعد بولا۔

"اس میں شبہ نہیں کہ ابھی میری صورت آدمیوں ہی جیسی ہے.... لیکن میں کتوں کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہوں....!"

"کیا جانتے ہیں!"

"یہی کہ بعض اوقات کتے بلاوجہ بھی بھونکنے لگتے ہیں!...."

"ہوں! تو آپ سی آئی ڈی کے آدمی ہیں!" نواب ساجد عمران کو گھورنے لگا۔

"میں اے سے لے کر زیڈ تک کا آدمی ہوں۔ آپ اس کی پرواہ نہ کیجئے لیکن میں آپ سے کتوں کے متعلق تبادلہ خیال ضرور کروں گا!...."

"کیجئے جناب!" نواب ساجد کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔ "آپ یہی بتا دیجئے کہ شکاری کتے کتنی قسم کے ہوتے ہیں! اسی سے میں آپ کے متعلق اندازہ لگالوں گا۔"

"کتے کی ہر قسم میں شکار کی لت پائی جاتی ہے۔"

"شکاری سے میری مراد ہے اسپورٹنگ بریڈس!"

تو یوں کہیے نا!.... عمران سر ہلا کر بولا۔ اچھا گنئے انگلیوں پر!.... بیسنجی، بورزوتی، ڈیکشنڈ، گرے ہاؤنڈ، افغان ہاؤنڈ، آئرش اولف ہاؤنڈ، بیگل، فش ایپٹر، ہیر بیئر.... فوکس ہاؤنڈ، اوٹر ہاؤنڈ، بلڈ ہاؤنڈ، ڈیئر ہاؤنڈ، الک ہاؤنڈ، بیسٹ ہاؤنڈ، سلوکی اور خدا آپ کو جیتا رکھے.... وہپٹ.... ہاں اب کہیے تو یہ بھی بتاؤں کہ کون کس قسم کا ہوتا ہے.... ان کے عادات و خصائل سیاسی اور سماجی رجحانات پر بھی روشنی ڈال سکتا ہوں....!"

"نہیں بس!.... آپ کو یقیناً کتوں سے دلچسپی ہے!.... ہاں آپ کتوں سے متعلق کس موضوع پر گفتگو کریں گے!"

"میں دراصل کتوں کی گمشدہ نسلوں کے متعلق ریسرچ کر رہا ہوں!" عمران بولا!

"گمشدہ نسلیں....؟"

"جی ہاں! بھلا آپ اپنے یہاں کے کتوں کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟"

"دیسی کتے!" نواب ساجد نے نفرت سے منہ سکوڑ کر کہا!

"جی ہاں، دیسی کتے!.... آج بھی ان پر ولایتی کتے مسلط ہیں! یہ بڑے شرم کی بات ہے!.... آپ ولایتی کتوں کو سینے سے لگاتے ہیں اور دیسی کتے قعر مذلت میں پڑے ہوئے ہیں۔"

"اوہو!.... کیا آپ دیسی کتوں کے لیڈر ہیں؟" نواب ساجد ہنسنے لگا۔

"چلئے یہی سمجھ لیجئے! ہاں تو میں کہہ رہا تھا...."

"ٹھہریئے! میں دیسی کتوں کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔" نواب ساجد اٹھتا ہوا بولا۔ "میرا خیال ہے کہ آپ کو بھی کچھ نہ کچھ مصروفیت ضرور ہوگی!" وہ عمران اور نواب ہاشم کو کمرے میں چھوڑ کر چلا گیا۔

چند لمحے خاموشی رہی! نواب ہاشم عمران کو عجیب نظروں سے گھور رہا تھا۔ اس نے تھوڑی دیر بعد کہا "آخر تم ہو کیا بلا!"

"میں علی عمران! ایم-ایس سی-ڈی-ایس-سی ہوں!.... آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی فرام سنٹرل انٹیلی جینس بیورو۔ اب گفتگو کیجئے مجھ سے!"

"اوہ تب تو میرا بھتیجا بڑا چالاک معلوم ہوتا ہے!" نواب ہاشم ہنستا ہوا بولا۔ "ٹھہریئے! میں اسے بلاتا ہوں!...."

"ٹھہریئے! مجھے جو کچھ معلوم کرنا تھا کر چکا!"

"یار تم اس قابل ہو کہ تمہیں مصاحب بنایا جائے!...."

"اس سے زیادہ قابل ہوں نواب صاحب! میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ ہی نواب ہاشم ہیں۔"

"پھر قلابازی کھائی"..... نواب ہاشم نے قہقہہ لگایا.... پھر سنجیدہ ہو کر بولا۔ "اب جاؤ! ورنہ میں پولیس کو فون کر دوں گا!"

"مشورے کا شکریہ!" عمران چپ چاپ اٹھا اور باہر نکل گیا!.... روش طے کرتے وقت اتفاقاً اس کی نظر مالتی کی بے ترتیب جھاڑیوں کی طرف اٹھ گئی اور اس نے محسوس کیا کہ وہاں کوئی چھپا ہوا ہے!.... دوسرے ہی لمحے اس نے اپنی رفتار تیز کر دی! باہر نکل کر کار میں بیٹھا اور ایک طرف چل پڑا ڈیش بورڈ پر لگے ہوئے عقب نما آئینے مین ایک کار دکھائی دے رہی تھی جس کا رخ اسی کی طرف تھا!.... اور کار حویلی ہی سے نکلی تھی۔"

عمران نے یونہی بلاوجہ اپنی کار ایک سڑک پر موڑ دی!.... کچھ دور چلنے کے بعد عقب نما آئینے کا زاویہ بدلنے پر معلوم ہوا کہ اب بھی وہی کار اس کی کار کا تعاقب کر رہی ہے.... عمران تھوڑی دیر ادھر ادھر چکراتا رہا اور پھر اس نے کار شہر کی ایک بہت زیادہ بھری پری سڑک پر موڑ دی۔ دوسری کار اب بھی تعاقب کر رہی تھی۔ ایک بار ایسا ہوا کہ وہ کار قریب آگئی۔ ساتھ ہی چوراہے کے سپاہی نے ٹریفک روکنے کا اشارہ کیا!.... کاروں کی قطار رک گئی۔ تعاقب کرنے والی

کار عمران کی کار کے پیچھے ہی تھی! .... عمران نے مڑ کر دیکھا! دوسری کار میں اسٹیرنگ کے پیچھے نواب ہاشم کا بھتیجا ساجد بیٹھا ہوا تھا۔!

عمران نے کار آگے بڑھائی .... ایک چوراہے پر اسے پھر رکنا پڑا۔ پچھلی کار بدستور موجود تھی! اس بار عمران نے جیسے ہی مڑ کر دیکھا ساجد نے ہاتھ ہلا کر اسے کچھ اشارہ کیا! سگنل ملتے ہی پھر عمران کی کار چل پڑی! .... اس بار وہ زیادہ جلدی میں نہیں معلوم ہوتا تھا .... !

تھوڑی دور چلنے کے بعد اس نے کار فٹ پاتھ سے لگا کر کھڑی کر دی! سامنے ایک ریستوران تھا .... عمران اس کے دروازے کے قریب کھڑا ہو کر نواب ساجد کو کار سے اترتے دیکھتا رہا! وہ تیر کی طرح عمران ہی کی طرف آیا!

”آپ سنتے ہی نہیں!“ اس نے مسکرا کر کہا ”چیختے چیختے حلق میں خراشیں پڑ گئیں!“

”معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے دیسی کتوں کی حالت زار پر سنجیدگی سے غور کیا ہے!“

”چلئے! اندر گفتگو کریں گے!“

”لیکن موضوع گفتگو صرف دیسی کتے ہوں گے“۔ عمران نے ریستوران میں داخل ہوتے ہوئے کہا!۔

وہ دونوں ایک خالی کیبن میں بیٹھ گئے! عمران نے بیرے کو بلا کر چائے کے لئے کہا۔

”میں نے چھپ کر آپ دونوں کی گفتگو سنی تھی!“ ساجد بولا۔

”میں جانتا ہوں!“ عمران نے خشک لہجے میں کہا!

”تو آپ واقعی سی آئی ڈی کے آدمی ہیں!“

عمران جیب سے اپنا ملاقاتی کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ ”اگر وہ واقعی نواب ہاشم ہیں تو آپ کو ایک بہت بڑی جائیداد سے ہاتھ دھونے پڑیں گے!“

”کیا محض مشابہت کی بناء پر .... یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔“ ساجد نے کہا۔

”دس برس پہلے جب نواب ہاشم کی لاش ملی تھی تو کوٹھی میں کون کون تھا؟“

”صرف مرحوم چند نوکروں کے ساتھ رہتے تھے!“

”آپ کہاں تھے؟“

”میں اس وقت زیر تعلیم تھا اور قیام میسور کالج کے ایک ہوسٹل میں تھا!“

”کفالت کون کرتا تھا آپ کی؟“

”چچا جان مرحوم! آہ مجھے ان سے بے حد محبت تھی اور جب میں نے اس آدمی میں ان کی مشابہت پائی تو میرے دیدہ دل فرش راہ ہو گئے .... اگر وہ یہ کہنا چھوڑ دے کہ وہ نواب ہاشم ہے تو میں ساری زندگی اس کی کفالت کرتا رہوں گا!“

”کیا آپ بتا سکیں گے کہ نواب ہاشم کا قتل کیوں ہوا تھا؟“

”میں اسے قتل تسلیم کرنے کے لئے آج بھی تیار نہیں!“ ساجد کچھ سوچتا ہوا بولا ”وہ سو فیصدی خودکشی تھی۔“

”آخر کیوں؟“

”حالات .... مسٹر عمران .... بندوق قریب ہی پائی گئی تھی اور چہرے پر بارود کی کھرنڈ ملی تھی! قتل کا معاملہ ہوتا تو باتیں نہ ہوتیں۔ قاتل ذرا فاصلے سے بھی نشانہ لے سکتا تھا! میرا خیال ہے کہ انہوں نے بندوق کا دہانہ چہرے کے قریب رکھ کر پیر کے انگوٹھے سے ٹریگر دبا دیا ہوگا۔“

”بہت بہت شکریہ!“ عمران سنجیدگی سے بولا۔ ”آپ نے معاملہ بالکل صاف کر دیا! .... لیکن اب خودکشی کے اسباب تلاش کرنے پڑیں گے؟“ اتنے میں چائے آگئی اور عمران کو خاموش ہونا پڑا .... جب ویٹر چلا گیا تو اس نے کہا۔

”کیا آپ خودکشی کے اسباب پر روشنی ڈال سکیں گے!“

”اوہ .... وہ شاید کچھ عشق و عاشقی کا سلسلہ تھا!“ نواب ساجد جھینپے ہوئے سے انداز میں بولا۔

”خوب“ عمران کچھ سوچنے لگا! پھر کچھ دیر بعد بولا۔ ”کیا ان کی محبوبہ کا پتہ مل سکے گا!“

”مجھے علم نہیں“

”جس رات یہ حادثہ ہوا تھا۔ آپ کہاں تھے؟“

”ہوسٹل میں!“

”اچھا! اب اگر یہ ثابت ہو گیا کہ نواب ہاشم یہی صاحب ہیں تو آپ کیا کریں گے ....؟“

”میں پاگل ہو جاؤں گا!“ نواب ساجد جھلا کر بولا۔

”بہت مناسب ہے!“ عمران نے سنجیدگی سے گردن ہلائی۔ وہ اس وقت پرلے سرے کا احمق معلوم ہو رہا تھا۔

”جی!“ ساجد اور زیادہ جھلا گیا!۔

”میں نے عرض کیا کہ اب آپ پاگل ہو کر پاگل خانے تشریف لے جائیے اور دس سال بعد پھر واپس آیئے۔ اس وقت تک نواب ہاشم کا انتقال ہو چکا ہو گا!“

”آپ میرا مضحکہ اڑا رہے ہیں!“ نواب ساجد بھنا کر کھڑا ہو گیا۔

”جی نہیں! بلکہ آپ دونوں چچا بھتیجے قانون کا مذاق اڑا رہے ہیں!“

”پھر آپ نے چچا کا حوالہ دیا۔“

"بیٹھئے جناب!" عمران نے آہستہ سے کہا "اب یہ بتایئے.... کہ اصل واقعہ کیا ہے؟"

"میں آپ سے گفتگو نہیں کرنا چاہتا!"

"اچھا خیر! جانے دیجئے! اب ہم کتوں کے متعلق گفتگو کریں گے!"

ساجد بیٹھ گیا لیکن اس کے انداز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کسی ذہنی الجھن میں مبتلا ہے۔

"میں اس کتے ریگی کے متعلق پوچھنا چاہوں گا!"

"یہ اسی شخص کا ہے!" نواب ساجد نے کہا۔

"بھلا کس نسل کا ہوگا؟"

"دوغلا ہیگل ہے!.... "انتہائی کاہل اور کام چور کتا ہے! اگر یہ اصیل ہوتا تو کیا کہنا تھا! واہ واہ!"

"کیا پہلے بھی کبھی نواب ہاشم نے کتے پالے تھے!"

"نہیں انہیں کتوں سے ہمیشہ نفرت رہی ہے!"

"آپ اسے حویلی سے نکال کیوں نہیں دیتے!" ساجد کچھ نہ بولا۔ عمران اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا! کچھ دیر بعد اس نے کہا! "آپ جانتے ہیں! وہ کیا کر رہا ہے!"

"میں کچھ نہیں جانتا! لیکن وہ مجھے بڑا پراسرار آدمی معلوم ہوتا ہے۔"

"وہ یہاں آنے کے بعد سب سے پہلے میرے محکمے کے سپرنٹنڈنٹ سے ملا تھا اور اس نے اسے اپنے کاغذات دکھائے تھے!"

"کیسے کاغذات؟"

"دو سال تک وہ اتحادیوں کے ساتھ نازیوں سے لڑتا رہا تھا! وہ یعنی نواب ہاشم ولد نواب قاسم عہدہ میجر کا تھا!.... بھلا ان کاغذات کو کون جھٹلا سکتا ہے!.... آج وہ بین الاقوامی حیثیت رکھتے ہیں۔"

"میرے خدا...." ساجد حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا! چند لمحے خاموش رہا۔ پھر ہذیانی انداز میں جلدی جلدی بولنے لگا! "ناممکن.... غلط ہے.... بکواس ہے.... وہ کوئی فراڈ ہے.. میں اسے آج ہی دھکے دلوا کر حویلی سے نکلوا دوں گا!"

"مگر اس سے کیا ہوگا!.... اس کا دعویٰ تو بدستور باقی رہے گا؟"

"پھر بتایئے میں کیا کروں؟" ساجد بے بسی سے بولا۔ "میں نے اسے حویلی میں ٹھہرنے کی اجازت دے کر سخت غلطی کی۔"

"اگر یہ غلطی نہ کرتے تو اس سے کیا فرق پڑتا!"

"پھر میں کیا کروں؟"

"پتہ لگایئے کہ نواب ہاشم کا قتل کن حالات میں ہوا تھا۔"

"میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ وہ کسی عورت کا چکر تھا!...."

"کون تھی.... کہاں تھی....؟"

"میں تفصیل نہیں جانتا۔ چچا جان نے شادی نہیں کی تھی.... البتہ ان کی شناسا بہتیری عورتیں تھیں! اس زمانے میں کسی عورت کا بڑا شہرہ تھا، جو عالمگیری سرائے میں کہیں رہتی تھی! چچا جان اس کے سلسلے میں کسی سے جھگڑا بھی کر بیٹھے تھے!.... بہرحال یہ اڑتی اڑتی خبر تھی! میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ حقیقت ہی تھی...."

"عالمگیری سرائے!" عمران کچھ سوچتا ہوا بڑبڑایا "لیکن محض اتنی سی بات پر تو کوئی سراغ نہیں مل سکتا!"

"دیکھئے ایک بات اور ہے!" ساجد نے کہا!.... "مگر آپ میرا مضحکہ اڑائیں گے۔"

"کیا یہ کوئی پردار چیز ہے؟" عمران نے پوچھا!۔

"کیا چیز!" ساجد اسے حیرت سے دیکھنے لگا!

"یہی مضحکہ!"

"نہیں تو...." ساجد کے منہ سے غیر ارادی طور پر نکل گیا!

"بھلا پھر کیسے اڑے گا؟" عمران سر جھکا کر تشویش آمیز انداز میں بڑبڑایا! پھر سر اٹھا کر آہستہ سے بولا!۔

"آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں بے تکلف ہو کر کہیے۔ ہم لوگوں کو مضحکہ اڑانے کی تنخواہ نہیں ملتی!"

"دیکھئے! بات ذرا بے تکی سی ہے! اس لئے.... لیکن سوچتا ہوں کہ کہیں وہ حقیقت ہی نہ ہو!"

"اگر حقیقت نہ ہو۔ تب بھی سننے کے لئے تیار ہوں!" عمران اکتا کر بولا!

"میں عالمگیری سرائے کی ایک ایسی لڑکی کو جانتا ہوں، جو چچا مرحوم سے کافی مشابہت رکھتی ہے!"

"بھلا یہ کیا بات ہوئی!"

"ہو سکتا ہے کہ وہ چچا جان کی کوئی ناجائز اولاد ہو!"

"کیا عمر ہوگی....!"

"بیس سے زیادہ نہیں۔"

"تو وہ اس زمانے میں دس سال کی رہی ہوگی! مگر کسی ایسی عورت کے لئے جو دس سال کی لڑکی بھی رکھتی ہو قتل وغیرہ نہیں ہو سکتے.... کیا خیال ہے آپ کا؟"

"میں کب کہتا ہوں کہ اسی عورت کے لئے وہ قتل کئے گئے ہوں گے!" ساجد نے کہا۔ "ہو سکتا

ہے کہ وہ کوئی دوسری عورت ہو.... اور میں اس کے متعلق بھی وثوق سے نہیں کہہ سکتا!.... دیکھیے یہ میرا ذاتی خیال تھا.... ورنہ محض مشابہت اسے چچا جان کی اولاد نہیں ثابت کر سکتی!"

"تو آپ کو تو اس لڑکی سے خاص طور پر بڑی دلچسپی ہوگی!"

"بس اسی حد تک کہ اسے دیکھنے کو دل چاہتا ہے! لیکن نہ تو میں نے آج تک اس سے گفتگو کی اور نہ وہ مجھے جانتی ہے لیکن میں آپ کو اس کے گھر کا پتہ بتا سکتا ہوں!"

"بہر حال!" عمران مسکرا کر بولا! "آپ اس کا تعاقب کرتے رہے ہیں۔"

"میں کیا بتاؤں جناب! اسے دیکھ کر دل بے اختیار اس کی طرف کھنچتا ہے۔"

"اگر واقعی دل کھنچتا ہے تو مجھے اس کا پتہ ضرور بتائیے!...."

"عالمگیری سرائے میں ادھورے مینار کے قریب زرد رنگ کا ایک چھوٹا سا مکان ہے....!"

عمران نے چائے کی پیالی رکھ دی! اس کے چہرے پر تحیر کے آثار تھے! کیونکہ یہ وہی پتہ تھا جو اسے کچھ دیر قبل موڈی نے بتایا تھا!....

"آپ کو یقین ہے کہ وہ لڑکی اسی مکان میں رہتی ہے!" اس نے ساجد سے پوچھا۔

"اوہ میں نے سینکڑوں بار اسے وہاں جاتے دیکھا ہے!" ساجد بولا۔

"اچھا مسٹر! میں کوشش کروں گا کہ...." عمران جملہ ادھورا ہی چھوڑ کر اٹھ گیا اس دوران میں اس نے چائے کا بل ادا کر دیا تھا!

"اگر کبھی میں آپ سے ملنا چاہوں تو کہاں مل سکتا ہوں؟" ساجد نے پوچھا

"میرے کارڈ پر میرا پتہ اور ٹیلیفون نمبر موجود ہیں!" عمران نے کہا اور ریسٹوران سے باہر نکل گیا!.... لیکن اب اس کا رخ اپنی کار کی بجائے ایک دوا فروش کی دکان کی طرف تھا۔ وہاں اس نے کالرا مکسچر کی ایک بوتل خریدی.... دوا فروش شاید اس کا شناسا ہی نہیں بلکہ اسے اچھی طرح جانتا تھا! کیونکہ عمران نے اس سے انجکشن لگانے کی سرنج عاریتاً مانگی تو اس نے انکار نہیں کیا!.... پھر اس نے کسی دوا کے دو ایک ایمپل بھی خریدے!

(۵)

تھوڑی دیر بعد عمران کی کار عالمگیری سرائے کی طرف جا رہی تھی۔ ادھورے مینار کے قریب پہنچ کر عمران رک گیا!.... یہاں چاروں طرف زیادہ تر کھنڈر نظر آ رہے تھے۔ لہٰذا ایک چھوٹے سے پیلے رنگ کے مکان کی تلاش میں دشواری نہیں ہوئی!.... قرب و جوار میں قریب قریب سب ہی بہت پرانی عمارتیں تھیں!.... جو ویران بھی تھیں اور آباد بھی تھیں! جو حصے منہدم ہو گئے تھے بیکار پڑے تھے اور جن کی دیواریں اور چھتیں قائم تھیں ان میں لوگ رہتے تھے!۔

عمران پیلے مکان کے سامنے رک گیا! کار اس نے وہاں سے کافی فاصلے پر چھوڑ دی تھی! دروازے پر دستک دینے کے بعد اسے تھوڑی دیر تک انتظار کرنا پڑا.... دروازہ کھلا اور اسے ایک حسین سا چہرہ دکھائی دیا۔ یہ ایک نوجوان لڑکی تھی جس کی آنکھوں سے نہ صرف خوف جھانک رہا تھا بلکہ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کچھ دیر قبل روتی رہی ہو۔!

"میں ڈاکٹر ہوں" عمران نے آہستہ سے کہا۔ "ہیضے کا ٹیکہ لگاؤں گا۔" لڑکی پورا دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔

"آپ میونسپلٹی کے ڈاکٹر ہیں!" اس نے پوچھا۔ لیکن عمران اس کے لہجے میں ہلکی سی لہر محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا!....

"جی ہاں! آپ ٹھیک سمجھیں!" عمران بولا.... وہ کچھ دیر پہلے اس آدمی کو دیکھ چکا تھا جسے نواب ہاشم ہونے کا دعویٰ تھا اور وہ سوچ رہا تھا کہ حقیقتاً دونوں میں تھوڑی بہت مشابہت ضرور ہے!

"میں نہیں سمجھ سکی!" لڑکی نے آہستہ سے کہا۔ "میں بیس سال سے اس مکان میں ہوں! لیکن میں نے بچپن سے لے کر شاید ہی کبھی کسی سرکاری ڈاکٹر کی.... آمد کے متعلق سنا ہو!"

"آنا تو چاہیے ڈاکٹروں کو...." عمران مسکرا کر بولا.... "اب اگر کوئی نہ آئے تو یہ اس کا ذاتی فعل ہے۔ میں ابھی دراصل حال ہی میں یہاں آیا ہوں۔"

"کیا آپ تھوڑی دیر تشریف رکھیں گے؟" لڑکی بولی!

"کیوں؟"

"بات یہ ہے کہ میں اپنے عزیز کے بھی ٹیکہ لگوانا چاہتی ہوں!"

"اوہ! آپ فکر نہ کیجئے! میں ایک ہفتہ کے اندر اندر یہاں سب کے ٹیکہ لگا دوں گا!"

"نہیں اگر آج ہی لگا دیں تو بڑی عنایت ہوگی! وہ بڑے وہمی آدمی ہیں۔ آج کل ہیضے کی فصل بھی ہے، بہت پریشان رہتے ہیں!"

"تو آپ مجھے ان کا پتہ بتا دیجئے!"

"یہیں لاتی ہوں!" لڑکی نے کہا اور تیزی سے ایک گلی میں گھس گئی۔ عمران احمقوں کی طرح کھڑا رہ گیا! پانچ منٹ گزر گئے لیکن لڑکی نہ آئی عمران نے پھر دروازے کی کنڈی کھٹکھٹائی، اسے توقع تھی کہ گھر کے اندر لڑکی کے علاوہ بھی کوئی اور ہوگا۔ لیکن بار بار دستک دینے کے باوجود بھی کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو... پانچ منٹ اور گزر گئے اور اب عمران کو سوچنا پڑا کہ کہیں لڑکی جل دے کر

تو نہیں نکل گئی! موڈی کے بتائے ہوئے حلیے پر وہ سو فیصدی پوری تھی!.... عمران نے سوچا کہ اگر واقعی وہ جل دے گئی ہے تو اس سے زیادہ شاطر لڑکی شاید ہی کوئی ہو! اچانک اسے بھاری قدموں کی آوازیں سنائی دیں، جو رفتہ رفتہ قریب آ رہی تھیں! پھر ایک گلی سے تین باوردی پولیس والے برآمد ہوئے۔ جن میں سے ایک سب انسپکٹر تھا اور دو کانسٹیبل! لڑکی ان کے ساتھ تھی....!

وہ قریب آ گئے اور لڑکی نے عمران کی طرف دیکھ کر کہا!" ذرا ان سے پوچھئے۔ یہ کہاں سے آئے ہیں!" سب انسپکٹر نے عمران کو تیز نظروں سے دیکھا! شاید اسے پہچانتا نہیں تھا!

"آپ کہاں کے ڈاکٹر ہیں۔" اس نے عمران سے پوچھا!

"ڈاکٹر!" عمران نے حیرت سے کہا۔ "کون کہتا ہے کہ میں ڈاکٹر ہوں؟"

"دیکھا آپ نے!" لڑکی نے سب انسپکٹر کو مخاطب کیا! اس کے لہجے میں مسرت آمیز کپکپاہٹ تھی!

"تو آپ نے خود کو ڈاکٹر کیوں ظاہر کیا تھا۔" سب انسپکٹر گرم ہو گیا!

"کبھی نہیں!" عمران لڑکی کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "میں نے تو ان سے صدر الدین اللہ والے کا پتہ پوچھا تھا انہوں نے کہا کہ ٹھہریئے میں بلائے لاتی ہوں! مگر آپ میاں صدر الدین اللہ والے تو نہیں معلوم ہوتے!"

"یہ جھوٹ ہے سراسر جھوٹ ہے!" لڑکی جھلا کر چیخ اٹھی!

"ارے توبہ ہے!" عمران اپنا منہ پیٹنے لگا۔ "آپ مجھے جھوٹا کہتی ہیں!"

"نہیں مسٹر! اس سے کام نہیں چلے گا!" سب انسپکٹر بھنویں چڑھا کر بولا!

"تو پھر جس طرح آپ کہیے کام چلایا جائے!" عمران نے بے بسی کے اظہار کے لئے اپنے سر کو خفیف سی جنبش دی!۔

"آپ کو میرے ساتھ تھانے تک چلنا پڑے گا!" سب انسپکٹر پوری طرح غصے میں بھر گیا تھا!

"ذرا ایک منٹ کے لئے ادھر آیئے!" عمران نے کہا۔ پھر وہ اسے گلی کے سرے تک لایا جہاں سے لڑکی اور کانسٹیبل کافی فاصلے پر تھے لیکن طرفین ایک دوسرے کو بآسانی دیکھ سکتے تھے۔ عمران نے جیب سے اپنا کارڈ نکال کر سب انسپکٹر کی طرف بڑھا دیا۔ کارڈ پر نظر پڑتے ہی پہلے تو اس نے عمران کو آنکھیں پھاڑ کر دیکھا۔ پھر یک بیک تین قدم پیچھے ہٹ کر اسے سیلوٹ کیا! لڑکی اور دونوں کانسٹیبلوں نے اس کی اس حرکت کو بڑی حیرت سے دیکھا! ادھر سب انسپکٹر ہکلا رہا تھا "معاف.... کیجئے گا! میں آپ کو پہچانتا نہیں تھا مگر حضور والا یہ لڑکی بہت پریشان ہے!"

"کیوں!"

"کہتی ہے کہ کسی نے گھر سے اس کے پچیس ہزار روپے اڑا لئے ہیں اور یہ بھی کہتی ہے کہ کچھ نامعلوم آدمی عرصے سے اس کا تعاقب کرتے رہے ہیں!"

"ہوں!.... گھر میں اور کون ہے؟"

"کوئی نہیں تنہا رہتی ہے! ایک ماہ گزرا اس کے باپ کا انتقال ہو گیا!"

"آپ نے پوچھا نہیں کہ روپے کہاں سے آئے تھے! بظاہر حالت ایسی نہیں معلوم ہوتی کہ گھر میں نقد پچیس ہزار رکھنے کی بساط ہو!"

"جی ہاں! میں سمجھتا ہوں! لیکن لڑکی شریف معلوم ہوتی ہے!"

"شریف معلوم ہوتی ہے!" عمران نے حیرت سے دہرایا۔ پھر ذرا تلخ لہجے میں بولا "براہ کرم! محکمے کو بنئے کی دکان نہ بنایئے.... شرافت وغیرہ وہاں دیکھی جاتی ہے جہاں ادھار کا لین دین ہوتا ہے! بس اب تشریف لے جایئے! مگر نہیں ٹھہریئے!"

"کیا آپ نے باقاعدہ طور پر چوری کی رپورٹ درج کر دی ہے؟"

سب انسپکٹر بغلیں جھانکنے لگا۔

"جی بات دراصل یہ ہے کہ....!"

"لڑکی حسین بھی ہے.... اور جوان بھی!" عمران نے جملہ پورا کر دیا!"جب رپورٹ نہیں درج کی ہے تو اس کے ساتھ بھاگے آنے کی کیا ضرورت تھی!"

"جی دراصل...."

"چلے جاؤ!" عمران نے گرج کر کہا۔

سب انسپکٹر تھوک نگل کر رہ گیا۔ عمران کی گرج لڑکی اور کانسٹیبلوں نے بھی سنی تھی۔ سب انسپکٹر چپ چاپ گلی میں داخل ہو گیا! کانسٹیبلوں نے دیکھا تو وہ بھی کھسک گئے۔ لڑکی جہاں تھی وہیں کھڑی رہی! عمران اس کے قریب پہنچا۔!

"تمہارا نام دردانہ ہے؟"

"جی ہاں!"

"تم نے مسٹر والٹر موڈی کے ہاتھ کوئی سنگاردان فروخت کیا تھا؟"

"جی ہاں!" لڑکی نے کہا! اس کے انداز میں ذرہ برابر بھی ہچکچاہٹ نہیں تھی!

"وہ تمہارا ہی تھا؟"

"میں آخر یہ سب کیوں بتاؤں؟"

”اس لئے کہ محکمہ سراغرسانی کاایک آفیسر تم سے سوالات کر رہا ہے۔“

لڑکی چند لمحے خاموشی سے اسے دیکھتی رہی پھر بولی!”جی ہاں وہ میرا ہی تھا۔ والدہ کو ورثے میں ملا تھا۔ چند پر اسرار آدمی اسے میرے پاس سے نکال لے جانا چاہتے تھے! اس لئے میں نے مسٹر موڈی کے ہاتھ فروخت کر دیا!“

”پچیس ہزار میں!“

”جی ہاں!... اور پھر میں نے وہ پچیس ہزار بھی کھو دیئے!“ لڑکی کے لہجے میں بڑا درد تھا۔

”کس طرح۔“

”چور لے گئے! میرا خیال ہے کہ وہی لوگ ہوں گے، جو عرصہ تک اس سنگار دان کے چکر میں رہے ہیں! انہوں نے مسٹر موڈی کا بھی پیچھا کیا تھا مگر وہاں دال نہیں گلی!“

”اب اچھی طرح گل گئی ہے!“ عمران سر ہلا کر بولا!

”میں نہیں سمجھی!“

”حوالات ایسی جگہ ہے جہاں کھٹمل اور مچھر سب کچھ سمجھا دیتے ہیں!“

”لیکن حوالات سے مجھے کیا غرض؟“

”دیکھو لڑکی! بننے سے کام نہیں چلے گا۔ چپ چاپ اپنے ساتھیوں کے پتے بتا دو! تمہیں تو خیر یہ کہہ کر بھی بچایا جاسکتا ہے کہ تم محض آلہ کار تھیں۔ معاملے کی اہمیت سے واقف نہیں تھیں!“

”میں کچھ نہیں سمجھی جناب!“

”تم نے جس سنگار دان کے پچیس ہزار وصول کئے ہیں! وہ ڈیڑھ سو میں بھی مہنگا ہے!“

”آپ کو دھوکا ہوا ہوگا!“ لڑکی نے مسکرا کر کہا!”اس میں ہزاروں روپے کے جواہرات جڑے ہوئے ہیں!“

”نقل.... امیٹیشن!“

”ناممکن! میں نہیں مان سکتی۔“

عمران چند لمحے اسے غور سے دیکھتا رہا۔ پھر بولا!”نواب ہاشم کو جانتی ہو؟“

”میں نہیں جانتی!“

”نواب ساجد کو۔“

”آخر آپ چاہتے کیا ہیں؟ بھلا نوابوں کو کیوں جاننے لگی! کیا آپ مجھے آوارہ سمجھتے ہیں!“

”نہیں کوئی بات نہیں!.... ہاں ہم اس سنگار دان کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔“

”آخر آپ کو یہ شبہ کیسے ہوا کہ وہ جواہرات نقلی ہیں؟“

”بیکار باتوں میں نہ الجھو! ساتھیوں کے نام بتا دو!“

”میرے خدا!“ لڑکی دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر دیوار کا سہارا لیتی ہوئی بولی۔

”کس مصیبت میں پھنس گئی!“

”میں سچ کہتا ہوں کہ وہ کم از کم تمہارے لئے مصیبت نہ ہوگی! ہاں شاباش بتا دو ساتھیوں کے نام!“

”خدا کی قسم میرا کوئی ساتھی نہیں! میں بالکل بے سہارا ہوں!“

”اچھا لڑکی!“ عمران طویل سانس لے کر بولا!”تم کسی شاہی خاندان سے تعلق رکھتی ہو!“

”میں نہیں جانتی!.... بہر حال مجھ سے یہی....!“

”یہی کہا گیا تھا.... ہے نا شاباش!“ عمران جلدی سے بولا۔”کس نے کہا تھا؟“

”میرے ایک ہمدرد نے!“

”آہا!... میرا مطلب ہے کہ میں اسی ہمدرد کا پتہ چاہتا ہوں۔“

”پتہ مجھے نہیں معلوم!“

”لڑکی میرا وقت برباد نہ کرو!“

”خدا کی قسم! میں ان کا پتہ نہیں جانتی! والد صاحب کے انتقال کے بعد انہوں نے میری بہت مدد کی ہے! غالبًا وہ والد صاحب کے گہرے دوستوں میں سے ہیں!“

”اور تم ان کا پتہ نہیں جانتیں! تعجب ہے!“

”نہیں تعجب نہ کیجئے! والد صاحب کے انتقال کے بعد مجھے علم ہوا کہ وہ ان کے دوست تھے!“

”والد کا انتقال کب ہوا!“

”ایک مہینہ پہلے کی بات ہے۔ میں یہاں موجود بھی نہیں تھی! ایک ضروری کام کے سلسلے میں باہر گئی ہوئی تھی۔ والد صاحب اسی دوران میں سخت بیمار پڑ گئے! ہو سکتا ہے کہ انہوں نے خود ہی اپنے دوست کو تیمار داری کے لئے بلایا ہو! بہر حال جب میں واپس آئی تو وہ دو دن قبل ہی دنیا سے رخصت ہو چکے تھے اور پھر میں نے ان کی قبر دیکھی.... پڑوسیوں نے بتایا کہ ان کی تجہیز و تکفین بڑی شان سے ہوئی تھی! سنگار دان کے وجود سے میں پہلے بھی واقف تھی اور اسے بہت زیادہ قیمتی سمجھتی تھی! کیونکہ والد صاحب کی زندگی میں ہی بعض پراسرار آدمیوں نے اسے حاصل کرنے کی کوشش کی تھی!....“

”تمہارے والد کے دوست نے تمہیں کیا مشورہ دیا تھا!“

”یہی کہ میں اس سنگار دان کو کسی محفوظ جگہ پر پہنچا دوں!“ میں نے کہا آپ ہی اپنے پاس رکھ

لیجئے۔ لیکن انہوں نے کہا میں بھی خطرے میں پڑ جاؤں گا۔ ہاں اگر کوئی غیر ملکی .... یعنی انگریز یا امریکن تمہاری مدد کر سکے تو یہ زیادہ بہتر ہو گا.... انہوں نے مجھے موڈی صاحب کو دکھایا جو اکثر ادھر سے گزرتے رہتے ہیں!"

"موڈی ادھر سے گزرتا رہتا ہے!"

"جی ہاں! اکثر.... میں نے کئی بار دیکھا ہے! ہاں تو ایک شام والد صاحب کے دوست بھی یہاں موجود تھے! اتفاقاً موڈی صاحب کی کار ادھر سے گزری اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں سنگار دان کو ساتھ لے کر ان کی کار میں بیٹھ جاؤں۔ کار کی رفتار دھیمی تھی! میں بیٹھ گئی اور جو کچھ مجھے کرنا تھا وہ انہوں نے پہلے ہی سمجھا دیا تھا!"

"کیا سمجھا دیا تھا؟"

"یہی کہ میں شاہی خاندان سے تعلق رکھتی ہوں اور وہ سب کچھ جو آپ کو موڈی صاحب سے معلوم ہوا ہے، میں کہاں تک بتاؤں! میرا سر چکرا رہا ہے....!"

"تو تم شاہی خاندان سے نہیں تعلق رکھتیں!"

"مجھے علم نہیں کہ میں کس خاندان سے تعلق رکھتی ہوں! والد صاحب نے مجھے کبھی نہیں بتایا!... وہ ایک بہت بڑے عالم تھے۔ ہمارے یہاں کتابوں کے ڈھیر کے ڈھیر آپ کو ملیں گے۔"

"اچھا وہ کرتے کیا تھے؟"

"تصویروں کے بلاک بنایا کرتے تھے! اس سے خاصی آمدنی ہو جاتی تھی! لیکن پچھلے چھ سال سے جب وہ چار سال کی روپوشی کے بعد واپس آئے تو کچھ بھی نہیں کرتے تھے!"

"میں نہیں سمجھا!"

"آپ بڑی دیر سے کھڑے ہیں۔ اندر تشریف لے چلئے!" لڑکی نے کہا! اگر واقعی سنگار دان کے جواہرات نقلی ہیں تب تو مجھے خود کشی ہی کرنی پڑے گی! کیونکہ موڈی صاحب کے روپے بھی چوری ہو گئے۔ وہ دونوں اندر آئے جس کمرے میں لڑکی اسے لائی۔ اس میں چاروں طرف کتابوں سے بھری ہوئی الماریاں رکھی ہوئی تھیں!

"یہ ایک بڑی لمبی داستان ہے جناب!".... لڑکی نے بات شروع ہی کی تھی کہ کسی نے باہر سے دروازے پر دستک دی!

"ذرا ایک منٹ ٹھہریئے گا!" لڑکی نے کہا اور اٹھ کر چلی گئی! عمران گہری نظروں سے کمرے کا جائزہ لینے لگا!.... اچانک اسے ایک آواز سنائی دی اور وہ بے اختیار چونک پڑا۔ کیونکہ وہ موڈی کی آواز تھی اور پھر دوسرے ہی لمحے میں وہ لڑکی موڈی کو ساتھ لے کر کمرے میں داخل ہوئی۔

"عمران!" موڈی دروازے پر ہی ٹھٹک کر رہ گیا۔

"آؤ.... آؤ...." عمران مسکرا کر بولا!۔

"یہ تم نے کیا کیا.... تم نے شہزادی صاحبہ کو کچھ بتایا تو نہیں؟"

"شٹ اپ ادھر آؤ اور خاموش بیٹھو۔"

"نہیں! میں اسے پسند نہیں کرتا!.... مجھے اپنے روپوں کی پرواہ نہیں.... تم یہاں سے چلے جاؤ۔ شہزادی صاحبہ نے جو کچھ بھی کیا اچھا کیا! مجھے کوئی شکایت نہیں ہے۔"

"شہزادے کے بچے! اگر بکواس کرو گے تو تمہیں بھی بند کرا دوں گا!" عمران نے کہا اور وہ یک بیک ناک سکوڑ کر رہ گیا....

"کہیں کپڑے جل رہے ہیں کیا؟".... اس نے لڑکی کی طرف دیکھ کر کہا!

"میں بھی کچھ اسی قسم کی بو محسوس کر رہی ہوں۔" موڈی نے پھر بکواس شروع کر دی۔

عمران اس طرف دھیان دیئے بغیر کچھ سوچ رہا تھا.... اچانک ہوا کے جھونکے کے ساتھ کثیف دھوئیں کا ایک بڑا سا مرغولہ کمرے میں گھس آیا.... اور تینوں بوکھلا کر کھڑے ہو گئے! عمران کھڑکی کی طرف جھپٹا!.... ایک کمرے سے دھوئیں کے بادل امنڈ رہے تھے۔

"آگ!" لڑکی بے تحاشا چیخی اور پھر باہر نکل کر اس کمرے کی طرف دوڑی! عمران اور موڈی .... ہاں ہاں کرتے ہوئے اس کے پیچھے دوڑے! لیکن وہ کمرے میں پہنچ چکی تھی.... وہ دونوں بھی بے تحاشہ اندر گھسے!.... کمرے کے وسط میں کپڑوں اور کاغذات کا ایک بہت بڑا ڈھیر جل رہا تھا! ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ساری چیزیں ایک جگہ اکٹھا کر کے ان میں دیدہ دانستہ آگ لگائی گئی ہو!

لڑکی اس طرح سینے پر دونوں ہاتھ باندھے کھڑی تھی جیسے قدیم آتش کدوں کی کوئی پجارن ہو!.... اس کی آنکھیں پھیلی ہوئی تھیں اور ہونٹ کپکپا رہے تھے! یکایک وہ چکرا کر گری اور بیہوش ہو گئی۔

(۶)

عمران کمرے میں ٹہل رہا تھا اور کیپٹن فیاض اسے اس طرح گھور رہا تھا جیسے کچا ہی چبا جائے گا۔

"دیکھو فیاض!" عمران ٹہلتے ٹہلتے رک کر بولا! "یہ کیس بہت زیادہ الجھا ہوا ہے۔ نواب ہاشم کی موت خواہ قتل سے ہوئی ہو یا خود کشی سے دونوں ہی صورتیں مضحکہ خیز ہیں! آخر قاتل نے چہرے پر کیوں فائر کیا۔ اس کے لئے تو سینہ یا پیشانی ہی زیادہ مناسب ہوتی ہیں! موت قریب قریب فوراً ہی واقع ہو جاتی ہے.... میں نے فائل کا اچھی طرح مطالعہ کیا ہے! مقتول کے چہرے

کے علاوہ جسم کے کسی دوسرے حصے پر خراش تک نہیں ملی تھی اور لاش کہاں تھی؟ بستر پر!.... مرنے والا چت پڑا ہوا تھا.... فیاض میں کہتا ہوں تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ بستر پر پھیلا ہوا خون مرنے والے ہی کا تھا!"

"میرے دماغ میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ تمہاری بکواس سن سکوں! ابھی تم ایک ایسی لڑکی کی کہانی سنا رہے تھے جس نے موڈی کے ہاتھ سنگار دان فروخت کیا تھا!.... اب نواب ہاشم کے قتل پر آکودے!"

"تم میری بات کا جواب دو!"

"بستر پر پھیلا ہوا خون مرنے والے کا نہیں تھا!" فیاض ہنس پڑا پھر اس نے سنجیدگی سے کہا!

"اب تم ایک ذمہ دار آدمی ہو۔ لونڈا پن ترک کر دو۔"

"فیاض صاحب! میں تو یہاں تک کہنے کو تیار ہوں کہ موت اس کمرے میں واقع ہی نہیں ہوئی تھی! میرا خیال کہ اسے کسی دوسری جگہ پر گلا گھونٹ کر مارا گیا تھا۔ پھر چہرے پر فائر کر کے شکل بگاڑ دی گئی۔"

"مجرم چونکہ فائر ہی کو موت کی وجہ قرار دینا چاہتا تھا اس لئے اس نے لاش کو بستر پر ڈال دیا اور بستر کو کسی چیز کے خون سے تر کر دینے کے بعد اپنی راہ لی.... اگر یہ بات نہیں تو پھر تم ہی بتاؤ کہ کمرے میں کسی قسم کے جدوجہد کے آثار کیوں نہیں پائے گئے تھے!"

"جدوجہد! کمال کرتے ہو!.... ارے برخوردار سوتے میں اس پر گولی چلائی گئی تھی!"

"تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ آج سے دس سال پہلے تمہارا محکمہ کسی یتیم خانے کا دفتر تھا!"

"کیوں؟"

"اس لئے کپتان صاحب! کہ فائل میں لگی ہوئی رپورٹ قطعی نامکمل ہے؟"

"کیوں نامکمل کیوں ہے؟"

"یار شاید تم بھی کسی یتیم خانے کے متولی یا منیجر ہو!.... میرا خیال ہے کہ تمہاری کرسی پر تمہارا چپراسی تم سے زیادہ اچھا معلوم ہو!"

"کچھ بکو گے بھی!" فیاض جھلا گیا۔

"یہ تم بھی مانتے ہو کہ فائر بہت قریب سے کیا گیا تھا! یعنی بہت ممکن ہے کہ نال سے چہرے کا فاصلہ ایک بالشت سے بھی کم رہا ہو!"

"گھسی ہوئی بات ہے۔"

"اچھا تو فیاض صاحب بستر میں کوئی چھرہ کیوں نہیں پیوست ہوا تھا! یا بستر پر بھی بارود کے اثرات کیوں نہیں ملے۔"

"ضرور ملے ہوں گے۔"

"مگر میرے سرکار! رپورٹ میں اس کا تذکرہ نہیں ہے!.... یہ واقعہ صرف دس سال پہلے کا ہے۔ سو برس پہلے کا نہیں جسے تم آدمی کی کم علمی ثابت کر کے ٹال جاؤ.... میرا دعویٰ ہے کہ تفتیش کرنے والے کو چہرے کے آس پاس بارود کے نشانات ملے ہی نہ ہوں گے ورنہ وہ ضرور تذکرہ کرتا.... اور پھر لاؤ مجھے وہ فائل دو جس میں خون کی کیمیائی تجزیئے کی رپورٹ ہو!"

"اس کی ضرورت ہی نہیں سمجھی گئی تھی کہ خون کے ٹائپ کا پتہ لگایا جاتا! وہ مرنے والے ہی کا خون تھا! ہم سب اس پر متفق ہو گئے تھے۔"

"جب لوگوں کی ہمت جواب دینے لگتی ہے تو وہ اسی طرح متفق ہو جاتے ہیں! تم لوگ ہمیشہ پیچیدگیوں سے گھبراتے ہو! پیچیدہ معاملات کو بھی اس طرح کھینچ تان کر سیدھا کر لیتے ہو کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے! پوسٹ مارٹم کی رپورٹ صاف کہہ رہی ہے کہ موت اچانک قلب کی حرکت بند ہو جانے کی وجہ سے واقع ہوئی ہے اور تم لوگ فائر کی لکیر پیٹتے ہو--"

"ہاں قطعی درست ہے!" فیاض سر ہلا کر بولا۔ "وہ سو رہا تھا کہ اچانک کان کے قریب ایک دھماکہ ہوا اور اس کا ہارٹ فیل ہو گیا۔ یہی وجہ تھی کہ اسے تڑپنے کی بھی مہلت نہیں ملی اس لئے بستر بھی شکن آلود نہیں تھا.... وہ جیسے لیٹا ہوا تھا ویسے ہی ٹھنڈا ہو گیا!"

"میرا اعتراض اب بھی باقی ہے! آخر بستر پر چھرے کیوں نہیں لگے.... کیا ہو گئے؟.... کیا اس وقت بندوق کا بھی ہارٹ فیل ہو گیا تھا!"

"جہنم میں جائے!" فیاض اکتائے ہوئے انداز میں بولا۔ "کیس تمہارے پاس ہے.... جا کر جھک مارو!.... مگر ہاں تم اس لڑکی کا تذکرہ کر رہے تھے، وہ کیس واقعی دلچسپ معلوم ہوتا ہے.... اچھا پھر جب وہ بیہوش ہو گئی تو تم نے کیا کیا!"

"صبر کیا اور کافی دیر تک سر پیٹتا رہا۔" عمران جیب میں ہاتھ ڈال کر چیونگم کا پیکٹ تلاش کرنے لگا!

"آگ کیسے لگی تھی؟"

"یقیناً دیا سلائی یا سگار لائیٹر سے ہی لگی ہو گی!"

"تم عجیب آدمی ہو!" فیاض نے جھلا کر کہا۔ عمران کچھ نہ بولا! چند لمحے خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا "لڑکی میرے لئے ایک نئی الجھن پیدا کر رہی ہے!"

"اوہ تو کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ واقعی معصوم ہے۔"

”ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ ابھی پورے واقعات بھی نہیں معلوم ہو سکے اور لڑکی ہسپتال میں ہے۔ ... میں اس وقت وہیں جا رہا ہوں!“

(۷)

موڈی نے سنٹرل ہسپتال کے پرائیویٹ وارڈ میں ایک کمرہ حاصل کر لیا تھا!.... لڑکی وہیں تھی اور پچھلی رات موڈی بھی وہیں رہا تھا اور اس کے خواب بدستور اس پر مسلط رہے تھے! لڑکی نے اسے یقین دلانا چاہا تھا کہ اس نے سنگار دان کے جواہرات کو اصلی ہی سمجھ کر اس کے ہاتھ فروخت کیا تھا! لیکن موڈی نے اسے یہ کہہ کر گفتگو کرنے سے روک دیا تھا کہ زیادہ بولنے سے اس کے اعصاب پر برا اثر پڑے گا!

اس وقت بھی وہ اس کے پلنگ کے قریب مؤدب بیٹھا فرش کی طرف دیکھ رہا تھا!

”موڈی صاحب! اب میں بالکل ٹھیک ہوں!“ لڑکی نے کہا!۔

”میں آسمانوں کا مشکور ہوں! ان اونچے پہاڑوں.... اور ہزار ہا سال سے بہنے والے دریاؤں کا مشکور ہوں! جنہوں نے قدیم شہنشاہوں کی عظمت و شان دیکھی ہے! شہزادی صاحبہ! صحت مبارک ہو۔“

”میرا مضحکہ نہ اڑائیے! میں بہت شرمندہ ہوں! اگر وہ جواہرات نقلی ہیں تو جس طرح بھی ممکن ہو گا میں آپ کے روپے واپس کرنے کی کوشش کروں گی۔ میں والد صاحب کا کتب خانہ فروخت کردوں گی.... وہ پچیس ہزار کی مالیت کا ضرور ہو گا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک بار ایک صاحب نے ایک قلمی نسخہ ڈھائی ہزار میں خریدنے کی پیش کش کی تھی لیکن والد صاحب نے انکار کر دیا تھا.... اور آپ براہِ کرم مجھے شہزادی صاحبہ نہ کہا کریں۔ میں شہزادی نہیں ہوں۔ آپ کو بتا چکی ہوں کہ میں نے ایک شخص کے کہنے پر خود کو شاہی خاندان سے ظاہر کیا تھا!“

”آپ شہزادی ہیں! میرے اعتماد کا خون نہ کیجئے.... یہی کہتی رہئے کہ آپ شہزادی ہیں۔ مجھے حکم دیجئے کہ میں ایسے لاکھوں پچیس ہزار روپے آپ کے قدموں میں ڈال دوں! مجھے اپنے سینکڑوں سال پرانے آباؤ اجداد کے غلاموں ہی میں سے سمجھئے جنہوں نے ان کے لئے اپنا خون بہایا تھا۔“

لڑکی حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگی! کیونکہ موڈی کے لہجے میں بڑا خلوص تھا!

”کیا عمران صاحب آپ کے دوست ہیں!“

”جی ہاں!.... وہ میرا دوست ہے۔ آپ بالکل فکر نہ کریں! میں آپ کے گرد روپوں کی دیوار کھڑی کردوں گا اور پھر مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ ایسی صورت میں پولیس آپ کا کچھ نہ کر سکے گی!“

دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی.... اور دوسرے ہی لمحے میں عمران کمرے میں داخل ہوا.... اس وقت بھی حسب دستور اس کے چہرے پر حماقت برس رہی تھی اور انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے وہ کسی غلط جگہ آ گیا ہو اور معافی مانگ کر الٹے پاؤں واپس جائے گا!

”کیا آپ کی طبیعت اب ٹھیک ہے؟“

”جی ہاں! اب میں اچھی ہوں!“

”مگر تم کوئی الجھن پیدا کرنے والی بات نہیں کرو گے! سمجھے۔“ موڈی نے عمران سے کہا۔

”سمجھ گیا!“ عمران نے جلدی جلدی پلکیں جھپکائیں اور لڑکی سے بولا! ”ذرا اپنے والد کے دوست کا حلیہ تو بتائیے!“

”حلیہ! سوائے اس کے اور کچھ نہیں بتا سکتی کہ ان کے چہرے پر گھنی داڑھی ہے اور آنکھوں میں کسی قسم کی تکلیف کی وجہ سے سیاہ شیشوں کی عینک کا استعمال کرتے ہیں۔“

”ہام“ عمران نے اپنے شانوں کو جنبش دی۔ لیکن اس کے انداز سے یہ معلوم کرنا دشوار تھا کہ لڑکی کے الفاظ سے اس پر کیا اثر پڑا ہے! اس نے دوسرے ہی لمحے میں پوچھا!“ جب آپ کے والد کا انتقال ہوا تو آپ کہاں تھیں--؟“

”میں یہاں موجود نہیں تھی! واپسی پر مجھے یہ خبر ملی تو میں اپنے اوسان بجا نہ رکھ سکی! تجہیز و تکفین اسی آدمی نے کی تھی، جو اب تک خود کو ان کا دوست ظاہر کرتا رہا ہے۔“

”ٹھیک ہے!.... لیکن کیا آپ کے پڑوسیوں نے اس سلسلے میں آپ کو کوئی عجیب بات نہیں بتائی؟“

”عجیب بات! میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی!“

”غسل کہاں دیا گیا تھا میت کو!“

”اوہ.... ہاں!.... والد صاحب کے چند احباب جنازہ گھر سے لے گئے تھے اور غالباً کسی دوست ہی کے یہاں غسل اور تکفین کا انتظام ہوا تھا!“

”بہر حال کوئی پڑوسی مرنے والے کی شکل بھی نہیں دیکھ سکا تھا!“

”آخر آپ کہنا کیا چاہتے ہیں!“ لڑکی سنبھل کر بیٹھ گئی۔ گفتگو اردو میں ہو رہی تھی!....

موڈی نے کچھ بولنا چاہا۔ لیکن عمران نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔

”اچھا ہاں!“.... عمران نے لڑکی کے سوال کا جواب دیئے بغیر پوچھا؟

” آپ نے دس سال قبل کے ایک واقعہ کا تذکرہ کیا تھا!“

”کیا والد صاحب کی گمشدگی کا؟“ لڑکی نے انگریزی میں کہا.... شاید وہ موڈی کو بھی اپنے حالات سے آگاہ کر دینا چاہتی تھی! عمران نے اثبات میں سر ہلایا لڑکی چند لمحے خاموش رہ کر بولی!

”ڈیڈی بڑے پر اسرار آدمی تھے میں آج تک یہ نہ سمجھ سکی کہ وہ کون تھے اور کیا تھے؟ جب میں دس سال کی تھیں تو وہ اچانک غائب ہوگئے.... میں تنہا رہ گئی۔ والدہ اسی وقت انتقال کر گئیں تھی جب میں پیدا ہوئی تھی!.... آپ خود سوچئے! میری کیا کیفیت ہوئی ہو گی.... مجھے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ والد صاحب کا کوئی عزیز بھی ہے یا نہیں کہ میں اسی سے رجوع کرتی۔ انہوں نے کبھی اپنے کسی عزیز کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔ بہر حال بڑی پریشانی تھی!.... پڑوس میں عیسائیوں کا ایک غریب خاندان آباد تھا۔ اس نے میری بہت مدد کی! مجھے ایک مشن سکول میں داخل کرا دیا اور ہر طرح میری دیکھ بھال کرتا رہا! میں مسز ہارڈی کو کبھی نہ بھولوں گی! وہ عظیم عورت! جس نے میری خبر گیری ماؤں کی طرح کی۔ میرے اخراجات بھی اٹھائے اور مجھے کبھی اس بات پر مجبور نہیں کیا کہ میں عیسائی مذہب اختیار کرلوں۔ وہ تھوڑی دیر خاموش رہی پھر بولی! چار سال تک والد صاحب کی کوئی خبر نہ ملی۔ پھر اچانک ایک دن وہ آ گئے۔ ہفتوں روتے رہے .... لیکن مجھے کچھ نہیں بتایا کہ وہ اتنے دنوں تک کہاں رہے؟ .... لیکن اتنا ضرور کہا کہ اب وہ کہیں نہیں جائیں گے۔“

”وہ پھر کہیں نہیں گئے؟“ عمران نے پوچھا!

”نہیں! پھر وہ گھر سے باہر بھی شاذ و نادر ہی نکلتے تھے۔ گمشدگی سے پہلے وہ تصویروں کے بلاک بنانے کا کام کرتے تھے۔ واپسی پر یہ کام بھی ترک کر دیا تھا! لیکن مجھے آج تک نہ معلوم ہو سکا کہ بسر اوقات کا ذریعہ کیا تھا؟ بظاہر وہ کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ لیکن کبھی تنگ دستی نہیں ہوئی۔“

”اور غالباً وہ سنگار دان بھی وہ اپنے ساتھ ہی لائے ہوں گے؟“ عمران نے پوچھا۔

”نہیں! میں بچپن ہی سے اسے دیکھتی آئی ہوں!--“

”اچھا! تو پھر وہ پراسرار آدمی اس کی تاک میں کب سے لگے تھے؟“

”والد صاحب کے انتقال کے بعد ہی سے! اس سے پہلے کسی نے ادھر کا رخ بھی نہیں کیا تھا۔“

عمران چند لمحے کچھ سوچتا رہا۔ پھر پوچھا!“ پچھلے چھ برس کے عرصے میں ان سے کون کون ملتا رہا ہے؟“

”کوئی نہیں؟ حتیٰ کہ پاس پڑوس والے بھی ان سے بات کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔“

”آخر کیوں؟ کیا وہ بہت چڑچڑے تھے؟“

”ہرگز نہیں! بہت ہی با اخلاق اور ملنسار تھے۔ انہوں نے کبھی کسی سے تیز لہجے میں گفتگو نہیں کی۔ میرا خیال ہے کہ لوگ انہیں محض اس لئے برا کہتے تھے کہ وہ مجھے تنہا چھوڑ کر چلے گئے تھے۔“

”لیکن ان کے مرتے ہی اتنے بہت سے دوست کہاں سے پیدا ہوگئے۔“ عمران نے پوچھا!۔

”مجھے خود بھی حیرت ہے! پڑوسیوں سے معلوم ہوا کہ وہ پانچ تھے! لیکن ان میں سے ایک ہی آدمی اب تک میرے سامنے آیا ہے.... وہی جس نے سنگار دان کے متعلق مشورہ دیا تھا!“

”اور پھر وہ اس کے بعد سے نہیں دکھائی دیا!“

”نہیں وہ اس کے بعد بھی ملتا رہا ہے۔ اس وقت تک جب تک کہ میں نے سنگار دان فروخت نہیں کر دیا!“

، ”تمہارے والد نے کبھی اپنے کسی دوست کا تذکرہ بھی نہیں کیا!“

”صرف ایک دوست کا!... وہی جس کے پاس میں ان کی موت سے چند روز قبل گئی تھی!“

”اس کا نام اور پتہ!“ عمران جیب سے ڈائری نکالتا ہوا بولا۔

”حکیم معین الدین.... ۴۸ فرید آباد.... دلاور پور۔“

”آپ اس کے پاس کیوں گئی تھیں؟“

”والد صاحب نے بھیجا تھا!“ لڑکی نے کہا۔ ”والد صاحب عرصہ سے درد گردہ کے مریض تھے۔ اس دوران میں تکلیف کچھ زیادہ بڑھ گئی۔ علاج ہوتا رہا لیکن فائدہ نہ ہوا۔ آخر کار انہوں نے معین الدین صاحب کا پتہ بتا کر کہا کہ میں ان کے پاس جاؤں.... شاید ان کے پاس اس مرض کا کوئی مجرب نسخہ تھا! میں دلاور پور گئی! لیکن دوا تیار نہیں تھی! اس لئے وہاں مجھے چار دن تک قیام کرنا پڑا.... میں نے والد صاحب کو بذریعہ تار مطلع کر دیا تھا جس کے جواب میں انہوں نے بھی بذریعہ تار ہی مجھے مطلع کیا کہ میں دوا لئے بغیر واپس نہ آؤں۔ خواہ دس دن لگ جائیں!“

”کیا وہ حکیم صاحب! اب بھی وہاں مل سکیں گے؟“ عمران نے پوچھا!

”کیوں نہیں! یقیناً ملیں گے۔“

”لیکن اگر نہ ملے تب!“

”بھلا میں اس کے متعلق کیا کہہ سکتی ہوں!“ لڑکی مضطربانہ انداز میں اپنی پیشانی رگڑتی ہوئی بولی۔ ”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے۔“

”بس عمران ختم کرو!“ موڈی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”میں معاملات کی تہہ کو پہنچ گیا ہوں۔“

”کیا سمجھے ہیں آپ!“ لڑکی نے چونک کر پوچھا!

” آپ کے والد زندہ ہیں!“ موڈی ٹھہر ٹھہر کر بولا۔ ”بس میں سمجھ گیا۔“

”شٹ اَپ!“ عمران اسے گھور کر بولا۔ ”شاید تمہارا نشہ اکھڑ رہا ہے۔ جاؤ ایک آدھ پگ مار آؤ——!“

”نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں۔“ موڈی نے جمائی لے کر کہا! عمران نے لڑکی سے کہا۔ ”کیا آپ مجھے اپنے والد کی کوئی تصویر دے سکیں گی؟“

”افسوس! کہ نہیں! جن چیزوں میں پر اسرار طریقے سے آگ لگ گئی تھی! ان میں غالباً ان کے البم بھی تھے۔ یا ممکن ہے البم نہ رہے ہوں! مجھے تو کچھ ہوش نہیں!.... ہو سکتا ہے تلاش کرنے پر کوئی تصویر مل ہی جائے!.... مگر یہ تو بتایئے کہ مجھے یہاں کب تک رہنا ہوگا! میں اب بالکل اچھی طرح ہوں!....“

”یہاں آپ زیادہ محفوظ ہیں!“ عمران سر ہلا کر بولا ”جب تک کہ میں نہ کہوں آپ یہاں سے نہیں جائیں گی.... میں نے اس کا انتظام کر لیا ہے کہ آپ یہاں طویل مدت تک قیام کر سکیں!....“

” آخر کیوں؟“

”ضروری نہیں کہ آپ کو بھی بتایا جائے!“

”عمران میں تمہاری گردن اڑا دوں گا!“ موڈی اسے گھونسہ دکھا کر بولا۔ ”تم شہزادی صاحبہ کی توہین کر رہے ہو!“

”اور تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ اٹھو! اور میرے ساتھ چلو!“

”میں یہیں رہوں گا۔“

”شٹ اَپ.... کھڑے ہو جاؤ!.... اٹھو!“

(۸)

عمران کے ساتھ موڈی اپنے بنگلے پر واپس آگیا اور آتے ہی اس بری طرح شراب پر گرا کہ خدا کی پناہ!.... اس نے پچھلی رات سے ایک قطرہ بھی نہیں پیا تھا۔ دو تین پیگ متواتر پی لینے کے بعد وہ عمران کی طرف مڑا!....

”تم کیا سمجھتے ہو مجھے! میں جانتا ہوں.... معاملات کی تہہ تک پہنچ چکا ہوں اس کا باپ زندہ ہے اور وہ انتہائی پر اسرار آدمی معلوم ہوتا ہے!“

”بکواس بند کرو، جو میں کہہ رہا ہوں اسے سنو!“

”میں کچھ نہیں سنوں گا! میری ایک تھیوری ہے!“ عمران خاموش ہو گیا! موڈی بڑبڑاتا رہا۔

”میں شرلاک ہومز ہوں!....“

”او.... موڈی.... شرلاک ہومز کے بچے!“ عمران اسے گھورتا ہوا بولا!

”نہیں ڈاکٹر واٹسن تم ان معاملات کو نہیں سمجھ سکتے!“ موڈی بڑبڑاتا ہوا اٹھ کر ٹہلنے لگا! اتنے میں نوکر پائپ لے آیا!.... عمران صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر سوچنے لگا تھا۔ موڈی پائپ سلگا کر اپنی گردن اکڑاتا ہوا اس کی طرف مڑا....

”وہ کسی شاہی خزانے کے وجود سے واقف ہے اور میرا خیال ہے کہ اس کے پاس نقشہ بھی موجود ہے!“

عمران بدستور آنکھیں بند کئے پڑا رہا! موڈی چند لمحے خاموش رہا۔ پھر بولا ” آج سے دس سال قبل یقیناً چند خطرناک آدمیوں نے اس کا پیچھا کیا ہوگا.... بس وہ غائب ہو گیا!.... چار سال بعد پھر واپس آیا! چھ سال تک سکون سے رہا اور اس کے بعد پھر! وہ یا کچھ دوسرے لوگ اس کے پیچھے پڑ گئے!.... اس بار اس نے اپنی موت کا ڈرامہ کھیلا!.... کیا سمجھے!.... ہاہا!.... کچھ نہیں سمجھے!.... تم لوگ دماغ کے بجائے معدہ استعمال کرتے ہو اور اب اس سنگار دان کی داستان سنو!.... وہ غالباً اسی شاہی خزانے سے تعلق رکھتا ہے، خود اس کے باپ نے دشمنوں پر یہ ظاہر کرنے کے لئے.... اوہ کیا ظاہر کرنے کے لئے.... ہائیں.... کیا ظاہر کرنے کے لئے!“

موڈی نے اپنی پیشانی پر گھونسہ مار لیا.... چند لمحے خاموش رہا.... پھر عمران کو جھنجھوڑ کر بولا۔ ”میں ابھی کیا کہہ رہا تھا۔“ عمران نے چونک کر آنکھیں کھول دیں!.... ”کیا ہے؟“ اس نے جھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا!

”میں کیا کہہ رہا تھا!“ موڈی نے پھر اپنے سر پر دو چار گھونسے جمائے!

”تم!“ عمران کھڑا ہو کر اسے چند لمحے گھورتا رہا پھر گریبان پکڑ کر ایک صوفے میں دھکیلتا ہوا بولا ”جہنم میں جاؤ!“ دوسرے ہی لمحے وہ باہر جا چکا تھا۔!

(۹)

نواب ہاشم کو دوبارہ منظر عام پر آئے ہوئے تقریباً ایک ہفتہ گزر چکا تھا.... اور اس حیرت انگیز واپسی کی شہرت نہ صرف شہر بلکہ پورے ملک میں ہو چکی تھی!.... وہ اپنی نوعیت کا ایک ہی ہنگامہ تھا!.... محکمہ سراغرسانی والوں کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ اس سلسلے میں کیا کریں! فی الحال ان کے سامنے صرف ایک ہی سوال تھا وہ یہ کہ اگر نواب ہاشم یہی شخص ہے تو پھر وہ آدمی کون تھا جس کی لاش دس سال قبل نواب ہاشم کی خواب گاہ سے برآمد ہوئی تھی! کیپٹن فیاض عمران

کو آج کل بہت زیادہ مصروف دیکھ رہا تھا۔ لیکن عمران سے کسی بات کا اگلوا لینا آسان کام نہیں تھا۔ وہ ہر سوال کا جواب ضرور دیتا تھا۔ لیکن وہ جوابات کچھ اس قسم کے ہوتے تھے کہ سوال کرنے والا اپنا سر پیٹ لینے کا ارادہ تو کرتا تھا۔ مگر اسے عملی جامہ پہنا کر مسخرہ نہیں کہلانا چاہتا تھا۔!

فیاض نے لاکھ کوشش کی لیکن عمران سے کچھ نہ معلوم کر سکا! البتہ اسے ایسے اشعار ضرور سننے پڑے جن کے پہلے مصرے عموماً مرزا غالب کے ہوتے تھے اور دوسرے ڈاکٹر اقبالؒ کے! مثلاً.... ؎

”ہے دل شوریدہ غالبؔ طلسم پیچ و تاب“
وہ صبا رفتار شاہی اصطبل کی آبرو!

عمران اس طرح کے جوڑ پیوند لگانے کا ماہر تھا.... بہر حال فیاض اس سے کچھ نہ معلوم کر سکا!.... آج اس نے نواب ہاشم اور اس کے بھتیجے نواب ساجد کو اپنے آفس میں طلب کیا تھا!.... دونوں آئے تھے! لیکن ان کے چہروں پر ایک دوسرے کے خلاف بیزاری کے آثار تھے!۔

”دیکھئے جناب!“ فیاض نے نواب ہاشم کو مخاطب کیا۔ ”اب ایک ہی صورت رہ گئی ہے!“

”وہ کیا؟.... دیکھئے جناب! جو بھی صورت ہو! میں جلد سے جلد اس کا تصفیہ چاہتا ہوں!“ نواب ہاشم نے کہا۔

”صورت یہ ہے کہ میں آپ کو جیل بھجوادوں!....“

”اچھا!“.... نواب ہاشم کی بھنویں تن گئیں!.... اتنے میں عمران کمرے میں داخل ہوا.... اس کے بال پریشان تھے اور لباس ملگجا سا!.... ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی لمبے سفر کے بعد یہاں پہنچا ہو!....

وہ ان دونوں چچا بھتیجے کے طرف دیکھ کر مسکرایا اور فیاض کو آنکھ مار کر سر کھجانے لگا!....

”مجھے جیل بھجوانا آسان کام نہ ہوگا مسٹر فیاض! آخر آپ کس بناء پر مجھے جیل بھجوائیں گے؟“ نواب ہاشم نے کہا اور بدستور فیاض کی آنکھوں میں دیکھتا رہا!۔

”دو وجوہات ہیں! ان میں سے جو بھی آپ پسند کریں!“ فیاض نے کہا! ”اگر مرنے والا واقعی نواب ہاشم تھا تو آپ دھوکے باز ہیں اور اگر نواب ہاشم نہیں تو آپ اس کے قاتل ہیں!“

”کیوں؟ میں کیسے قاتل ہوں!“

”جس رات کو آپ اپنی روانگی ظاہر کرتے ہیں اسی رات کی صبح کو آپ کی خوابگاہ سے ایک لاش برآمد ہوئی تھی۔ میں کہتا ہوں آپ چھپ کر کیوں گئے تھے!“

”شاید مجھے اب وہ بات دہرانی پڑے گی!“ نواب ہاشم نے جھینپے ہوئے انداز میں مسکرا کر کہا۔

”دہرایئے جناب!“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا ”آپ کے معاملے نے تو میری عقل خبط کر دی ہے!“

نواب ہاشم چونک کر مڑا.... شاید اسے عمران کی موجودگی کا علم نہیں ہوا تھا!

”اوہ.... آپ.... تو کیا آپ یہیں سے تعلق رکھتے ہیں!“

” آپ کچھ بتانے جا رہے تھے!“ فیاض نے اسے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

”جی ہاں!.... اب وہ بات بتانی ہی پڑے گی!.... آج سوچتا ہوں کہ وہ واقعہ کتنا معمولی تھا! لیکن اس وقت گویا مجھ پر جنون سوار تھا! اگر میں نے وہ چوٹ سہہ لی ہوتی اور لوگوں کے ہنسنے کی پرواہ نہ کی ہوتی تو آج اس حالت کو نہ پہنچتا! خیر سنیئے جناب!.... مگر نہیں پہلے میرے ایک سوال کا جواب دیجئے!“

”دیکھئے بات کو خواہ مخواہ طوالت نہ دیجئے! ہم لوگ بیکار آدمی نہیں!“ فیاض نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا!

”نہیں میں اختصار سے کام لوں گا! اچھا صاف صاف سنیئے! مجھے ایک عورت سے عشق تھا۔ بظاہر وہ بھی مجھے چاہتی تھی! اسی شہر کا ایک دوسرا رئیس بھی اسکے چکر میں تھا! لہٰذا ہم دونوں کی کشمکش نے اس واقعے کو سارے شہر میں مشہور کر دیا۔ عورت بظاہر میری ہی طرف زیادہ جھک رہی تھی! یہ بات بھی عام طور پر لوگوں کو معلوم تھی! لیکن اسی دوران میں نہ جانے کیا ہوا کہ وہ کم بخت ایک تانگے والے کے ساتھ فرار ہو گئی۔ ذرا سوچئے! اگر آپ میری جگہ ہوتے تو آپ کے احساسات کیا ہوتے! کیا آپ یہ نہ چاہتے کہ اب شناساؤں سے نظریں چار نہ ہوں تو اچھا ہے! شرمندگی سے بچنے کے لئے میں نے کسی کو کچھ بتائے بغیر یہاں سے چلا جاؤں۔ جس رات میں نے یہاں سے چلے جانے کا پروگرام بنایا تھا۔ اسی شام کو باہر سے میرا دوست آ گیا!.... وہ میرا جگری دوست تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس دن اس کی آمد بھی بہت گراں گزری!“ نواب ہاشم نے رک کر سگرٹ سلگائی اور دو تین کش لے کر پھر بولا۔ ”اسے واقعات کا علم نہیں تھا!.... میں نے تہیہ کر لیا کہ قبل اس کے کہ اسے کچھ معلوم ہو! میں یہاں سے چلا جاؤں! چنانچہ میں نے یہی کیا! اسے سوتا چھوڑ کر میں یہاں سے چلا گیا!“

”تو پھر وہ آپ کے دوست کی لاش تھی؟“ فیاض نے آگے کی طرف جھک کر پوچھا!۔

”یقیناً اسی کی رہی ہوگی!.... اب دیکھئے میں آپ کو بتاؤں! ابھی میں نے اپنے جس حریف یا رقیب کا تذکرہ کیا تھا۔ یہ حرکت اس کی بھی ہو سکتی ہے! ظاہر ہے اسے اس واقعہ کے سلسلے میں کافی خفت اٹھانی پڑی ہوگی اور اس نے یہی سوچا ہوگا کہ میں نے اسے زک دینے کے لئے عورت کو تانگے والے کے ساتھ نکلوا دیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے مجھ سے انتقام کی ٹھانی ہو اور میرے

دھو کے میں میرے دوست سجاد کو قتل کر دیا ہو!"

"مگر پھر سوچتا ہوں کہ ایسا نہیں ہو سکتا!"

" آخر آپ کا حریف تھا کون؟ اس کا نام بتایئے؟" فیاض نے کہا!

"مرزا نصیر"

"اوہ.... وہ پیلی کوٹھی والے!" عمران نے کہا!۔

"جی ہاں وہی!" نواب ہاشم بولا۔

"بڑا افسوس ہوا سن کر!" عمران نے مغموم آواز میں کہا "وہ تو پچھلے سال مر گئے! اب میں کس کے ہتھکڑیاں لگاؤں.... کیا ان کے لڑکے سے کام چل جائے گا!" فیاض نے عمران کو گھور کر دیکھا! لیکن عمران نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور سر ہلاتا ہوا فرش کی طرف دیکھنے لگا!

"مگر مجھے یقین نہیں ہے کہ مرزا نصیر نے ایسا کیا ہو!" نواب ہاشم بولا۔ "اگر وہ ایسا کرتا تو بھلا لاش کی شکل ناقابلِ شناخت بنانے کی کیا ضرورت تھی؟ اگر فرض کیجئے اس نے دھوکے میں بھی مارا ہوتا تو شکل کبھی نہ بگاڑتا! اب آپ خود سوچئے! کہ وہ کون ہو سکتا ہے!"

"بھتیجے کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے چچا!" عمران بڑبڑایا!۔

"کیا مطلب!" ساجد اچھل کر کھڑا ہو گیا!۔

"بیٹھ جایئے!" فیاض نے سخت لہجے میں کہا۔

"واقعی آپ تہہ تک پہنچ گئے!" نواب ہاشم نے عمران کی طرف دیکھ کر کہا!۔

"پہنچ گیا نا!.... ہاہا" عمران نے احمقانہ انداز میں قہقہہ لگایا!۔

"بہت ہو چکا!" ساجد نواب ہاشم کو گھونسہ دکھا کر بولا "تمہاری چار سو بیس ہرگز نہیں چلے گی!"

"گرم نہ ہو بیٹے!" نواب ہاشم نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "دولت بیٹے کے ہاتھوں باپ کو قتل کرا سکتی ہے تم تو بھتیجے ہو اور پھر تمہارے پاس تو پھوٹی کوڑی بھی نہیں تھی۔ تمہارے باپ نے اپنی جائیداد پہلے ہی بیچ کھائی تھی! میں کنوارا تھا۔ ظاہر ہے کہ میرے وارث تم ہی قرار پاتے.... کیا میں غلط کہہ رہا ہوں!"

"بکواس ہے.... سو فیصدی بکواس تم نواب ہاشم نہیں ہو! تمہارے کاغذات جعلی ہیں!"

"اور میری شکل بھی شاید جعلی ہے! اتنی جعلی ہے کہ تم نے مجھے حویلی میں قیام کرنے کی اجازت دے دی!"

"تم مجھ پر کسی کا قتل نہیں ثابت کر سکتے!" ساجد نے میز پر گھونسہ مار کر کہا!۔

"دیکھئے مسٹر!" فیاض نے اکھڑے ہوئے لہجے میں کہا۔ "یہ آپ کی حویلی نہیں میرا دفتر ہے ذرا ہاتھ پیر قابو میں رکھئے۔!"

"اوہ.... معاف کیجئے گا!" ساجد نے کہا۔ پھر نواب ہاشم سے بولا! "میں عدالت میں دیکھوں گا تمہاری چرب زبانی!"

"ہاں تو کپتان صاحب میں یہ کہہ رہا تھا!" نواب ہاشم نے لاپروائی سے کہنا شروع کیا۔ "میرے بھتیجے نے دیکھا۔ موقع اچھا ہے! اگر ہاشم آج کل ہی میں قتل کر دیا جائے تو آئی گئی مرزا نصیر کے سر جائے گی!.... یہ اسی رات کو حویلی میں چوروں کی طرح داخل ہوا اور میرے دھوکے میں سجاد کو قتل کر دیا! مجھے یقین ہے کہ اسے اپنی غلطی کا احساس فوراً ہی ہو گیا ہوگا اسی لئے تو اس نے لاش کو ناقابل شناخت بنا دیا تھا!.... پہلے اس نے مجھے تلاش کیا ہوگا۔ جب میں نہ ملا ہوں گا تو اس نے مقتول کا چہرہ بگاڑ دیا ہوگا!.... اور پھر جناب یہ تو بتایئے کہ لاش کی شناخت کس نے کی تھی؟....

"انہی حضرت نے!" فیاض نے ساجد کی طرف دیکھ کر کہا!....

"اب آپ خود سوچئے! یہ میرا بھتیجا ہے! لاش کا چہرہ بگڑ چکا تھا!۔ آخر اس نے کس بناء پر اسے میری لاش قرار دیا تھا؟ کیا اس لئے کہ مقتول کے جسم پر میرا لباس تھا....!"

فیاض کچھ نہ بولا۔ اس کی نظر ساجد.... کے چہرے پر جمی ہوئی تھی! لیکن اس کے برخلاف عمران نواب ہاشم کو گھور رہا تھا!....

"جواب دیجئے کپتان صاحب!" نواب ہاشم نے پھر فیاض کو مخاطب کیا۔

"کیوں جناب! آپ نے کس بناء پر اسے نواب ہاشم کی لاش قرار دیا تھا!" فیاض نے ساجد سے پوچھا!

"ہاتھوں اور پیروں کی بناء پر!" ساجد اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھتا ہوا بولا۔ اس کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار تھے!

"ہاں ہاں! کیوں نہیں! چہرہ تو پہلے ہی بگاڑ دیا تھا!.... اور اسی لئے بگاڑا تھا کہ تمہاری شناخت پولیس کے لئے حرفِ آخر ہو!.... ظاہر ہے کہ اس بگی شناخت کے معاملے میں پولیس صرف تمہارے ہی بیان سے مطمئن ہو سکتی تھی۔ کیونکہ تم میرے گھر کے ہی ایک فرد تھے!" ساجد کچھ نہ بولا۔ وہ اس انداز میں نواب ہاشم کو گھور رہا تھا جیسے موقع ملتے ہی اس کا گلا دبوچ لے گا!

"ہاں مسٹر ساجد! آپ اپنی صفائی میں کیا کہتے ہیں؟" فیاض نے سخت لہجے میں کہا۔

"اب میں ہر بات کا جواب اپنے وکیل کی موجودگی ہی میں دے سکوں گا۔" ساجد بولا۔

"یہی چاہئے برخوردار!" نواب ہاشم نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”میں تم سے گفتگو نہیں کر رہا اور ہاں اب تم میری حویلی میں نہیں آؤ گے! سمجھے! اگر تم نے ادھر کا رخ بھی کیا! تو نتیجے کے تم خود ذمہ دار ہو گے!“

”نہیں ایسا نہیں ہو سکتا!“ عمران بول پڑا.... ”آپ دونوں سمجھوتہ کیوں نہیں کر لیتے! چین سے مل جل کر اسی کوٹھی میں رہیئے مجھے افسوس ہے کہ نہ میرے کوئی بھتیجا ہے اور نہ چچا.... ورنہ میں دنیا کو دکھا دیتا کہ چچا اور بھتیجے کس طرح ایک جان دو قابل .... نہیں با قل.... ہائیں.... بک رہا ہوں میں سو پر فیاض.... کیا محاورہ ہے وہ.... ایک جان.... دو قابل.... چہ چہ چہ.... آہاں.... قالب قالب ایک جان دو قالب.... واہ بھئی.... ہینھ!“

”بھلا ان کے آپس کے سمجھوتے سے کیا بنے گا!.... وہ لاش تو بہر حال درمیان میں حائل رہے گی!“ فیاض بولا!۔

”ارے یار چھوڑو بھی!“ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔ ”یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ایک مردہ آدمی کے لئے چچا بھتیجوں میں ناچاقی ہو جائے! بھلا وہ لاش ان کے کس کام آئے گی!“

”اچھا آپ یہاں سے تشریف لے جائیے!“ فیاض نے منہ بگاڑ کر انتہائی خشک لہجے میں کہا! لیکن عمران پر اس کا ذرہ برابر بھی اثر نہ ہوا۔ اس نے مسکرا کر کہا!۔

”میں یہ ثابت کر سکتا ہوں کہ اس قتل کا تعلق مرزا نصیر سے تھا!.... کیوں فیاض صاحب! جو بات نواب ہاشم اپنے بھتیجے کے متعلق سوچ رہے ہیں۔ کیا وہی مرزا نصیر کے ذہن میں نہ آئی ہو گی!“

”کون سی بات۔“

”یہی کہ لاش کا چہرہ بگاڑ دینے سے خیال ساجد کی طرف جائے گا!“

”یہ بات کہی ہے آپ نے!“ ساجد اچھل پڑا اور پھر فیاض سے بولا۔ ”اب اس کا آپ کے پاس کیا جواب ہے؟“

”اوہ! ختم بھی کیجئے!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”بس جائیے! لیکن آپ دونوں حویلی ہی میں رہیں گے! مقصد کچھ اور نہیں!.... بس اتنا ہی ہے کہ میرے آدمیوں کو کوئی تکلیف نہ ہو!“

”میں نہیں سمجھا!“ نواب ہاشم نے کہا۔

”میرے آدمی آپ دونوں کی نگرانی کرتے ہیں! اگر آپ میں سے کوئی کسی دوسری جگہ چلا گیا تو مجھے نگرانی کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ کرنا پڑے گا!“

فیاض نے عمران کو گھور کر دیکھا! غالباً وہ سوچ رہا تھا کہ عمران کو نگرانی کے متعلق نہ کہنا چاہئے تھا!... ساجد اور نواب ہاشم حیرت سے منہ کھولے ہوئے عمران کی طرف دیکھ رہے تھے۔

”بس اب آپ لوگ تشریف لے جائیے!“ عمران نے ان سے کہا۔ ”جس نے بھی حویلی کی سکونت ترک کی اس کے ہتھکڑیاں لگ جائیں گی!“

”آپ نہ جانے کیسی باتیں کر رہے ہیں!“ ساجد بولا۔

”چپڑاسی!“ عمران نے میز پر رکھی ہوئی گھنٹی پر ہاتھ مارتے ہوئے صدا لگائی!.... انداز بالکل بھیک مانگنے کا سا تھا...!

”اچھا.... اچھا.... اچھی بات ہے!“ نواب ہاشم اٹھتا ہوا بولا! ”میں حویلی سے نہیں ہٹوں گا۔ لیکن میری زندگی کی حفاظت کی ذمہ داری آپ پر ہو گی!“

”فکر نہ کیجئے! قبر تک کی ذمہ داری لینے کے لئے تیار ہوں!“ عمران نے سنجیدگی سے کہا! وہ دونوں چلے گئے اور فیاض عمران کو گھورتا رہا....

”تم بالکل گدھے ہو!“ اس نے کہا!

”نہیں! میں دوسری برانچ کا آدمی ہوں!.... میرے یہاں سپرنٹنڈنٹ نہیں ہوتے!“

”تم نے انہیں نگرانی کے متعلق کیوں بتایا! اب وہ ہوشیار ہو جائیں گے۔ احمق بننے کے چکر میں بعض اوقات سچ مچ حماقت کر بیٹھتے ہو!“

” آہ کپتان فیاض! اسی لئے جوانی دیوانی مشہور ہے!“ عمران نے کہا!.... اور داہنی ایڑی پر گھوم کر کمرے سے نکل گیا!.... رات تاریک تھی!.... عمران عالمگیری سرائے کے علاقے میں چوروں کی طرح چل رہا تھا۔ اس کے ایک ماتحت نے جس کو لڑکی کے مکان کی نگرانی کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ اطلاع دی تھی کہ آج دن میں کچھ مشتبہ آدمی مکان کے آس پاس دکھائی دیئے تھے!.... عمران نے اپنی کار سڑک پر ہی چھوڑ دی تھی اور پیدل ہی پیلے مکان کی طرف جا رہا تھا.... گلی کے موڑ پر اسے ایک تاریک سا انسانی سایہ دکھائی دیا!

عمران رک گیا! اس نے محسوس کیا کہ وہ سایہ چھپنے کی کوشش کر رہا ہے!۔

”ہدہد!“.... عمران نے آہستہ سے کہا!....

”جج جناب والا!“ دوسری طرف سے آواز آئی!.... عمران نے اپنے اس ماتحت کا نام ہدہد رکھا تھا!.... یہ گفتگو کرتے وقت تھوڑا سا ہکلاتا تھا اور اس کی شکل دیکھتے ہی نہ جانے کیوں لفظ ”ہدہد“ کا تصور ذہن میں پیدا ہوتا تھا۔ پہلے پہل جب عمران نے اسے ہدہد کہا۔ تو اس کے چہرے پر ناخوشگوار قسم کے آثار پیدا ہوئے تھے اور اس نے اسے بتایا تھا کہ وہ ایک نجیب الطرفین قسم کا خاندانی آدمی ہے.... اور اپنی توہین برداشت نہیں کر سکتا.... اس پر عمران نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ اس محکمہ میں حقیقتاً اسی قسم کے نام ہونے چاہئیں۔ بہر حال وہ بڑی مشکل سے

اس بات پر راضی ہوا تھا کہ اسے ہدہد پکارا جائے.... اس میں ایک خاص بات اور بھی تھی! جو اس کے حلئے کے اعتبار سے ضرورت سے زیادہ مضحکہ خیز تھی۔ بات یہ تھی کہ وہ ہمیشہ دوران گفتگو بہت ہی ادق قسم کے الفاظ استعمال کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ اس پر سے ہکلاہٹ کی مصیبت! بس ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے اس پر ہسٹیریا کا دورہ پڑ گیا ہو۔

"کیا خبر ہے؟" عمران نے اس سے پوچھا! وہ اس کے قریب آ گیا تھا!۔

"ابھی تک تو کچھ بھی ظہور میں نہیں آیا۔".... ہدہد بولا۔

"مگر میں نے ظہور کو کب بلایا تھا!" عمران نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا! پتہ نہیں اس کے سننے میں فرق آیا تھا یا وہ جان بوجھ کر گھس رہا تھا!

"جج.... جناب والا.... میرا مطلب یہ ہے کہ.... ح.... ح.... حالات میں ککوئی تغیر واقع نہیں ہوا.... یا یوں سمجھئے کہ.... تب تا ایں دودم.... جج جوں کا تت توں....!"

"میرے ساتھ آؤ"

"بب بسرو چچ چشم!" دونوں آگے بڑھ گئے!.... بستی پر سناٹا طاری تھا۔ کبھی کبھی آس پاس کے گھروں سے بچوں کے رونے کی آوازیں آتیں اور پھر فضا پر سکوت مسلط ہو جاتا! اس بستی کے کتے بھی شائد افیونی تھے۔ عمران کو اس پر بڑی حیرت تھی کہ ابھی تک کسی طرف سے بھی کتوں کی آوازیں نہیں آئی تھیں۔ پہلے اس کا خیال تھا کہ اس وقت کتوں کی وجہ سے بستی میں قدم رکھنا بھی دشوار ہو جائے گا! وہ تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ اچانک عمران کسی چیز سے ٹھوکر کھا کر گرتے گرتے بچا اور وہ چیز یقیناً ایسی تھی جو دباؤ پڑنے پر دب بھی سکتی تھی عمران نے بڑی پھرتی سے زمین پر بیٹھ کر اسے ٹٹولا.... وہ کسی کتے کی لاش تھی۔

"کک.... کیا.... ظہور پذیر ہوا۔ جناب!" ہدہد نے پوچھا!

"ظہور نہیں پذیر ہوا ہے آگے بڑھو!" مکان کے قریب پہنچ کر وہ دونوں ایک دیوار سے لگ کر کھڑے ہو گئے۔ گہری تاریکی ہونے کی بناء پر انہیں قریب سے بھی دیکھ نہ لئے جانے کا امکان نہیں تھا!۔

"سس، سس! ہدہد آہستہ سے کچھ کہنے ہی والا تھا کہ عمران نے اس کا شانہ دبا دیا!.... اسے تھوڑے ہی فاصلے پر کوئی متحرک شے دکھائی دی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی چوپایہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اسی طرف آ رہا ہو.... پھر دیکھتے ہی دیکھتے.... ان چوپایوں میں اضافہ ہو گیا!.... ایک دو تین.... چار.... پانچ....!" عمران کا داہنا ہاتھ کوٹ کی جیب میں تھا.... اور مٹھی میں ریوالور کا دستہ جکڑا ہوا تھا!.... دیوار کے قریب پہنچتے ہی چوپائے سیدھے کھڑے ہو گئے!.... عمران پہلے ہی سمجھ گیا تھا! وہ پانچ آدمی تھے لیکن تاریکی کی وجہ سے پہچانے نہیں جا سکتے تھے! عمران نے اس خیال سے ہدہد کے سینے پر ہاتھ رکھ دیا کہ کہیں وہ بوکھلا کر کوئی حماقت نہ کر بیٹھے۔

"اررر.... ہش!" ہدہد اس کا ہاتھ جھٹک کر اچھل پڑا پانچواں آدمی بھی بالکل اسی کے سے انداز میں اچھل کر بھاگا! عمران نے ان پر جست لگائی اور ایک کو جا لیا!۔

"خبردار! ٹھہرو۔ ورنہ گولی مار دوں گا!" اس نے دوسروں کو للکارا۔ لیکن اس للکار کا کوئی اثر نہ ہوا.... وہ تاریکی میں گم ہو چکے تھے۔ عمران کی گرفت میں آیا ہوا آدمی بھی نکل بھاگنے کے لئے جدوجہد کر رہا تھا!

"او ہدہد کے بچے!" عمران نے ہانک لگائی۔

"دد.... دیکھئے جناب!" ہدہد نے کہا، جو قریب ہی کھڑا کانپ رہا تھا۔

"مم.... میں.... خ.... خاندانی آدمی ہوں.... پہلے ہدہد پھر ہدہد کا بچہ.... واہ.... جناب.... مم...."

"شٹ اپ.... ٹارچ جلاؤ۔"

"وہ تو.... کک.... کہیں.... گر گئی!" اس دوران میں عمران نے اپنے شکار کے چہرے پر دو چار گھونسے رسید کئے اور وہ سیدھا ہو گیا!....

"چلو!.... ادھر....!" اس نے پھر ہدہد کو مخاطب کیا!" اس کے گلے سے ٹائی کھول لو....!"

"ہدہد بوکھلاہٹ میں عمران کی گردن ٹٹولنے لگا....

"ابے.... یہ میں ہوں!"

"جی.... ! کیا۔ ابے....! بعید از شرافت.... میں کوئی کنجڑا قصائی نہیں ہوں!.... مم.... سمجھے.... اسی وقت.... مم.... ملازمت سے سبکدوش کر دیجئے.... جج.... جی ہاں!"

"چلو! ورنہ گردن مروڑ دوں گا!"

"حد ہو گئی جناب!--"۔

اتنے میں عمران نے محسوس کیا کہ اس کے ہاتھ پیر سست پڑ گئے ہیں! اس پر سچ مچ غشی کی سی کیفیت طاری ہو گئی تھی! عمران نے اس کے گلے سے ٹائی کھول کر اس کے ہاتھ باندھ دیئے! پھر اٹھ کر ہدہد کی گردن دبوچتا ہوا بولا!

"ملازمت سے سبکدوش ہونا چاہتے ہو۔"

"جج جی.... ہاں!" ہدہد کے لہجے میں جھلاہٹ تھی لیکن اس نے اپنی گردن چھڑانے کی کوشش نہیں کی۔

"ٹارچ تلاش کرو!" عمران اسے دھکا دیتا ہوا بولا اور ٹارچ جلد ہی مل گئی۔ وہ وہیں پڑی ہوئی تھی، جہاں ہد ہد اچھلا تھا!....

عمران نے بیہوش آدمی کے چہرے پر روشنی ڈالی۔ یہ ایک نوجوان اور توانا آدمی تھا! لیکن چہرے کی بناوٹ کے اعتبار سے اچھے اطوار کا نہیں معلوم ہوتا تھا! اس کے جسم پر سیاہ سوٹ تھا!

(۱۰)

تقریباً ایک گھنٹے بعد عمران کوتوالی میں اسی آدمی سے پوچھ گچھ کر رہا تھا!

"تم وہاں کس لئے آئے تھے؟"

"مجھے اس کا علم نہیں!"

"تم نہیں بتاؤ گے!"

"دیکھئے جناب! میں کچھ چھپا نہیں رہا ہوں! خدا کی قسم مجھے علم نہیں! اور پھر ہم چاروں کو تو باہر کھڑا رہنا تھا!.... اکیلا وہی اندر جاتا!"

"کون"

"صفدر خان"

"یہ کون ہے؟"

"آپ یقین نہ کریں گے کہ ہم اس کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتے ویسے وہ خود کو ایک علاقے کا جاگیردار بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم لوگوں کی مدد سے اپنے ایک حریف کیخلاف مقدمہ بنا رہا ہے.... آج سے کچھ عرصہ پیشتر ہم اس مکان سے ایک جنازہ لائے تھے اور آپ کو یہ سن کر حیرت ہو گی کہ چادر کے نیچے لاش کی بجائے تین بالٹیاں اور ایک دیگچی تھی!.... جی ہاں.... مصنوعی جنازہ....!"

"واہ!" عمران بے اختیار مسکرا پڑا!

"میں کچھ نہیں چھپاؤں گا جناب!.... اس نے ان کاموں کے لئے ہمیں چار ہزار روپے دیئے تھے.... اور ہاں یہ تو بھول ہی گیا!.... وہ ہمیں ایک امریکن کے بنگلے پر بھیجا کرتا تھا!.... وہ بات بھی عجیب تھی!.... ہمارا کام صرف یہ تھا کہ ہم وہاں تھوڑی سی اچھل کود مچا کر واپس آجایا کریں! لیکن اس نے آج تک اس کا مقصد نہیں بتایا!...."

"صفدر خان کا حلیہ کیا ہے؟...."

"چہرے پر گھنی داڑھی!.... شلوار اور قمیص لمبی پہنتا ہے! ناک چپٹی سی!.... آنکھوں میں کیچڑ"

"سیاہ چشمہ نہیں لگاتا!" عمران نے پوچھا!....

"جی نہیں!.... چشمہ لگائے ہم نے اسے کبھی نہیں دیکھا۔"

"اچھا اپنے بقیہ تین ساتھیوں کے نام اور پتے بتاؤ!"

"میں کسی کے نام اور پتے سے واقف نہیں ہوں! جب وہ ہمیں ایک جگہ اکٹھا کرتا ہے تب ہی ہم ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں! ورنہ پھر آپس میں کبھی ملنے کا اتفاق نہیں ہوتا!"

"ہوں! وہ تمہیں کس طرح بلاتا ہے!...."

"فون پر!.... شاید ہم چاروں کو ہی یہ نہیں معلوم کہ وہ کہاں رہتا ہے!"

"تمہیں ان تینوں آدمیوں کے فون نمبر معلوم ہیں؟"

"جی نہیں!.... ہم میں کبھی گفتگو نہیں ہوئی!.... ہم چاروں ایک دوسرے کے لئے اجنبی ہیں! ویسے صورت آشنا ضرور ہیں!" عمران نے لکھتے لکھتے نوٹ بک بند کر دی!.... ملزم حوالات میں بھیج دیا گیا!....

(۱۱)

شام ہی سے آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا!.... اس لئے سورج کے غروب ہوتے ہی تاریکی پھیل گئی.... اور گیارہ بجے تک یہ عالم ہو گیا کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا.... بادل جم کر رہ گئے تھے! جس کی وجہ سے لوگوں کا دم نکل رہا تھا! لیکن بارش.... بارش کے امکانات نہیں تھے۔

نواب ہاشم کا بھتیجا ساجد مضطربانہ انداز میں ٹہل رہا تھا۔ ابھی ابھی کچھ پولیس والے یہاں سے اٹھ کر گئے تھے۔ ان میں ایک آدمی محکمہ سراغرسانی کا بھی تھا۔ ساجد کو حیرت تھی کہ آخر ابھی تک اس شخص کو حراست میں کیوں نہیں لیا گیا جو نواب ہاشم ہونے کا دعویٰ کرتا ہے!.... اگر وہ سچ مچ نواب ہاشم ہی ہے تو پولیس کو اسے حراست میں لے کر اس لاش کے متعلق استفسار کرنا چاہیے تھا، جو دس سال قبل حویلی میں پائی گئی تھی!....

وہ ٹہلتا اور سگرٹ پر سگرٹ پھونکتا رہا! لیکن اب خود اس کی شخصیت بھی پولیس کے شبہے سے بالاتر نہیں تھی! نواب ہاشم نے کیپٹن فیاض کے آفس میں بیٹھ کر کھلم کھلا اسے مجرم گردانا تھا۔ کہا تھا ممکن ہے ساجد ہی نے میرے دوست سجاد کو میرے دھوکے میں قتل کر دیا ہو۔

ساجد نے ختم ہوتے ہوئے سگرٹ سے دوسرا سلگایا اور ٹہلتا رہا! دو، دو بجلی کے پنکھے چل رہے تھے لیکن اس کے باوجود بھی وہ پسینے میں نہایا ہوا تھا پھر کیا ہو گا.... وہ سوچ رہا تھا.... اگر جرم اس کے خلاف ثابت ہو گیا تو کیا ہو گا اس نے اس شخص کو کوٹھی میں جگہ دے کر سخت غلطی کی ہے.... اور اب نہ جانے کیوں محکمہ سراغرسانی والے اس بات پر مصر ہیں کہ اسے کوٹھی میں ٹھہرنے دیا جائے؟ کیا وہ خود کہیں چلا جائے.... مگر اس سے کیا ہو گا.... اس طرح اس کی گردن

اور زیادہ پھنس جائے گی!"

ساجد تھک کر بیٹھ گیا!.... اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے بعض اوقات تو اس کا دل چاہتا تھا کہ سچ مچ ایک قتل کا الزام اپنے سر لے لے! اس پراسرار آدمی کا گلا گھونٹ دے، جو اس کی جان و مال کا خواہاں ہے.... سگرٹ پھینک کر وہ جوتوں سمیت صوفے پر دراز ہو گیا.... آنکھیں بند کر لیں!.... یونہی....! نیند ایسے میں کہاں؟ آنکھیں بند کر کے وہ اپنے تھکے ہوئے ذہن کو تھوڑا سا سکون دینا چاہتا تھا!۔ اچانک اس نے ایک عجیب قسم کا شور سنا!.... اور بوکھلا کر برآمدے میں نکل آیا.... لیکن اتنی دیر میں پھر پہلے ہی کی طرح سناٹا چھا چکا تھا!.... البتہ اس کے دو تین کتے ضرور بہت ہی ڈھیلی ڈھالی آوازوں میں بھونک رہے تھے! ساجد سمجھ ہی نہ سکا کہ وہ کس قسم کا شور تھا!۔

ساجد کا دل بہت شدت سے دھڑک رہا تھا! وہ چند لمحے برآمدے میں بے حس و حرکت کھڑا اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ تا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں وہ اس کا واہمہ نہ رہا ہو! پریشان دماغ اکثر غنودگی کے عالم میں اسی قسم کے دھوکے دیتا ہے! پھر وہ واپسی کے لئے مڑ ہی رہا تھا کہ سارا پائیں باغ اسی قسم کے شور سے گونج اٹھا۔ بالکل ایسا معلوم ہوا جیسے بیک وقت ہزاروں آدمی چیخ کر خاموش ہو گئے ہوں! کتوں نے پھر بھونکنا شروع کر دیا! اور اب ساجد کئی بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں بھی سن رہا تھا۔

دو نوکر بھاگتے ہوئے اس کے قریب آئے وہ بری طرح ہانپ رہے تھے

"حضور!.... یہ کیا ہو رہا ہے!" ایک نے ہانپتے ہوئے پوچھا!۔

"میں کیا بتاؤں!.... اندر سے ٹارچیں لاؤ۔ تینوں رائفلیں نکال لاؤ.... جلدی کرو!.... سارے نوکروں کو اکٹھا کرو.... جاؤ!"

اتنے میں ساجد کو نواب ہاشم دکھائی دیا جو شب خوابی کے لبادے میں ملبوس اور ہاتھ میں رائفل لئے برآمدے میں داخل ہو رہا تھا!

"ساجد!" اس نے کہا "کیا تم اب میرے خلاف کوئی نئی حرکت کرنیوالے ہو!"

"یہی میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں! دوست!" ساجد بھنویں تان کر آنکھیں سکوڑتا ہوا بولا۔ "تم اگر میرے چچا بھی ہو تو اس قسم کی حرکتیں کر کے مجھ سے کوٹھی خالی نہیں کرا سکتے!.... میں بزدل نہیں ہوں جب تک میرے اسٹاک میں میگزین باقی رہے گا کوئی مجھے ہاتھ بھی نہ لگا سکے گا... سمجھے!"

"میں سب سمجھتا ہوں!" نواب ہاشم نے کہا "اگر تم ہزاروں آدمی بلا لو تب بھی میں حویلی سے نہ نکلوں گا! محکمہ سراغرسانی والے ہر وقت حویلی کی نگرانی کرتے ہیں۔ اگر میرا بال بھی بیکا ہوا تو تم جہنم میں پہنچ جاؤ گے۔"

"چوری اور سینہ زوری!" ساجد تلخ انداز میں مسکرایا۔

اتنے میں سارے نوکر اکٹھے ہو گئے! یہ تعداد میں آٹھ تھے۔ ان میں سے تین ایسے تھے! جو ساجد کو شکار پر لے جانے کے لئے رکھے گئے تھے اور خود بھی اچھے نشانہ باز تھے۔

"میں تمہیں حکم دیتا ہوں!" ساجد نے انہیں مخاطب کر کے کہا! "جہاں بھی کوئی اجنبی آدمی نظر آئے بیدریغ گولی مار دینا! پھر میں سمجھ لوں گا!"

شکاری ٹارچیں اور رائفلیں لے کر پائیں باغ میں اتر گئے۔

"دو ایک کتے بھی ساتھ لے لو! میں اس وقت تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا۔ میرا یہاں موجود رہنا ضروری ہے۔" اور پھر وہ نواب ہاشم کو گھورنے لگا!....

"تم اس طرح مجھے مطمئن نہیں کر سکتے!" نواب ہاشم بولا۔

"اوہ۔! تم جہنم میں جاؤ۔" ساجد دانت پیستے ہوئے بولا "مجھے تم کو مطمئن کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے اگر پولیس والے تمہیں یہاں نہ رکھنا چاہتے تو میرے نوکروں کے ہاتھ تمہاری گردن میں ہوتے اور تم پھاٹک کے باہر نظر آتے!"

"اوہ! ساجد! کیا تمہارا خون سفید ہو گیا ہے!" نواب ہاشم کا لہجہ دردناک تھا!

اچانک وہ شور پھر سنائی دیا۔ لیکن ایک لمحے سے زیادہ جاری نہ رہا!.... کتے پھر بھونکنے لگے! اور پھر وہی بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں!

ساجد کے سارے نوکر بے تحاشہ بھاگتے ہوئے برآمدے میں اوپر چڑھ آئے دو ایک تو سیڑھیوں پر ہی ڈھیر ہو گئے۔

"حضور! کوئی.... نہیں.... کوئی بھی نہیں! صرف آوازیں.... میرے خدا.... آوازیں آسمان سے آتی ہیں! چاروں طرف سے!"

"یہ کیا بکواس ہے؟" ساجد جھلا کر چیخا! "چلو میں چلتا ہوں! ڈرپوک کہیں کے.... لیکن اگر پیچھے سے میری کھوپڑی پر گولی پڑے تو میری موت کا ذمہ دار یہ شخص ہو گا!" ساجد نے نواب ہاشم کی طرف ہاتھ جھٹک کر کہا۔ "یہ شخص ہو گا میری موت کا ذمہ دار۔ تم لوگ اسے یاد رکھنا۔ اب آؤ میرے ساتھ!.... میں دیکھوں گا۔"

(۱۲)

عمران اپنے آفس میں کاہلوں کی طرح بیٹھا دونوں ٹانگیں ہلا رہا تھا اس کی آنکھیں بند تھیں اور

دانتوں کے نیچے چیونگم تھا۔ پھر اس نے آنکھیں بند کئے ہوئے ہد ہد کو آواز دی۔

”جج.... جناب والا!“ ہد ہد نے اس کے قریب پہنچ کر کہا!

”بیٹھ جاؤ!“ عمران بولا۔

ہد ہد میز سے کافی فاصلے پر ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

”پچھلی رات کی رپورٹ سناؤ؟“

”رر--رات بھر ہنگامہ آرائی رہی.... قدرے.... قق.... قلیل وقفے سے وہ لوگ آسمان بالائے سر اٹھاتے رہے.... اور سگانِ رو سیاہ کی بف بف سے.... مم میرا دو.... دماغ.... پراگندگی اور انتشار کی آماجگاہ بنا رہا۔!“

”ہد ہد.... مائی ڈیئر! آدمیوں کی زبان بولا کرو۔“

”میں ہمیشہ۔ شش۔ شرفا کی زبان بولتا ہوں!“

”مجھے شرفا کی نہیں آدمیوں کی زبان چاہیے۔“

”یہ بات! میرے.... فف-- فہم و ادراک سے.... ب.... بالاتر ہے!“

”اچھا تم دفع ہو جاؤ اور شمشاد کو بھیج دو۔“

لفظ ”دفع“ پر ہد ہد کا چہرہ بگڑ گیا۔ مگر وہ کچھ نہ بولا۔ چپ چاپ اٹھ کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد شمشاد داخل ہوا....

”بیٹھ جاؤ!“ عمران نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

شمشاد بیٹھ گیا! یہ بھی صورت سے احمق ہی معلوم ہوتا تھا!....

”چلو! مجھے کل رات کی رپورٹ چاہئے!“

”کل رات!“ شمشاد ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”انہوں نے بہت شور مچایا! اس طرح چیختے تھے کہ کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی! اور حضور تقریباً چھ بجے کو نواب ساجد کی رنڈی آئی تھی!.... لیکن اس کے ساتھ نائکہ نہیں تھی!.... اس کا قد پانچ فٹ سے زیادہ نہیں ہے.... دھانی ساڑھی میں تھی! پیروں میں یونانی طرز کے سینڈل تھے.... آنکھیں کافی بڑی.... چہرہ بیضوی! کھڑا کھڑا ناک نقشہ!....“

”اور اوندھی اوندھی تمہاری کھوپڑی!“ عمران جھلا کر بولا۔ ”یہ بتاؤ رات کوئی پھاٹک کے باہر بھی آیا یا نہیں!“

”جی نہیں! رنڈی کی واپسی کے بعد کوئی بھی باہر نہیں نکلا تھا!“

”پھر وہی رنڈی! گٹ آؤٹ!“ عمران میز پر گھونسہ مار کر گرجا!

شمشاد چپ چاپ اٹھ کر چلا گیا!

عمران نے فون کا ریسیور اٹھایا۔

”ہیلو سوپر فیاض! میں عمران ہوں!“

”اوہ.... عمران.... آؤ میرے یار.... ایک نیا لطیفہ! ان کم بختوں نے سچ مچ ہی ناک میں دم کر دیا ہے! سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں!“

”میں ابھی آیا!“ عمران اٹھتا ہوا بولا۔!

فیاض اپنے کمرے میں تنہا تھا۔ لیکن انداز سے معلوم ہو رہا تھا کہ ابھی ابھی کوئی یہاں سے اٹھ کر گیا ہو!....

”کیوں! کیا تمہارے آدمیوں نے کوئی خاص اطلاع نہیں دی!“ فیاض نے پوچھا!

”دے رہا تھا کم بخت، لیکن میں نے بیچ ہی میں روک دیا!“

”یعنی“

”نواب ساجد کی رنڈی آئی تھی! قد پانچ فٹ لمبا۔ ناک نقشہ دھانی ساڑھی وغیرہ!“

”تم ان کم بختوں کی بھی مٹی پلید کر رہے ہو!“

”خیر ٹالو....!“ عمران سنجیدگی سے بولا۔ ”تمہارا لطیفہ کیا ہے؟“

”ابھی وہ دونوں آئے تھے! انہوں نے ایک نئی کہانی سنائی! اور دونوں ایک دوسرے پر الزام رکھ رہے تھے!.... کسی قسم کی پراسرار آوازیں قریب قریب رات بھر حویلی کے کمپاؤنڈ میں سنی گئیں! ان کا کہنا ہے کہ وہ آوازیں آسمان سے آتی معلوم ہو رہی تھیں! ہزاروں آدمیوں کے بیک وقت چیخنے کی آوازیں!“

”ہاں! میرے آدمیوں نے اس کی اطلاع دی ہے!“ عمران سر ہلا کر بولا!

”اب وہ دونوں ایک دوسرے پر الزام رکھ رہے ہیں!.... آخر وہ آوازیں کیسی ہو سکتی ہیں؟“

”پتہ نہیں یار! اس قسم کی آوازیں تو ہم پہلے بھی سن چکے ہیں! وہ خوفناک عمارت والا کیس تو تمہیں یاد ہو گا؟“

”اچھی طرح یاد ہے!“ فیاض سر ہلا کر بولا ”مگر وہ تو ایک آدمی ہی کا کارنامہ ثابت ہوا تھا!“

”اور تم اسے کسی آدمی کی حرکت نہیں سمجھتے!“ عمران نے پوچھا!

” آوازیں آسمان سے آتی ہیں برخوردار!“

”تو پھر وہ دونوں ایک دوسرے کو الزام کس بات کا دیتے ہیں!“

”ان کا خیال ہے کہ ان میں سے کوئی ایک اس کا ذمہ دار ہے!“

”اور تم ہو کہ اسے انسانی کارنامہ سمجھنے کے لئے تیار نہیں ہو!“

”تم میرا مطلب نہیں سمجھے! آخر ان میں سے کس کی حرکت ہو سکتی ہے!“

”اب تم نے دوسری سمت چھلانگ لگائی! یار فیاض یہ محکمہ تمہارے لئے قطعی مناسب نہیں تھا!“

”بکواس مت کرو! آج کل تم بہت مغرور ہو گئے ہو!“ فیاض نے تلخی سے کہا! ”دیکھوں گا اس کیس میں!“

”ضرور دیکھنا!“ عمران نے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔

(۱۳)

نواب ساجد بوکھلا کر پھر برآمدے میں نکل آیا اس نے موجودہ الجھنوں سے نجات پانے کے لیے دو تین پیک وہسکی کے پی لئے تھے اور اب اس کا دماغ چوتھے آسمان پر تھا۔ اس نے پائیں باغ میں پھیلے ہوئے اندھیرے میں نظریں گاڑ دیں!

”یہ تو یقیناً واہمہ ہی تھا!“ وہ آہستہ سے بڑبڑایا!

لیکن دوسرے لمحہ اسے ایک تیز قسم کی سرگوشی سنائی دی.... دلاور علی.... دلاور علی....

بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے باہر پھیلی ہوئی تاریکی بول پڑی ہو! ایسی تیز قسم کی سرگوشی تھی کہ اسے دو ایک فرلانگ کی دوری سے بھی سنا جا سکتا تھا!

ساجد کا نشہ ہرن ہو گیا! سرگوشیاں آہستہ آہستہ پہلے سے بھی زیادہ تیز ہوتی جا رہی تھیں!

”دلاور علی.... دلاور علی!“

اور پھر وہ سرگوشیاں ہلکی سی بھرائی ہوئی آواز میں تبدیل ہو گئیں!

”دلاور علی.... دلاور علی....!“ آواز کسی ایسے آدمی کی معلوم ہوتی تھی جو رو تا رہا ہو! آواز بتدریج بڑھتے بڑھتے انتہا کو پہنچ گئی، یعنی دلاور علی کو پکارنے والا پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا.... رونے کی آواز برابر جاری رہی اور پھر اچانک ساجد نے فائروں کی آوازیں سنیں! پے در پے فائر....!

رونے کی آواز بند ہو گئی۔

”ایک ایک کو چن چن کر ماروں گا۔“ نواب ہاشم باغ کے کسی تاریک گوشے میں چیخ رہا تھا۔

”مجھے کوئی خوفزدہ نہیں کر سکتا....!“

دو فائر پھر ہوئے....!

”دلاور علی!“ پھر وہی پراسرار سرگوشی سنائی دی!....

”دلاور علی کے بچے سامنے آؤ!“ یہ نواب ہاشم کی چنگھاڑ تھی!

تین چار فائر پھر ہوئے۔!

اتنے میں کوئی باہر سے پھاٹک ہلانے لگا.... فائر بھی بند ہو گئے اور وہ پراسرار سرگوشی پھر سنائی نہیں دی!.... پھاٹک بڑی شدت سے ہلایا جا رہا تھا!

”پھاٹک کھولو!.... پولیس!“ باہر سے آواز آئی! ”یہاں کیا ہو رہا ہے!“

(۱۴)

کیپٹن فیاض کے آفس میں نواب ہاشم اور نواب ساجد بیٹھے ایک دوسرے کو کھا جانے والی نظروں سے گھور رہے تھے۔ عمران ٹہل رہا تھا اور کیپٹن فیاض کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے کچھ سوچ رہا تھا! ساجد اور نواب ہاشم کے انداز سے ایسا ظاہر ہو رہا تھا جیسے کچھ دیر قبل دونوں میں جھڑپ ہو چکی ہو!

”سوال تو یہ ہے نواب ہاشم صاحب!“ عمران ٹہلتے ٹہلتے رک کر بولا!

”آخر آپ نے میونسپل حدود کے اندر فائر کیوں کئے!“

”میں اپنے ہوش میں نہیں تھا!“

”کیا میں بیہوشی کی وجہ پوچھ سکتا ہوں؟“

”میرے خدا.... آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں عمران صاحب! اگر آپ میری جگہ پر ہوتے تو کیا کرتے؟“

”ڈر کے مارے کہیں دبک رہتا!“ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

”خیر میں اتنا بزدل نہیں ہوں!“

”لیکن آپ ہوا سے لڑ رہے تھے نواب صاحب!“

”ایک منٹ“ دفعتاً نواب ساجد ہاتھ اٹھا کر بولا! ”کیا آپ نے اس بے ایمان کو نواب ہاشم تسلیم کر لیا ہے!“

”چچ چچ.... ساجد صاحب! اپنے چچا کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال نہ کیجئے!“ عمران نے کہا!

”سازش! خدا کی قسم سازش!“ نواب ساجد مضطربانہ انداز میں بڑبڑا کر رہ گیا!

”لیکن آج میں نے سازش کا خاتمہ کر دینے کا تہیہ کر لیا ہے!“ عمران مسکرا کر بولا! نواب ہاشم اور ساجد دونوں عمران کو گھورنے لگے۔

”ذرا ایک بار پھر اپنے فرار کا وقوعہ دہرائیے!“ عمران نے ہاشم سے کہا۔

”کہاں تک دہراؤں۔“ نواب ہاشم بیزاری سے بولا ”خیر.... کہاں سے شروع کروں؟“

"جہاں سے آپ کا دوست سجاد اس واقعہ میں شریک ہوتا ہے۔"

"ہاں سجاد!" نواب ہاشم نے دردناک آواز میں کہا اور ایک ٹھنڈی سانس لیکر رہ گیا۔

"میں آپ کے بیان کا منتظر ہوں۔" عمران نے اسے خاموش دیکھ کر ٹوکا۔۔۔!

نواب ہاشم کی پیشانی پر سلوٹیں ابھر آئیں! ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کوئی بھولی بسری بات یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہو!

"ہاں ٹھیک ہے!" وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔ "سجاد اسی شام کو آیا تھا!" پھر اس نے عمران کو مخاطب کر کے بلند آواز میں کہنا شروع کیا!"جس رات مجھے فرار ہونا تھا! اسی رات کو سجاد وارد ہوا۔ اسے واقعات کا علم نہیں تھا۔ میں نے اس پر اپنا ارادہ ظاہر نہیں کیا اور پھر رات کو اسے سوتا چھوڑ کر چپ چاپ گھر سے نکل گیا!"

"لیکن اگر مقتول سجاد ہی تھا تو اس کے جسم پر آپ کا سلیپنگ سوٹ کس طرح ملا تھا۔" عمران نے پوچھا۔

"اوہو! عمران صاحب! سیدھی سی بات ہے! قاتل نے اپنی غلطی معلوم کر لینے کے بعد اسے نواب ہاشم بنا دیا!"

"لیکن آپ کے رقیب کو کیا پڑی تھی کہ غلطی معلوم ہو جانے پر وہ سجاد کو نواب ہاشم بنانے کی کوشش کرتا!"

"کچھ نہیں۔" نواب ہاشم جلدی سے بولا۔ "اس کے متعلق سوچنا ہی فضول ہے۔ آپ یہ دیکھئے کہ اسے میری لاش ثابت ہونے پر کسی قسم کا فائدہ تو نہیں پہنچتا!"

"اوہ! تو تم مجھے قاتل ثابت کرنا چاہتے ہو!" ساجد نے میز پر گھونسہ مار کر کہا!

"ٹھہریئے جناب! آپ دخل اندازی نہیں کریں گے!" عمران ساجد کو گھور کر بولا۔ ساجد ہونٹوں میں کچھ بڑبڑاتا ہوا خاموش ہو گیا۔

"ہاں نواب صاحب!" عمران نے نواب ہاشم سے کہا۔ "یہ سجاد کس قسم کا آدمی تھا کہاں رہتا تھا؟"

"ایک سیلانی اور شاعر قسم کا آدمی تھا! کوئی مستقل ٹھکانہ نہ رکھتا تھا۔۔۔۔ آج یہاں کل وہاں۔۔۔۔ آدمی پڑھا لکھا اور بذلہ سنج تھا۔ اس لئے روسا کے درمیان اس کی خاصی آؤ بھگت ہوتی تھی۔"

"اس کے پسماندگان کے متعلق بھی کچھ بتا سکیں گے؟"

"مشکل ہے کیونکہ اس نے کبھی اپنے کسی عزیز کا تذکرہ نہیں کیا۔"

"مگر جناب! کیا محض ساجد صاحب کی شناخت کی بناء پر وہ آپ کی لاش قرار دی گئی ہوگی!"

"نوکروں نے بھی اسے شناخت کیا تھا۔" ساجد بول پڑا۔ "وہ نوکر جنہوں نے سالہا سال چچا مرحوم کے ساتھ رہ کر انہیں دیکھا تھا۔"

"کہاں ہیں وہ نوکر؟" نواب ہاشم گرجنے لگا! "کیا ان میں سے کسی ایک کو بھی تم نے برقرار رکھا ہے؟"

پھر اس نے عمران سے کہا۔ "جب میرے بھتیجے نے ہی اسے میری لاش قرار دے دیا تو نوکروں کو کیا پڑی تھی کہ وہ اس کے خلاف کہہ کر خود کو پولیس کا تختہ مشق بناتے اور پھر اگر تم سچے تھے تو تم نے ان نوکروں کو کیوں الگ کر دیا! ان میں سے کم از کم ایک یا دو کو تو اس وقت تک رہنا ہی چاہیے تھا! ایک ہی گھر میں نوکروں کی عمریں گذر جاتی ہیں؟"

"بات تو پکی ہے!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"تو تم نہ صرف یہ کہ میری جائیداد ہتھیانا چاہتے ہو۔ بلکہ مجھے پھانسی بھی دلواؤ گے!" ساجد نے زہر خند کے ساتھ کہا۔

"کیا یہ دونوں باتیں ناممکن ہیں ساجد صاحب!" عمران نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا!۔

"آپ کی تو کوئی بات ہی میری سمجھ میں نہیں آئی!" ساجد بولا "کبھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ مجھے بچا رہے ہیں۔ کبھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مجھ میں اور پھانسی کے تختے میں زیادہ فاصلہ نہیں ہے!"

قبل اس کے کہ عمران جواب دیتا! نواب ہاشم بول پڑا۔ "سنو ساجد! یہاں رشوت نہیں چل سکتی! یہاں سب بڑے لوگ ہیں! یہاں انصاف ہوتا ہے!"

"آپ غلط کہہ رہے نواب صاحب!" عمران نے سنجیدگی سے کہا!"یہاں انصاف نہیں ہوتا! انصاف عدالت میں ہوتا ہے۔ ہمارا کام صرف اتنا ہے کہ ہم کسی ایک کی گردن پھانسی کے لئے پیش کر دیں اور اس کا فیصلہ میں ابھی کئے دیتا ہوں کہ کس کی گردن پھانسی کے لئے زیادہ مناسب رہے گی۔"

فیاض خاموش بیٹھا تھا۔ اس نے اس دوران میں ایک بار بھی بولنے کی کوشش نہیں کی تھی! ویسے اسے یقین تھا کہ فیصلہ کن لمحات جلد ہی آنے والے ہیں۔

عمران نے آگے بڑھ کر میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی اور دوسرے ہی لمحے اردلی چق ہٹا کر اندر داخل ہوا۔۔۔!

"اسے یہاں لاؤ! سمجھے" عمران نے اردلی سے کہا۔

"جی حضور!" اردلی نے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔

نہ جانے کیوں کمرے کی فضا پر قبرستان کی سی خاموشی مسلط ہو گئی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہاں کوئی جنازہ رکھا ہوا ہو۔

نواب ہاشم اور ساجد دونوں کے چہرے اترے ہوئے تھے! عمران سینے پر دونوں ہاتھ باندھے کھڑا اس طرح فرش کی طرف دیکھ رہا تھا جیسے قالین پر بنی ہوئی تصویریں اس سلسلے میں اس کی کوئی مدد کرنے والی ہیں!

دفعتًا بر آمدے میں قدموں کی آہٹ ہوئی اور دوسرے ہی لمحہ میں دروازہ میں دردانہ داخل ہوئی۔ اردلی اس کے پیچھے چق اٹھائے کھڑا تھا۔

ساجد کا منہ حیرت سے کھلا اور پھر بند ہو گیا! لیکن نواب ہاشم کے رویے میں کوئی فرق نہ آیا۔ اس نے لڑکی پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالی اور پھر عمران کی طرف دیکھنے لگا۔

دردانہ دروازے ہی میں ٹھٹک کر رہ گئی تھی۔ اسکی نظر نواب ہاشم کے چہرے پر تھی اور آنکھیں پھیل گئی تھیں۔ اس پر بالکل سکتے کی سی کیفیت طاری تھی!

”ابا جان!“ اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکلی اور اگر عمران آگے بڑھ کر اسے سنبھال نہ لیتا تو اس کا گر جانا یقینی تھا! اس پر غشی طاری ہو گئی تھی!

عمران نے اسے ایک کرسی پر ڈال دیا!

”میں اس کا مطلب نہیں سمجھا۔“ نواب ہاشم عمران کو خونخوار نظروں سے گھورتا ہوا بولا۔

”اس نے مجھے ابا جان نہیں کہا تھا؟“ عمران نے لاپردائی سے کہا!

”بہت خوب! میں سمجھ گیا، اب مجھے کسی جال میں پھانسنے کی کوشش کی جا رہی ہے؟ ساجد میں تم سے سمجھ لوں گا!“ نواب ہاشم ساجد کو گھونسہ دکھا کر بولا۔

”خاموش رہو۔“ فیاض بگڑ گیا! ”تم میرے آفس میں کسی کو دھمکی نہیں دے سکتے!“

”ہاں! اور آپ کی آنکھوں کے سامنے مجھے جال میں پھانسا جا رہا ہے! مجھے اس کی توقع نہیں تھی.... خیر مجھے پرواہ نہیں دیکھتا ہوں، مجھے کون پھانستا ہے! دنیا جانتی ہے کہ میں نے شادی نہیں کی تھی اور نہ دس سال میں کوئی لڑکی اس عمر کو پہنچ سکتی ہے!.... ایک نہیں ہزار ایسی لڑکیاں لاؤ، جو مجھے ابا جان کہہ کر مخاطب کریں.... ہونہہ!“

”مگر کپتان صاحب!“ ساجد نے فیاض کو مخاطب کیا۔ ”ذرا دیکھئے دونوں میں کتنی مشابہت ہے؟“

سچ مچ فیاض کبھی بیہوش لڑکی کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی نواب ہاشم کو، دردانہ کو اس نے پہلی بار دیکھا تھا۔

”او.... ساجد تجھ سے خدا سمجھے!“ نواب ہاشم دانت پیس کر بولا!

”تو کیا اس لڑکی کو ساجد نے پیدا کیا ہے!“ ساجد نے مسکرا کر کہا۔

”نواب ہاشم!“ عمران بھاری بھر کم آواز میں بولا۔ ”میں تصدیق کرتا ہوں کہ تم نواب ہاشم ہو اور تمہاری زندگی میں ساجد تمہاری جائیداد کے مالک نہیں ہو سکتے!“

”لڑکے تم مجھے پاگل بنا دو گے!“ نواب ہاشم بے ساختہ ہنس پڑا۔

”آپ شاید نشے میں ہیں!“ ساجد بھنا کر بولا۔

”نہیں ساجد صاحب! میں نشے میں نہیں ہوں! بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں! نواب ہاشم کے پھانسی پا جانے کے بعد ہی آپ ان کے حقیقی وارث ہو سکیں گے!“

”کپتان صاحب!“ نواب ہاشم بگڑ کر کھڑا ہوتا ہوا بولا ”یہ آپکا دفتر ہے یا بھنگڑ خانہ....!“

”اگر یہ بات میں نے کہی ہوتی تو تم مجھے گولی مار دیتے!“ عمران نے مسکرا کر فیاض سے کہا!

”آخر تم کرنا کیا چاہتے ہو۔“ فیاض ہتھے سے اکھڑ گیا۔

”نواب صاحب! تشریف رکھیئے! ابھی تک میں مذاق کر رہا تھا یہ حقیقت ہے کہ آپ بہت ستم رسیدہ ہیں! لیکن اس کا کیا کیا جائے نواب صاحب کہ حکیم معین الدین آپ کے حملے کے باوجود بھی ابھی تک زندہ ہے! اخبارات میں اس کی موت کی خبر میں نے ہی شائع کرائی تھی!“

”کیا بکواس ہے!“ نواب ہاشم حلق پھاڑ کر چیخا! ”میں جا رہا ہوں!“

”نہیں سرکار!“ عمران جیب سے ریوالور نکال کر اس کا رخ نواب ہاشم کی طرف کرتا ہوا بولا۔ ”آپ جائیں گے نہیں بلکہ لیجائے جائیں گے تشریف رکھیئے! کیا آپ بتا سکیں گے کہ پچھلی رات دلاور علی کا نام سن کر آپ پاگلوں کی طرح فائر کیوں کر رہے تھے؟“

”ہٹ جاؤ سامنے سے!“ نواب ہاشم نے پاگلوں کی طرح کہا اور دروازے کی طرف جھپٹا! لیکں دوسرے ہی لمحہ میں عمران کی ٹانگ چل گئی.... نواب ہاشم منہ کے بل فرش پر گر پڑا اور عمران نے بڑی بے دردی سے اس کی پشت پر اپنا داہنا پیر رکھ دیا!۔

دردانہ جو ہوش میں آچکی تھی، چیختی ہوئی عمران کی طرف دوڑی!

”یہ آپ کیا کر رہے ہیں! میرا دل گواہی دیتا تھا کہ ابا جان زندہ ہیں!“

”یہ تمہارے ابا جان نہیں ہیں!“ عمران نے کہا جو نواب ہاشم کو پیر کے نیچے دبائے رکھنے کے لئے پوری قوت صرف کر رہا تھا!

”ابا جان ہیں، انہوں نے صرف اپنی داڑھی صاف کر دی ہے۔ خدا کے لئے ہٹ جایئے!“

”نہیں بھولی لڑکی! میں ابھی بتاتا ہوں۔“

نواب ہاشم نے پلٹ کر عمران کی ٹانگ پکڑ لی!.... لیکن دوسرے ہی لمحہ میں عمران کا گھٹنا اس کی گردن سے جا لگا.... نواب ہاشم کے حلق سے آوازیں نکلنے لگیں۔

”فیاض! ہتھکڑیاں!“ عمران بولا۔

فیاض میز سے اٹھا تو لیکن اس کے انداز میں ہچکچاہٹ تھی! اس نے اردلی کو آواز دی! اتنے میں نواب ہاشم عمران کی گرفت سے نکل گیا! عمران دوسری طرف لڑھک گیا۔ لیکن اس نے نواب ہاشم کی ٹانگ کسی طور بھی نہ چھوڑی!.....

اتنے میں نواب ہاشم کو اردلیوں نے قابو کر کے ہتھکڑیاں لگا دیں!

"بھگتنا پڑے گا تم لوگوں کو!" نواب ہاشم کھڑا ہو کر ہانپتا ہوا بولا۔

"بیٹھ جاؤ!" عمران نے اسے ایک کرسی میں دھکا دے دیا! پھر وہ لڑکی کی طرف متوجہ ہوا! جو قریب ہی کھڑی بری طرح کانپ رہی تھی۔!

"تمہارے باپ کا کیا نام تھا؟" عمران نے لڑکی سے پوچھا!۔

"دلاور علی" لڑکی پھنسی ہوئی آواز میں بولی!

"مگر یہ نواب ہاشم ہے!"

دردانہ کچھ نہ بولی! عمران نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا!

وہ اسی طرح کانپتی ہوئی بیٹھ گئی!

"نواب ہاشم!" عمران بولا "میں تم پر فریب دہی، قتل اور ایک شخص پر قاتلانہ حملے کے الزامات عائد کرتا ہوں۔

"کرتے جاؤ! عدالت میں نپٹ لوں گا!" نواب ہاشم ڈھٹائی سے بولا۔

"تم اس لڑکی کے باپ دلاور علی کے قاتل ہو! جو تمہارا ہمشکل تھا.... آج سے دس سال قبل تم نے اسے قتل کیا تھا! لوگوں نے اس کی لاش کو تمہاری لاش سمجھنے میں غلطی کی تھی اور یہ غلطی مشابہت کی بناء پر ہوئی تھی! تم چار سال کے لئے غائب ہو گئے چار سال بعد واپس آئے اور دلاور علی کے مکان میں مقیم ہو گئے، لڑکی مشابہت کی بناء پر دھوکہ کھا گئی۔

"الف لیلیٰ کی داستان!" نواب ہاشم نے ایک ہذیانی سا قہقہہ لگایا--!

"اچھا تو اب پوری داستان سنو!.... دلاور علی تمہارے باپ کی ناجائز اولاد تھا اور تمہارا ہمشکل! اس کی ماں بچپن ہی میں مر گئی تھی! تمہارے والد اسے بہت چاہتے تھے! لیکن تمہاری ماں کے برے برتاؤ سے بچانے کیلئے انہوں نے اسے اس شہر ہی سے ہٹا دیا!.... وہ دلاور پور کے ایک بورڈنگ میں پرورش پاتا رہا!.... وہیں پلا بڑھا اور تعلیم حاصل کی! وہ فطرتاً بہت ہی نیک اور علم و فن کا دلدادہ تھا! بڑے ہو کر جب اسے اپنی پوزیشن کا احساس ہوا تو اس نے تہیہ کر لیا کہ وہ اس شہر کا کبھی رخ ہی نہیں کریگا! تمہارے باپ برابر اس کی مدد کرتے رہے۔ انہوں نے اسے کچھ خاندانی نوادرات بھی دیئے تھے! اور وہ سنگار دان ان میں سے ایک تھا! جس کی نقل تم نے تیار کرا کے

موڈی کے گلے لگائی اور اس سے پچیس ہزار روپے اینٹھ لئے.... کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟۔ نواب ہاشم تم اسے غلط نہیں کہہ سکتے! میں نے تمہارے خلاف درجنوں شہادتیں مہیا کر رکھی ہیں!۔"

"بکے جاؤ!...." نواب ہاشم برا سامنہ بنا کر بولا۔ "اس بکواس پر کون یقین کرے گا؟"

"ہاں تو فیاض صاحب!" عمران نے فیاض کو مخاطب کیا۔ "اب میں داستان کے اس حصے کی طرف آ رہا ہوں! جہاں نواب ہاشم اور دلاور علی ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں۔ یہ ٹکراؤ ایک عورت کی وجہ سے ہوا جو نواب ہاشم کی محبوبہ تھی اور یہ حقیقت ہے کہ پہلے اسکی ملاقات نواب ہاشم ہی سے ہوئی! پھر شاید وہ عورت کسی طرح سے دلاور پور پہنچ گئی! وہاں اس کی ملاقات دلاور علی سے ہوئی۔ جس کی صورت ہو بہو ہی نواب ہاشم کی سی تھی! پہلے وہ اسے نواب ہاشم ہی سمجھی لہٰذا بہت بے تکلفی سے پیش آئی اور پھر کافی عرصے کے بعد اس کی غلط فہمی رفع ہوئی اور وہ بھی اس طرح کہ ایک موقع پر نواب ہاشم اور دلاور علی اکٹھا ہو گئے! دونوں ہم عمر تھے۔ نواب ہاشم کو دلاور علی کے متعلق علم تھا لیکن دونوں پہلی بار ملے تھے اور یہ ملاقات ہی بنائے فساد ثابت ہوئی وہ عورت دلاور علی کو بیحد پسند کرنے لگی تھی! اس کے عادات و اطوار شریفوں کے سے تھے اور ذہنی صلاحیتوں کے اعتبار سے وہ نواب ہاشم سے بہت اونچا تھا! عورت نے ایک فیصلہ کیا اور اسے عملی جامہ پہنایا! یعنی دلاور علی سے شادی کر لی!

نواب ہاشم کے سینے پر سانپ لوٹ گیا!.... لیکن اس وقت وہ خاموش رہا۔ البتہ انتقام کی آگ اس کے سینے میں سلگتی رہی۔ ایک سال زندہ رہ کر وہ عورت بھی چل بسی، لیکن وہ اپنی ایک نشانی چھوڑ گئی تھی! عمران دردانہ کی طرف اشارہ کر کے خاموش ہو گیا! نواب ہاشم اس طرح مسکرا رہا تھا جیسے کوئی نادان بچہ اس کے سامنے بکواس کر رہا ہو!۔

"اب سے دس سال پہلے جب دردانہ دس سال کی ہو چکی تھی، نواب ہاشم نے ایک پلاٹ مرتب کیا! وہ ہر حال میں دلاور علی سے انتقام لینا چاہتا تھا اس نے سب سے پہلے اپنی ایک آشنا کو ایک تانگے والے کے ساتھ بھگا دیا! پھر دلاور علی کو قتل کر کے اپنی جگہ ڈالا اور خود روپوش ہو گیا۔ جنگ کا زمانہ تھا اسے فوج میں ملازمت مل گئی اور وہ سمندر پار بھیج دیا گیا! چار سال بعد اسکی واپسی ہوئی اور چونکہ وہ دلاور علی کا ہمشکل تھا اس لئے دلاور علی کا رول ادا کرنے میں اسے کوئی دشواری نہ آئی۔ لیکن کب تک ایک دن اسے عشرت کی زندگی کو خیر باد کہہ کر اپنی حویلی میں واپس آنا ہی تھا! لیکن حویلی میں واپسی آسان نہ تھی۔ ساجد جائیداد پر قابض تھا! اس کا قبضہ ہٹانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگانا پڑتا۔ کافی رقم کی ضرورت پیش آتی۔ اس کے لئے نواب ہاشم نے اصلی سنگار دان کی نقل تیار کروائی اور دردانہ کو دلاور پور بھیج دیا! جب وہ وہاں سے واپس آئی تو نواب ہاشم اپنی

حیثیت تبدیل کر چکا تھا! اس نے لڑکی کو اس کے باپ کی موت کی اطلاع دی اور خود کو دلاور علی کا دوست ظاہر کیا! لڑکی دھوکے میں آگئی! پھر لڑکی ہی کے ذریعے موڈی کو پھانسا۔ اس نے پچیس ہزار میں نقلی سنگاردان خرید لیا.... لڑکی رقم گھر لائی اور نواب ہاشم نے اسے اڑا لیا! اصلی سنگار دان اور وہ رقم آج بھی اس کے قبضے میں ہے!

”ایک منٹ“! فیاض ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”تمہیں ان سب باتوں کا علم کیسے ہوا؟“

”حکیم معین الدین سے جو دلاور پور کا باشندہ تھا اور اس لڑکی کا باپ اسکے گہرے دوستوں میں سے ہے! وہ دلاور علی اور اس کی زندگی کے حالات سے بخوبی واقف ہے۔ میں جب دردانہ کی نشاندہی پر اس تک پہنچا تو وہ زخم کھائے ہوئے بیہوش پڑا تھا۔ اس پر کسی نے چاقو سے حملہ کیا تھا اور اپنی دانست میں مردہ تصور کر کے چھوڑ گیا تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ زخم مہلک نہیں تھا! اس کی جان بچ گئی! لیکن میں نے احتیاطاً اس کے قتل کی خبر دلاور پور کے اخبارات میں شائع کرادی تھی۔ اس سے یہ ساری حقیقت معلوم ہوئی--!“

”میں کسی حکیم معین الدین کو نہیں جانتا۔“ نواب ہاشم نے کہا! ”یہ سب بکواس اور ساجد کی سازش ہے! روپے میں بڑی قوت ہوتی ہے! دنیا کے سارے آدمیوں کو پاگل نہیں بنایا جاسکتا۔ اتنی مشابہت تو ایک ماں کے پیٹ میں پیر پھیلانے والے بھائیوں میں بھی نہیں ہوئی کہ ایک بیٹی دوسرے کو اپنا باپ سمجھ لے.... ساجد یہ اوچھے ہتھیار عدالت میں کام نہیں آئیں گے!“

”دلاور پور کے بورڈنگ سے جہاں دلاور علی نے پرورش پائی اس کی تصویریں دستیاب ہو سکتی ہیں!“ عمران نے کہا....

”وہ میری ہی تصویریں ہوں گی!“ نواب ہاشم نے کہا۔ ”جو بآسانی ساجد کے ہاتھ لگی ہوں گی اور اب انہیں اس سازش میں استعمال کر رہا ہے۔!“

”ٹھہرو! عمران!“ فیاض نے کہا۔ ”اگر دلاور علی کو قتل ہی کرنا مقصود تھا تو اتنا پیچیدہ راستہ کیوں اختیار کیا۔ اس سے فائدہ کیا ہوا اور اسے نہ اختیار کر کے کیا نقصان اٹھانا پڑتا؟“۔

”ذرا دیکھئے!“ نواب ہاشم نے تمسخر آمیز لہجے میں کہا اور ہنسنے لگا!

”وہ قتل کیا جاتا!“ عمران بولا۔ ”اس کی تصاویر شائع ہوتیں اور شہر کے ایک بڑے آدمی سے اس کی مشابہت ہونے کی بناء پر پولیس یقیناً چونکتی اور پھر جو کچھ بھی ہوتا ظاہر ہے۔“

”پھر وہی مشابہت!“ نواب ہاشم برا سا منہ بنا کر بولا۔ ” آخر اس مشابہت پر کون یقین کرے گا!.... سازش ہے تو بہت گہری لیکن کامیاب نہیں ہو سکتی اور میں یہ جتا دینا چاہتا ہوں کہ اس فرضی دلاور علی کی جو بھی تصویر پیش کی جائے گی وہ میری ہوگی اور سو فیصدی میری ہوگی۔ ابھی

اس لڑکی نے داڑھی کا حوالہ دیا تھا۔ لہٰذا میں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ایک زمانے میں میں نے یونہی داڑھی بھی رکھ لی تھی اور داڑھی میں اپنے کئی فوٹو بھی بنوائے تھے۔“

”تو تم مجھے شکست دینے پر تل گئے ہو! نواب ہاشم!“ عمران مسکرا کر بولا۔ ”میں تمہیں بتاؤں.... اس دن دلاور علی کے مکان میں تم نے چھپ کر کاغذات کا ایک ڈھیر جلایا تھا! لیکن جس چیز کے لئے تم نے اس ڈھیر میں آگ لگائی تھی! وہ اس میں موجود نہیں تھی! تمہیں بھی یقین نہیں تھا کہ وہ چیز جل ہی گئی ہوگی! اس لئے تم اس کی تلاش میں اپنے چار آدمیوں کے ساتھ پیلے مکان میں گھسنے کی کوشش کرتے رہے ہو! لیکن وہ چیز تمہارے ہاتھ نہ لگ سکی! وہ میرے قبضے میں ہے!“

”کیا؟“ نواب ہاشم مضطربانہ انداز میں بولا۔ پھر فوراً ہی سنبھل کر ہنسنے لگا! ہنسنے کا انداز ایسا تھا جیسے وہ عمران کا مضحکہ اڑا رہا تھا۔

”تمہاری اطلاع کے لئے صرف اتنا ہی کہوں گا کہ دلاور علی ایک بہت ہی مشاق قسم کا بلاک میکر تھا!“ عمران نے کہا اور دفعتاً نواب ہاشم کا چہرہ تاریک ہو گیا وہ اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا!

”کیپٹن فیاض“ عمران مسکرا کر بولا ”یہ پندرہ سال پہلے کی بات ہے!.... دلاور علی نے وائسرائے کے ایک فرمان کا بلاک بنایا تھا جو جنگ کا پراپیگنڈہ کرنیوالے ایک سرکاری ماہنامے میں شائع کیا تھا.... اور ساتھ ہی اس ماہنامہ کیلئے کام کرنیوالوں کے فوٹو بھی شائع ہوئے تھے۔ تمہیں اس ماہنامے میں دلاور بلاک میکر کی تصویر بھی مل جائیگی! نواب ہاشم کو اس کی تلاش تھی! لیکن وہ میرے ہاتھ لگ گئی۔“

نواب ہاشم نے ہاتھ پیر ڈال دیئے! وہ خوفزدہ نظروں سے عمران کی طرف دیکھ رہا تھا اور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اب جو کچھ کہنا چاہتا ہو اس کے لئے اسے الفاظ نہ مل رہے ہوں!

”اور نواب ہاشم!“ عمران شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ بولا!“ پچھلی رات تم نے دلاور علی کے نام پر اندھادھند فائر کیوں کئے تھے؟“

”وہ آخر تھی کیا بلا“ ساجد نے پوچھا؟

”وہ بلا عمران تھی“ عمران نے سنجیدگی سے کہا!“ میں نے تمہارے پائیں باغ میں درختوں پر مائیکرو فون کے چھوٹے چھوٹے ہارن فٹ کر رکھے تھے اور باغ کے باہر سے بھوتوں کا پروگرام نشر کر رہا تھا۔“

(۱۵)

اس واقعہ کے تقریباً ایک ماہ بعد نواب ساجد اور دردانہ حویلی کے پائیں باغ کی ایک روش پر ٹہل رہے تھے۔

"میں آپ سے پھر کہتی ہوں کہ آپ نے مجھ سے شادی کر کے غلطی کی ہے؟" دردانہ بولی۔

"نہیں ڈیئر! میں نے اپنی زندگی میں پہلی بار ایک عقل مندی کا کام کیا ہے!" ساجد نے مسکرا کر کہا!

"آپ ایک دن سوچیں گے! سوچنا ہی پڑے گا... کاش میری بیوی بھی نجیب اطرفین ہوتی!"

"میرے لئے یہی کافی ہے کہ تم ایک شریف اور ایماندار باپ کی بیٹی ہو! میرے نجیب الطرفین چچا کا حال تو تم نے دیکھ ہی لیا! وہ مجھے بھی ناکردہ گناہ کی سزا میں پھانسی دلوانا چاہتا تھا۔ محض اپنی گردن بچانے کے لئے! تمہارے والد اس سے یقیناً بہتر تھے!"

"وہ تو ٹھیک ہے! لیکن نہ جانے کیوں میرا دل نواب صاحب کے لئے کڑھ رہا ہے۔"

"او ہو!" نواب ساجد نے قہقہہ لگایا۔ "تم بھی اپنے باپ ہی کی طرح سے بہت زیادہ نیک معلوم ہوتی ہو.... مگر چچا صاحب پھانسی سے کسی طرح نہیں بچ سکتے! عمران نے انہیں چاروں طرف سے پھانس لیا ہے.... بھئی غضب کا آدمی ہے یہ عمران بھی! ایسا الو بناتا ہے باتوں ہی باتوں میں کہ بس دیکھتے ہی رہ جائیے! آخیر وقت تک پتہ نہیں چلتا کہ نزلہ کس پر گرے گا!.... آہا.... بچارے موڈی کو تو ہم بھول ہی گئے.... میں ایک بات سوچ رہا ہوں ڈیئر! اب تمہارے مشورے کی ضرورت ہے!"

"کہیے! کیا بات ہے!"

"موڈی کے روپے تو ہم واپس کر چکے ہیں! پھر کیوں نہ ہم اصلی سنگاردان بھی اسے پریذنٹ کر دیں! دیکھو اس کی شرافت! اگر وہ ذرا بھی سخت ہو جاتا تو تم جیل پہنچ جاتیں۔"

"آپ نے میرے دل کی بات کہہ دی! میں بھی یہی سوچ رہی تھی!"

"اچھا! تو کل ہم اسے مدعو کریں گے!"

"عمران صاحب کو بھی بلائیے گا!"

"نہیں.... وہ تو اب مجھے پہچاننے سے ہی انکار کرتا ہے۔ کل کلب میں بڑی شرمندگی ہوئی۔ میں بہت لہک کر اس سے ملا۔ لیکن اس نے نہایت خشک لہجے میں کہا۔ معاف کیجئے گا! میں نے آپ کو پہچانا نہیں!"

دردانہ ہنسنے لگی--!

تمام شُد